نگارخانۂ ارضِ تاج کا نقشِ مصوّر

پیمانہ

U 7212

مدیر
صدیقی الوارثی اکبرآبادی

مدیر ثانی
ساغر نظامی (ملیگ)

ہندوستان بھر میں

عمدہ مضبوط اور دیرپا خوبیوں کی وجہ سے ۱۴ نمبر فٹبال ہاکی نیٹ اور دیگر کھیلوں کا سامان مہیا کرنیوالا واحد کارخانہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ کو یاد رکھیں اور نقالوں و حاسدوں کے دھوکے سے بچتے رہیں۔

کھلاڑیوں کی رائے ہے کہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ کی ہاکیاں و دیگر سامان کھیل مضبوط اور دیرپا ہے

اگر آپ کو

یا آپ کے دوست احباب کو کسی قسم کے سامان کھیل مثلاً کرکٹ فٹ بال والی بال ہاکی ٹینس بیڈمنٹن وغیرہ کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست اسکولوں کلبوں کے خاص دیرینہ خادم کارخانہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ کو لکھا کریں۔

ہمارا سامان کھیل اپنی عمدگی مضبوطی اور نسبتاً ارزاں ہونے کی وجہ سے اعلیٰ ثابت ہو چکا ہے جن جن صاحبان نے ایک مرتبہ ہمارا سامان کھیل بطور نمونہ کے منگوایا۔ انہوں نے تعریف کی بڑے بڑے قیمتی آرڈروں سے مستفید ہو فرمانے اور عمدہ عمدہ سرٹیفکیٹ ملکہ بھیجنے کے علاوہ کمپنی کے معمم اشتہار بن گئے۔

ہماری گارنٹی جو اصحاب ہمسے کوئی چیز منگائیں گے۔ وہ اگر رسید کی پہنچ ہوں تو فوراً واپس کر کے اپنی قیمت منگا لیں یا کوئی ہماری تیار کردہ چیز جلد خراب ہو جائے۔ جس سے پایا جائے کہ صرف کردہ رقم حرام ہوئی تو اس کے بدلے ہم نیا مال مفت دیں گے۔ اس وعدے سے صاف ظاہر ہے کہ ہم کبھی ردی سامان نہیں بھیجتے۔ کیونکہ ہم اپنے کارخانہ کو شہرت دینا چاہتے ہیں نہ کہ اپنی محنت اور روپیہ کو برباد کرنا۔

ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے جسپر ۲ رنی روپیہ کی رعایت دیجائیگی حسب ضرورت لکھکر طلب کریں

فہرست سامان ہاکی

دی مثالک ربڑ سپرنگ ہاکی ہینڈل ڈیپارٹمنٹ اور کاربنوری چمڑہ لپٹا ہوا۔ قیمت فی عدد

دی بیسٹ ڈبل سپرنگ الٹا مضبوط چمڑہ سیاہ ہوا نہایت اعلیٰ ہاکی۔ قیمت فی عدد

دی مدرسل ڈبل سپرنگ لائنین ونڈسر ہینڈل

دی بادرین مگل سپرنگ " "

دی آل ایسا ہینڈل ہاکی " "

دی بیسٹ ڈبل ربڑ ہاکی چمڑہ لپٹا ہوا عدد

ہوئے بچوں کی پارسن عدد پر پیکٹس

ہاکی بال مارکہ کے سچ تا چوٹے عدد

فہرست سامان کرکٹ

دی بیسٹ کلب ربڑ سپرنگ لیدر رسٹ ہینڈل

دی مارشل ڈبل سپرنگ بونڈ ہینڈل سیٹ معہ

دی بیسٹ سپرنگ ٹوائین بونڈ سے

چوٹے بچوں کے نمبر ۱۲ سے نمبر ۵ تک

چوٹے بچوں کے نمبر ۱۲ سے نمبر ۵ تک

کرکٹ بال ملک اللہ مبارک۔ کے

پریکٹس بال چوٹے بچوں کے عدد

لیگ گارڈ چمڑہ سفید سلے زین کے

وکٹ کیپنگ گلوز ربڑ پیڈنگ گلوز

وکٹ مارشل چوٹے بچوں کے

فہرست سامان فٹ بال

دی مبارک ۵ نمبر کا مکمل فٹ بال

دی بیسٹ ۳ نمبر کا

دی بیسٹ سبز نمبر والا

دی بیسٹ سادہ مضبوط

دی بیسٹ پریکٹس بوٹ برائے پریکٹس کے لئے

چوٹے بچوں کے فاسٹ فٹ بال نمبر ۴

نمبر ۳ اللہ نمبر ۴ تک۔ نمبر ۱ عدد فی عدد

بلیڈر کسی قسم نر می والے نمبر ۵ عدد

نمبر ۳ عدد نمبر ۱ عدد

فہرست سامان والی بال

ملک والی بال اعلیٰ رنگ کا مکمل

مبارک والی بال " "

ملک والی بال جال برون رنگ کا

ملک والی بال جال سفید رنگ کا

بلیڈر والی بال نمبر ۵۔ اندر ملکی عالا

ملک والی بال پرول فی سٹ

مبارک والی بال " "

ملک والی بال کا مکمل سٹ

مبارک والی بال کا مکمل سٹ

والی بال اردو ۱۲ انگریزی ۱۲

سامان بذریعہ وی۔ پی روانہ ہوتا ہے

ملک پارسل اور کرنسی پیل پیشگی منگوانا ہوتا ہے

جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ پنجاب

ضمیمہ ہمیانہ

ایک رات میں کالا جادو

آپ بھی اگر زندگی کا مزا اٹھانا چاہتے ہیں دنیا میں اور سرفراز ہونا چاہتے ہیں عقبیٰ میں تو کسی پری رخسار سے دل لگائیے عمل حب کا ایک نہایت سہل الحصول پر تاثیر اور مجرب الجرب نسخہ ایک فقیر سے ہمارے ہاتھ لگا ہے صرف ایک رات میں کامیابی ہوتی ہے کسی دریا کے کنارے یا قبرستان جانا نہیں پڑتا۔ محبوب خواہ کیسا ہی پتھر دل کیوں نہ ہو ہی بے آب کیطرح تڑپ اٹھیگا۔ اور جب تک ملاقات نہ کریگا اسکو کسی پہلو قرار نہ آئیگا تازیست علیحدہ نہ ہوگا۔ نسخہ بمعہ کاپی قواعد صرف دو روپیہ (شرط) رازداری کی طفیہ تحریر ہمراہ آنی لازمی ہے ورنہ تعمیل ہرگز نہ ہوگی (جملہ حقوق محفوظ ہیں)

اکسیر حصول دولت و مسرت

اس کتاب کے ذریعہ مفلس و متوسط درجہ کے آدمی بھی دولتمند ہو سکتے ہیں اور دولتمند اصحاب اپنی دولت کو بے انتہا فروغ دے سکیں گے۔ قرضہ اور سود کی مصیبتوں سے نجات پائیں گے۔ کوئی صاحب اپنی آمدنی کے فی صدی نہ رہیں گے اگر آپ زندگی کے ضروری مرحلوں تاجرانہ رازوں سے بھی کفایت شعاری کے طریقوں۔ انمول نصیحتوں اور دیگر بے انتہا مفید باتوں سے واقف ہو کر عزت آبرو۔ بے فکری۔ آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہوئے ہمیشہ خوشحال اور خوشدل اور بشاش رہنا چاہیں تو ضرور منگائیں۔ ہیں دس بارہ قیمت مجلد کتاب ایکروپیہ بارہ آنہ

انمول نصائح سو اسو تعویذ صدا روپیہ کا فیض پہنچانے والی بالکل سنت نسخہ

ملنے کا پتہ:- مشہور عام کتبخانہ محلہ سرائے بالا علیگڈھ سٹی — دی آل انڈیا ایجیکیشنل ہاؤس ملتان شہر

گدڑی میں لعل

منظور ہے گذارش احوال واقعی — سچ کہتا ہوں جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

آج دنیا کو میں اس بزرگ ہستی سے متعارف کرانا چاہتا ہوں جو باوجود کمال علوم ظاہری و باطنی کے دنیا میں شہرت حاصل کرنا نہیں چاہتی اور بقیہ اپنی زندگی کا اصل الاصول ہی بقول علامہ اقبال ؎

"شہرت کی زندگی کا بھروسہ نہیں ذرا — صدیوں رہا ہوں پھول میں پتھر میں بھی رہا"

مدارے رکھا ہے عالم طبابت میں گمنام اور بے لوث زندگی بسر کر رہا ہے۔ حالانکہ دنیائے طب کو ایک شخصیت کی ضرورت ہے جو دنیا کی موجودہ بگڑی فضا کو تار عنکبوت کیطرح توڑ کر لیے حارت سے مسل دے۔ اور اس کلنگ کے ٹیکے کو جو موجودہ اشتہاری حکیموں نے ملک و وطن کی پیشانی پر لگا دیا ہے اسطرح مٹا دے کہ صفحۂ روزگار پر انکا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس بارگراں کو حضرت مولانا مولوی جناب حکیم سید عبدالخالق صاحب سندیانہ نے اپنے سر لیا ہے آپ درویش صفت اور قناعت پسند آدمی ہیں۔ اور مجھے بفضلہ ایزدی اپنے پورہ بھروسہ ہے کہ وہ اس کام کو بخوبی و خوبی سرانجام دیں گے اور ان مرلیفوں کو جو کہ توانی بدخیالی اور کم اشتہاری حکیموں کی دیدہ دلیریوں کا شکار ہو کر اپنی زندگی کو موت کے انتظار میں بسر کر رہے ہیں بے مثل سہارا دیکر انہیں وہ باوصف قابل بنا دیں گے کہ وہ میدان کارزار میں فخر سے قدم آگے بڑھا سکیں آپ کے جد امجد حضرت مولانا مولوی حکیم سید وجیہ الدین صاحب اور مولانا مولوی حکیم سید بدر بخش صاحب ریاست بہاولپور میں بڑا نام پیدا کر چکے ہیں تجربہ ثابت کر رہا ہے کہ ہندوستان میں ۹۹ فیصدی ایسے نوجوان ہیں جو اپنے ہاتھوں اپنی بیماری اور بیش قیمت زندگی کو تباہ و برباد کر چکے ہیں اور یہ وہی نوجوان ہیں جو ہمارے ملک کی آئندہ ترقی کا واحد مدار ہیں مگر ہیں کہ ہمارا شرم و حیا انہیں بیماری سے نجات دلانے کی بجائے اور بیمار بنا رہا ہے تو وہ ملک و قوم کی ترقی میں کب ممد و معاون ہو سکتے ہیں ان کے دماغ معطل۔ حوصلے پست۔ اعضاء کمزور۔ ارادے متزلزل۔ رنگ زرد۔ گویا بڑھاپے نے انہیں کسی نامعلوم طاقت سے کمزور کر دیا ہے میں پیارے نوجوانو! خدا کیلئے اپنی حالت پر رحم کرو اور بیجا شرم و حیا کو اس وقت تک کے لئے اٹھا رکھو کہ تمہاری شریک زندگی جو یقیناً تمہاری ہمدرد ہوگی تمہیں نظروں سے گرا دے۔ آؤ اور خدا را بہوس رکھتے ہوئے زندگی نو، کا ایک بلس استعمال کرو یہ ادویات الشفاء الفرید دین ہفتہ میں تمہیں اس قابل بنا دینگی کہ تم دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکو یہ ادویات تمام بیماریوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ثابت ہوئی ہیں۔ دو اسٹامپ لے کر وقت عرض حال خط لکھیں۔ پتہ صاف لکھیں۔ خط لکھتے وقت اخبار یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیں خط و کتابت محفوظ رکھی جاتی ہے۔ قیمت بکس مدتوں زندگی، پچھہ روپے علاوہ محصول ڈاک قیمت نقد یا وی پی

ملنے کا پتہ:- سید عبدالحمید شاکر مالک میسرز دارالشفاء المجددیہ بٹالہ۔ (پنجاب)

نادر موقع　　خوشخبری　　نادر موقع

علامہ ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب کے۔ ٹی بیرسٹرایٹ لاء
کے اردو کلام کا مجموعہ

بانگ درا

کا

دوسرا ایڈیشن

نہایت آب و تاب سے بہت عمدہ کاغذ پر طبع ہونیوالا ہے لکھائی اور چھپائی مثل سابق دیدہ زیب ہوگی سرورق بھی ایک نہایت خوبصورت ہوگا اور ہر ایک جلد ڈاکٹر صاحب موصوف کی تصویر سے مزین ہوگی باوجود ان تمام خوبیوں کے سابق قیمت مبلغ چار روپیہ کے بجائے دو روپیہ آنہ علاوہ محصول ڈاک صرف ان اصحاب سے لئے جاویں گے جو ۱۵ دسمبر ۱۹۲۴ء تک اپنا آرڈر درج کرادیں گے بیکصد کتاب سے زاید کے خریدار کو کمیشن بھی دیا جائیگا دس کتاب کے خریدار کو محصول ڈاک معاف (فوٹ) مجلد کتاب بھی ایک روپیہ زاید خرچ کرنے پر مل سکتی ہے جلد پر بانگ درا اور ڈاکٹر صاحب کا نام سنہرے حروف سے لکھا ہوگا۔

المشتہر۔ حکیم شیخ طاہر الدین بازار انارکلی لاہور

تصاویر

ادبی انمول تصویریں جو آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی ہیں

چھوٹا سائز

۱) کینز کلیسا (مطبوعہ پیمانہ فروری ۱۹۲۴ء قیمت فی تصویر ۱ر)
۲) دوشیزۂ بہار (" " مارچ " " ۱ر)
۳) دل کی دینا (" " اپریل " " ۱ر)

بڑا سائز

۴) ربیات کی کالی راتوں میں (مطبوعہ پیمانہ اگست ۱۹۲۴ء قیمت فی تصویر ۲ر)
۵) تخلیق زمزمہ (" " ستمبر " " ۲ر)
۶) حضرت ساغر نظامی (مطبوعہ پیمانہ لاہور ۱۹۲۴ء قیمت فی تصویر ۲ر)
۷) ساغر (عالم بیخودی میں) (" " " " " ۲ر)
۸) علامہ سیماب اکبرآبادی (" " دسمبر " " ۲ر)
۹) گناہ کا کلیسا (رنگین) (" " فروری " " ۲ر)
۱۰) زلیخا نے مصر (" " اپریل " " ۲ر)
۱۱) موسیقی مصور (" " مئی " " ۲ر)
۱۲) محویت (" " جون " " ۲ر)

تمام تصاویر یکجا طلب کرنے پر ہم محصول ڈاک چھوڑ دیں گے۔ وہ چار تصویریں منگوانی ہوں تو ٹکٹ بھیجدیجئے۔ وی۔ پی منگوانے میں آپ کا فضول نقصان ہوگا۔

سکینہ بیگم

ایوانِ مغلیہ کی شمع خاموش

(اثر۔ ساغر نظامی۔ علیگ)

اے سطوتِ جلوہ گاہِ شاہی — اے حسن و وفا کی شاہزادی
اے رنگ و بہارِ بزمِ دیریں — اے بہجتِ جشنِ کیقبادی
اے خلد کی صورتِ مجسّم — اے عیش کی قوتِ ارادی
جب غور سے میں نے تجھکو دیکھا — تصویر میں روح مسکرادی

اے حور کی آن بان والی
تیمور کی خاندان والی

یہ تیرا وقار یہ تجمّل — سنجیدہ متانت و تحمّل
چتون میں رُکا ہوا تبسم — تیور میں چھپا ہوا تامّل
آنکھوں سے نمود پا ہوئے خلد — ہونٹوں سے طلوع لالہ و گل
آویزۂ گوش سے نمایاں — لٹکے ہوئے تا بہ دوش کاکل

یہ خلعت فاخرہ بدن پر
ترتیبِ جمال بانکپن پر

یہ توتری ظاہری ہے تصویر — باطن ہے ترا جہانِ تنویر
ہے تیر ہر اک متینِ انداز — مردانگی و وفا کی تفسیر
تن کر یہ ترا ذرا سا کھچنا — گویا ابھی پھینکنے کو ہے تیر
یہ تاج شہی میں تین موتی — ہیں اختر و ماہ و مہرِ تقدیر

تنظیم جہانِ حال ہے تو
سلجھا ہوا اک خیال ہے تو

اب حسن میں یہ ادا نہیں ہے — عورت میں یہ ارتقا نہیں ہے
اب ولولۂ نسائیت میں — یہ عزم یہ حوصلہ نہیں ہے
عورت ہے مگر حسینِ مطلق — اب حسن میں دبدبہ نہیں ہے
ہمت میں نہیں ابھار ایسا — فطرت میں یہ اعتنا نہیں ہے

اے کاش ترا وقار بن کر
عورت اٹھے بہار بن کر

(نظم متعلق بتصویر)

رجسٹرڈ نمبر ـــــــ بسم اللہ الرحمن الرحیم ـــــــ اے ۱۶۲۱

قیمت سالانہ ششماہی ۱ روپیہ ۸ آنہ — ممالک غیر سے سالانہ ۲ روپیہ ۸ آنہ ششماہی ۱ روپیہ ۴ آنہ

تعارف

جلد (۵) — پیمانہ — دسمبر ۱۹۲۶ء — نمبر (۷)

شمارہ	عنوانات	ناظم یا ناثر	شمار صفحہ
	تصویر ـــــ سکینہ بیگم		
۱	ایوان مغلیہ کی شمع خاموش (نظم)	ساغر نظامی	۱
۲	تعارف	.. ..	۲
۳	جرعات	مدیر	۳
	ادبیات:ـ	.. ..	۶
۴	شاعری مذہبی نقطۂ نظر سے	مولانا میر نذر علی درد کاکوروی	۷
۵	کاش (نظم)	پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر حیدری	۲۲
۶	خدائے موسیقی تان سین	محمود علی محمود بریلوی	۲۳
۷	مالن (نظم)	سردار انور بی اے (علیگ)	۲۸
۸	اعتراف جرم (فسانہ)	حکیم علیم الدین سالک بی اے	۳۰
۹	فردوس گم شدہ (نظم)	عبد المجید طالب احمدی سیمابی	۳۶
۱۰	ہندوستان کے عریاں نظر نکتہ چیں	مولانا ارشد تھانوی	۳۸
۱۱	سردی کا چاند (نظم)	منظور صدیقی سیمابی "مدیر ثریا"	۴۳
۱۲	مقدس سانپ (فسانہ)	سراج الدین احمد نظامی	۴۴
۱۳	اے حریف زنگ بو (نظم)	حامد رضا خاں نسیم نظامی سیمابی	۶۲

شمارہ	عنوانات	ناظم یا ناثر	شمار صفحہ
۱۴	انسان (ڈراما)	ساغر نظامی مدیر پیمانہ و مستقبل	۶۳
	نسائیات:ـ	.. ..	۶۹
۱۵	شعر الحرم (تذکرہ)	ساغر نظامی	۷۰
۱۶	شکوہ (نظم)	خورشید اقبال حیا میرٹھی	۷۳
۱۷	مسکراہٹ	تہذیب فاطمہ عباسی	۷۴
۱۸	سرشام (نظم)	خورشید اقبال حیا میرٹھی	۷۵
۱۹	آہ اسیری "عنوان"	عزیزہ عابدہ خانم نسرین	۷۶
	معلومات:ـ	.. ..	۷۷
۲۰	کرۂ ارض ساکن ہے	ابو الوفا جلال الدین شہابوی	۷۸
۲۱	علمی و ادبی معلومات	مدیر ثانی	۸۶
۲۲	یاران میکدہ	"س"	۸۷
	الہامات:ـ	.. ..	۸۹
۲۳	کلام المشاہیر	نوح ناروی۔ امیر مدالبونی درد کاکوروی۔ سیماب اکبر آبادی	۹۰
۲۴	اشتہارات	مشتہرین	۹۳

میسرز "ویلر اینڈ کمپنی" کے بک اسٹال سے ہر بڑے اسٹیشن پر پیمانہ ۸ میں دستیاب ہو سکتا ہے

جرعات

اس نمبر کے ساتھ پیمانہ کی پانچویں جلد ختم ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ پیمانہ قبولیت و معیار کے اعتبار سے آج اردو صحافت کی صف اولیں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ذمہ دارانِ ادارت مناسب نہیں سمجھتے کہ اپنے مذاق ترتیب کی خود ہی تعریف کریں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ جس شاہراہ ترقی پر آج ہندوستانی صحافت گامزن ہے۔ ادیب اور زمانہ کے بعد اس شاہراہ کا سب سے پہلا پیر مغاں پیمانہ ہے۔ پیمانہ کی تقلید و تائید آج وہ تمام رسالے سُنتِ صحافت سمجھتے ہیں جن کا مذاق سلجھا ہوا ہے اور جن کی طبیعت ذوق سلیم سے لبریز ہے "کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسمِ منزلہا"

پیمانہ کو اب تک جن اقتصادی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کی تفصیل سے ناظرین کو گراں خاطر کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن تجربہ شاہد ہے کہ ملک کے کثیر طبقات میں اعلیٰ مضامین کی اتنی قدر نہیں جتنی معمولی زیب و زینت کی قدر ہے۔ مضامین سے زیادہ آرائش و زیبائش کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ جس ملک میں تصویر پرستی کا جذبہ اسقدر عام ہو اس کے سامنے خون جگر کے قیمتی قطرات پیش کرنا اور معنوی محاسن کا بکھیڑا خط مذاق سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بایں ہمہ مارکیٹ اور موازنہ کی اہمیت کو نظر انداز کر دینا بھی دوسری غلطی ہے "اچھی چیز اور کم قیمت" کی صدائیں چاروں طرف سے چلی آرہی ہیں۔ جن کا احترام کرنا ناگزیر ہے اسلئے میں اعلان کرتا ہوں کہ

> جنوری ۱۹۲۷ء سے پیمانہ ۴۰ جزو میں شایع ہوگا اور سالانہ قیمت بجائے ۵ کے صرف چار روپیہ مع محصول لی جائے گی۔ طلباء صرف تین روپیہ میں سال بھر کے لئے خریدار ہو سکتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ انتہائی رعایت ہے جس سے ارباب ذوق کو فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

باوجود اس رعایت اور کمی قیمت کے مضامین کی رنگینی، کتابت و طباعت کی نفاست، اور پیمانہ کے معیار دائمی کے تحفظ میں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی فرق نہ آئے گا۔ جنوری ۱۹۲۷ء سے جو اصحاب پیمانہ کے خریدار ہوں۔ وہ چار روپیہ ذریعہ منی آرڈر بھیجدیں وی پی بھیجنے میں ۸ر کے قریب فضول نقصان ہوگا۔

میں ان معاصرین سے بیحد شکوہ سنج ہوں جن کے اخباروں یا رسالوں میں مضامین پیمانہ پر کوئی تنقید ہوتی ہے یا پیمانہ کے خلاف کچھ لکھا جاتا ہے اور وہ اپنا رسالہ یا اخبار دفتر پیمانہ میں بھیجنے کی تکلیف گوارا نہیں فرماتے۔ اس قسم کے مضامین عموماً وہ رسائل اشاعت کے لئے قبول کر لیتے ہیں جن کا تبادلہ پیمانہ سے نہیں ہے۔ پیمانہ نے اصول تبادلہ میں اپنی روش ہمیشہ نرم رکھی ہے لیکن جو رسالے خواہ مخواہ اپنے پراگندہ کاغذوں کو "آسمانی صحیفہ" سمجھتے ہیں ان سے خوشامد بھی نہیں کرتا کہ وہ ضرور تبادلہ منظور کرلیں تبادلہ کے لئے میں ایسے معاصرین کو اب بھی مجبور نہیں کرنا چاہتا لیکن ان کے تاریک حملوں کی پالیسی کو میں انتہائے بزدلی اور ایک سفیہانہ حرکت سمجھتا ہوں۔ اعتراض و تنقیص سے انہیں کون روکتا ہے لیکن وہ جواب نہ سننے کیلئے دوسروں کو فریب لاعلمی کیوں دیتے ہیں۔ اور مقابلہ کے میدان میں مردانہ وار کیوں نہیں آتے؟ رسالوں کے اقتصادی دشمن ادھر تو وہ حضرات ہیں جو وی پی طلب فرماکر واپس فرما دیتے ہیں اور اُدھر وہ مشتہرین ہیں جو اشتہار چھپواتے وقت اپنی خوش معاملگی کا ثبوت دینے کے لئے معتبر ترین الفاظ استعمال کرتے ہیں، اور جب قیمت طلب کیجاتی ہے تو خط کا جواب تک نہیں دیتے۔ ایسے بدمعاملہ مشتہرین کے نام معاصرین اور عام آگاہی کے لئے اگر شائع ہوتے رہیں تو ان کی نقصان رسانی سے ایک بڑی حد تک ملکی رسائل کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ پیمانہ میں اشتہار دیکر جن لوگوں نے باوجود سخت تقاضوں کے قیمت نہیں بھیجی انکے نام اور پتے نوٹ کرلیجئے

(۱) پیرس بیوٹی ہاؤس۔ (الف) پوسٹ بکس نمبر ۶۴۔ انارکلی لاہور۔

(۲) مفید عام دواخانہ۔ حلقہ نمبر ۹ دربھنگہ (بہار)۔

(۳) سپرانٹنڈنیٹ بہارگارڈن نمبر ۸۹ دربھنگہ۔

(۴) ترکہ وانیڈ پکنی مچھی ہسپتال لاہور

میرے بعض خوش فہم معاصر مجھے الزام دے رہے ہیں کہ میں ہندوستان میں ایک نئی زبان ایجاد کر رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میری طرف سے ایسے خیالات کیوں پیدا ہو گئے ہیں۔ اگر تنگ نظری سے کام نہ لیا جائے تو اردو کے دامنوں کو جدید استعارات، نئی تراکیب، اور خوشگوار اسلوب بیان سے وسیع کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ قدیم الخیال اور قدامت پرست حضرات مطلق غور نہیں فرماتے کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے۔ اور زمانہ کے ساتھ ساتھ ہماری زبان کو بھی ترقی کرنی چاہئے۔ "مہدمادر" میں جو زبان بولی جاتی تھی اس کا "کنارادب" میں ترک کر دینا ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ اور پرانے خیالات کو نئی کروٹ بدلوا دینا حقیقی خدمتِ ادب ہے۔ پرانے اور بوسیدہ برتنوں پر بار بار قلعی کرنے سے یہ بہتر ہے کہ نئے ظروف مذاق جدید کے مطابق مہیا کر لئے جائیں۔ ہمیں اُردو کو ان زبانوں کے مقابلہ میں لانا ہے جو اسوقت دنیا کی زندہ اور مکمل زبانیں سمجھی جاتی ہیں۔ تو کیا ہم اس مقصد میں اپنی قدیم الایام طرز نگارش کو قائم رکھتے ہوئے کامیاب ہو سکتے ہیں؟ مگر میں خوش ہوں کہ جدید طرز انشا

مخالف انگلیوں پر گنے جانے کے قابل رہ گئے ہیں۔ احسن، افسر میرٹھی، عظمت اللہ، شاداں، اپنے چند ہم نوا مسلّم جہل رسالوں اور اخباروں کے ساتھ بہاشا اور ہندی کی عَلَم برداری کو موجب فخر سمجھے ہوئے ہیں انکا ساتھ وہی چند افراد دے رہے ہیں جو اردو کو علمی و ادبی زبان دیکھنا نہیں چاہتے۔ مگر شکر ہے کہ ان کے مقابلہ میں ایک کثیر الافراد طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جو ان کی مخالفت کو "مجبوری" اور حمق سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ بیچارے شکستہ پا، جدید الطرز افشاپردازوں اور اہل قلم کے ساتھ میدان صحافت میں دوڑ نہیں سکتے، اس لئے چاہتے ہیں کہ تمام ملک ان کی طرح واماندہ ہو جائے۔ مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ اردو ان کے دماغوں، ان کی پھس پھسی زبان، اور ہچکیاں لینے والے قلم کو پیچھے ڈھکیل کر آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور یہ اپنی شکستگی کے ماتم میں اسیر ہزیاں ہیں۔ اب تو ہمیں بھی ان سے ہمدردی ہوتی جاتی ہے!

مجھے کسی نے اطلاع دی ہے کہ "ہندوستان کی عریاں نویس خواتین" کے عنوان سے کسی رسالہ میں پیمانہ کے بعض نسائی مضامین پر بھی اعتراض کئے گئے ہیں۔ میری نظر سے یہ اعتراضات ابتک نہیں گذرے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ اعتراضات انہیں مولویوں کا رندوں کے ہوں گے جو عورت کو صرف "پردہ کی پری" اور "گھر کی ماما" سمجھتے ہیں۔ جو نہیں چاہتے کہ عورت اپنے جذبات لطیف کا اظہار کسی پیرایہ میں کرے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ وہ گونگی ہو جائے۔ اندھی ہو جائے۔ لنگڑی ہو جائے۔ اور ایسی ہو جائے کہ ترقیات حاضرہ کی روشنی اس کے پیکر محبوس کو چھو بھی نہ سکے۔ وہ اسی حالت میں مر جائے۔ اور پھر دنیا اس کا نام بھی نہ لے۔ معاف کیجئے، جسے یہ لوگ عریاں نویسی سمجھے ہوئے ہیں وہی دراصل حقیقت نگاری ہے۔ جب نسائی قلم مردوں کی بیجا شکایت، بد رسموں کے شکوے پابندیوں کے گلے، اور صحیح جذبات کی آزادانہ ترجمانی کرتا ہے تو یہ لوگ اسے عریاں نویسی سمجھتے ہیں۔ یہ صرف ان کے خیال اور فہم کی نسائیت ہے جو انہیں عریاں نظر آ رہی ہے۔ ورنہ میں تو صحیح اور فطری جذبات نگاری کو عورت کے لئے "خلعت انسانیت" سمجھتا ہوں۔

سیماب اکبرآبادی

ادبیات

خلاصۃ الباب :-

(۱) شاعری مذہبی نقطۂ نظر سے		مولانا میر نذر علی درد کاکوروی
(۲) کاش	(نظم)	پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر حیدری۔
(۳) خدائے موسیقی تان سین		محمود علی۔ محمود بریلوی۔
(۴) مالن	(نظم)	سردار انور۔ بی۔ اے۔ (علیگ)
(۵) اعتراف جرم	(فسانہ)	مولوی علم الدین سالک بی۔ اے۔
(۶) فردوس گم شدہ	(نظم)	سید عبد المجید طالب احمدی۔
(۷) ہندوستان کے عریاں نظر نکتہ چین		مولانا ارشد تھانوی
(۸) سردی کا چاند	(نظم)	منظر سیالبی صدیقی اکبر آبادی۔
(۹) مقدس سانپ	(فسانہ)	سراج الدین احمد نظامی
(۱۰) اے عزیز رنگ و بو	(نظم)	حامد رضا خان تبسم سیالبی
(۱۱) انسان	(ڈراما)	ساغر نظامی (علیگ)

شاعری مذہبی نقطۂ نظر سے

اکثر خشک حضرات شاعری کو مذموم ہی نہیں خیال کرتے بلکہ اسے جزو کفر جانتے ہیں دنیا میں ہر درجہ کے انسان پائے جاتے ہیں بعض میں بہت زیادہ احساس ہوتا ہے بعض میں کم اور بعض میں بالکل ہی نہیں ہوتا۔ جن میں احساس نہیں ہوتا ان کا تو ذکر ہی فضول ہے لیکن جنمیں احساس ہوتا ہے ان میں ایک گروہ ایسا بھی پایا جاتا ہے جو مناظر قدرت کی دلچسپیوں سے لطف اٹھا سکتا ہے لیکن نہیں اٹھاتا، وہ ادبیات نادرہ سے محظوظ ہو سکتا ہے لیکن نہیں ہوتا وہ اپنے علمی تخیل سے لطف شاعری کو محسوس کر سکتا ہے لیکن نہیں محسوس کرتا۔ وہ اپنے علمی غرور کے نظریہ میں اس درجہ منہمک رہتا ہے کہ شاعری (فطری جذبہ) کی قدر ہی نہیں کرتا۔ رفتہ رفتہ یہ فطری احساس بالکل ہی بیکار ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ فطری شے (شاعری) ہی کو مذموم سمجھنے لگتا ہے۔

اب چند سوال پیدا ہوتے ہیں ۱۔ کیا مذہب درحقیقت شاعری کی ممانعت کرتا ہے؟ ۲۔ شارع علیہ السلام نے شاعری کو کس نگاہ سے دیکھا؟ ۳ شاعری کی بابت صحابہ کیا رائے رکھتے تھے۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں خدا نے مختلف مقامات پر شاعری کو بُرا کہا ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے بلکہ در اصل اس مسئلہ کے سمجھنے میں معترضین سے بڑی غلطیاں ہوئی ہیں۔

جناب باری اس امر سے اچھی طرح واقف تھا کہ جس دنیا میں اسلام اور بانی اسلام کو بھیجا جا رہا ہے وہاں کی شاعری فصاحت و بلاغت کے مدارج میں غیر معمولی حد تک ترقی کر چکی ہے اور چونکہ شاعری بھی ایک ایسا فن تھا جس سے انسان ممتاز اور نمایاں شخصیت کا انسان ہو جاتا تھا اس لئے خدا نے اپنے رسولؐ کو شاعری کی نعمت دیگر بھیجنا نہ صرف اپنی بلکہ اپنے رسولؐ کی شان کے بھی منافی جانا اسلئے ارشاد فرمایا۔

ما علّمنٰاہُ الشِّعرَ وما ینبغی لہ — ہم نے اس (رسولؐ) کو شعر نہیں سکھایا اور یہ اسکے شایان شان بھی نہ تھا۔

شاعری رسولؐ کے شایان شان کئی وجہوں سے نہ تھی منجملہ اس کے یہ بھی وجہ تھی کہ اگر رسول کو شاعر بنا کر بھیجا جاتا تو جیسے اور شعراء کو خصوصیت حاصل تھی زیادہ سے زیادہ آپ بھی ایک نادر شاعر تسلیم کر لئے جاتے۔

لیکن قدرت کے نقطۂ نظر میں اپنے رسولؐ کو جس رتبہ پر پہونچانا منظور تھا وہ شاعری سے بہت ہی زیادہ ارفع اور اعلیٰ تھا۔ اسلئے خدا نے اپنے رسولؐ کو دنیا میں ایسی غیر معمولی شخصیت سے ظاہر فرمایا کہ اس کی فصاحت و بلاغت سے نہ صرف عرب بلکہ عالم کے دشت و جبل گونج اٹھے۔

یہانتک کہ ایک وہ وقت آیا کہ جب سورۂ "انا اعطینا ک الکوثر" نازل ہوئی تو شعرائے عرب نے مل کر جواب لکھنا چاہا لیکن نہ لکھ سکے

بلکہ بالاتفاق یہ کہدینا پڑا کہ ماہذا قول البشر (یہ انسان کا کلام نہیں) قرآن پاک نے جہاں جہاں شاعری کا ذکر فرمایا ہے اس سے شاعری کی مذمت مقصود نہیں بلکہ یہ بتایا ہے کہ رسول کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ شاعر ہو کیونکہ شاعری کسی پیغمبر کا معیار قابلیت نہیں ہو سکتی اس لئے بعض بعض آیتوں میں صاف طور پر صراحت فرمادی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کلام سناتے ہیں وہ خدا کا کلام ہے اسکو شاعری یا کسی کاہن کی پیشین گوئی نہ سمجھ لینا۔ کیونکہ رسول کی شان اس سے بہت ہی بالا اور برتر ہے۔

ایک آیت ہے جو شاعری کی مذمت کے استدلال میں بہت زیادہ پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ الشعراء یتبعھم الغاوون اور اس بنا پر شعراء کو گمراہ ٹھہرایا جاتا ہے حالانکہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ غور کیجئے تو خدا شعراء کو گمراہ نہیں فرمارہا ہے کیونکہ اس نے الشعراء غاوون نہیں فرمایا بلکہ یتبعھم کا لفظ فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شعراء اور شعراء کی پیروی کرنے والے دونوں کی بابت خدا نے غاوون فرمایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں اسلئے کہ الشعراء کے بعد عطف کا واؤ نہیں ہے اگر الشعراء کے بعد واؤ ہوتا تو غاوون کا شعراء پر بھی اطلاق ہو سکتا تھا یہاں تو خدا ان لوگوں کی گمراہی کا ذکر فرمارہا ہے جو سمجھے بوجھے شاعروں کی پیروی کرنے اور قدم بقدم چلنے کو طیار ہو جاتے ہیں۔ لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل مصرع کی موزونیت۔ غیر موزونیت مضمون کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کا احساس ہی نہیں۔ اور شاعری کرنے کو طیار یہ نہیں سمجھتے کہ شاعری ایک فطری چیز ہے جو تقلید سے کسی طرح حاصل ہو ہی نہیں سکتی اسی لئے کسی بزرگ کا قول ہے کہ الشعراء تلامیذ الرحمان (شاعر رحمان کے شاگرد ہیں) خدا تو شعراء کی تعریف میں آگے فرماتا ہے کہ انھم فی کل وادٍ یھیمون۔ اس میں ہم کی ضمیر شعراء کی طرف ہے یعنی وہی شعراء ہر قسم کی ہوا و ناہموار گمراہی کو طے کرتے رہتے ہیں۔

اگر مذکور الصدر آیت میں یتبعھم کو فاعل قرار دیا جائے تو بھی آیت شاعری یعنی جذبات نگاری کے منافی نہیں اس لئے کہ اس طرح اس آیت میں صرف ان شعراء کی مذمت ہے جنھوں نے شاعری کو گمراہ باتوں کے لئے وقف کر دیا ہے اور اصل راہ سے بھٹک گئے ہیں رہا یہ کہ اصلی راہ کیا ہے اور شاعری کیسی ہونی چاہیے اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اب ہمیں دیکھنا چاہئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاعری کو کس نظر سے دیکھا جب ہم اس امر پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مختلف اوقات پر حضورؐ نے خود اشعار پڑھے ہیں اور پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے اگر شاعری مذہباً مذموم ہوتی تو خود سرور عالمؐ کیوں ایسا فعل اختیار فرماتے۔

چنانچہ آپ نے کفار کے مقابلہ میں حضرت حسّان رضؓ کو تردیدی اشعار لکھنے کا حکم دیا حضرت حسّان ابن ثابت رضی اللہ عنہ دربار رسالت کے شاعر تھے۔ حضرت حسّان کے لئے مسجد میں آنحضرتؐ ممبر نصب کراتے جس پر بیٹھکر وہ کفار کی تردید اور آنحضرتؐ کی شان میں اشعار پڑھتے (دیکھئے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶) اشعار میں حضرت حسّان رضی اللہ عنہ اس دلکش پیرایہ میں کفار کی تردید کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو کر فرماتے "اللھم ایدہ بروح القدس" یعنی اے اللہ روح القدس سے اس کی مدد کر (دیکھئے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶) حضرت

عائشہ رضؓ سے ایک حدیث مروی ہے

اَعْظَمُ النَّاسِ فِرْیَۃً اِثْنَانِ شَاعِرٌ یَھْجُوْ قَبِیْلَۃً بِاَسْرِھَا وَرَجُلٌ انْتَفٰی مِنْ اَبِیْہِ اَبِی الدُّنْیَا فِی ذَمِّ الْغَضَبِ (۲) عَنْ عَائِشَۃَ (صفحہ ۱۱۸ جامع الصغیر)	آدمیوں میں وہ شاعر بڑا جھوٹا ہے جو تمام خاندان کی ہجو کرتا ہے (اور دوسرا وہ جو) اپنے باپ کی نفی کرتا ہے ابن ابی الدنیا نے اس کو کتاب ذم الغضب میں روایت کیا اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے یہ حدیث حسن ہے

اس میں صرف ہجو کی وجہ سے شاعر کی نسبت ایسا ارشاد فرمایا گیا ہے۔ نفس شاعری کو مذموم نہیں فرمایا کیونکہ ایک اور موقع پر نفس شاعری کی بابت حضورؐ فرماتے ہیں:۔

اٰمَنَ شِعْرُ اُمَیَّۃَ بْنِ اَبِی الصلت وَکَفَرَ قَلْبُہٗ (جامع الصغیر صفحہ ۱۴)	امیہ ابن الصلت کا شعر ایمان لایا (یعنی اسکے اشعار میں ایسے مضمون ہیں جو مقتضائے ایمان ہیں) اور اس کا قلب کافر ہوا۔

اب یہاں نفس شاعری کی بابت حضورؐ نے جو کچھ فرمایا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شاعری کوئی مذموم چیز نہیں۔ ہاں شاعر کی بداخلاقیوں سے شاعری البتہ مذموم ہو جاتی ہے اگر محض شاعری معیوب فن ہوتا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حدیث ارشاد نہ فرماتے

اَصْدَقُ کَلِمَۃٍ قَالَھَا الشَّاعِرُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ "اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ" (ق ۵) عن ابی ہریرہ (جامع الصغیر صفحہ ۴۱)	جس شاعر نے بہت سچا کلام کہا ہے لبید شاعر کا کلام ہے۔ "الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل"

اسی مضمون کو حضور انور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور موقع پر اس طرح ارشاد فرمایا۔

اَشْعَرُ کَلِمَۃٍ تَکَلَّمَتْ بِھَا الْعَرَبُ کَلِمَۃُ لَبِیْدٍ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ" (جامع الصغیر صفحہ ۳۱۴)	بڑی سمجھ کا کلام جو عرب کے شاعر نے کہا ہے لبید (شاعر) کا کلام ہے۔ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ (اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے) وَکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مُحَالَۃَ زَائِلُ یعنی آگاہ ہو جاؤ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور تمام نعمتیں ضرور زائل ہونے والی ہیں۔

صحیح بخاری شریف کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف مطبوعہ انوار الاسلام امرتسر کے صفحہ ۳۵۶ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا۔

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا	شعر میں بے شک حکمت ہے اور بیان میں جادو۔

اس ارشاد پاک سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضور نے نظم اور نثر دونوں قسم کی شاعری کی کن جامع اور بہترین الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔ فن شاعری کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا فخر ہو سکتا ہے کہ ایک اولوالعزم رسولؐ شعر کو حکمت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے جب یہ شعر کہا۔

جَاءَ اسفِینَۃُ کے تُغَالِبُ رَبَّھَا وَلَیَغْلِبَنَّ مُغَالِبَ الْغُلَّابُ	سفینہ آیا تاکہ اپنے مالک پر غالب ہو جائے اور اس شخص پر ضرور غالب ہوگا جو غالب پر فتح پا چکا ہو

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَقَدْ مَدَحَکَ اللّٰہُ یا کعب ہذا یعنی اے کعب تیرے اس قول سے اللہ نے تیری تعریف کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے یہ فرمایا ان اللّٰہَ لَمْ یَنْسَ ذَالِکَ لَکَ یعنی بیشک اللہ تیرا شعر تجھکو نہ بھلائے (دیکھئے تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۰۰)

خصائص کبریٰ میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ نابغہ جعدی نے دربار رسالت میں ایک جید شعر عرض کیا تو حضورؐ نے فرمایا اَجَدْتَ لَا یُفْضَضُ اللّٰہُ فَاکَ یعنی تو نے جید شعر کہا اللہ تیرے دانتوں کو نہ توڑے نابغہ نے سو سال کی عمر پائی لیکن دانت نہ گرے۔ (دیکھئے دلائل النبوت جلد ۲ صفحہ ۱۶۴۔ اور خصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶)

سیرت محمدیہ مولفہ مولوی کرامت علی صاحب دہلوی مطبوعہ عربی کے صفحہ ۴۲۰ میں ہے کہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرا باپ میرا مال لینا چاہتا ہے آپ نے حکم دیا کہ اپنے باپ کو میرے پاس بلا لاؤ جب اس کا باپ آیا حضورؐ نے فرمایا تمہارا لڑکا کہتا ہے کہ تم اسکا مال تصرف میں لانا چاہتے ہو باپ نے کہا حضورؐ جب اس کا مال چچا اور قرابت والوں کے مصرف میں ہے تو پھر میں اپنے لئے بھی اس کا صرف کرنا کیوں جائز نہ سمجھوں اتنے میں حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی نے شعر کہا ہے جو ابھی تک اس کے دل میں ہے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے کوئی شعر کہا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ آپ کی بصیرت اور یقین کو اللہ ہمارے لئے ہمیشہ زیادہ کرے پھر وہ اشعار سنائے جن کا پہلا شعر یہ تھا۔

غَدُوْتُکَ مَوْلُوْدًا وَّعِلْتَکَ یَافِعًا تَعُلُّ بِمَا اَجْنِیْ عَلَیْکَ وَتَنْھَلُ	اللہ نے تجھکو اس حال میں عطا کیا کہ تو بچہ تھا اور تیری پرورش میں بہت تکلیف ہوئی۔ تو میری پسندیدہ اور جمع کی ہوئی چیزوں سے ایسا سیراب ہوا ہے اسکے بعد (تجھکو کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں رہی۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ فرمایا پھر اس کے بیٹے کا گریبان پکڑ کر فرمایا جاؤ تم اور تمہارا مال (دونوں) تمہارے باپ ہی کے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۴۰۳ میں ہے کہ شعر فی نفسہ برا نہیں ہوتا بلکہ مقصد کے اعتبار سے اس کی بابت اچھے یا برے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ ایسا شعر جسکا مطلب خلاف شرع ہو جیسے ہجو وغیرہ تو وہ حقیقت مذموم ہے لیکن وہ خلاف واقعہ الفاظ جو صرف تحسین کلام کے لئے استعارہ اور تشبیہ کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ قصیدہ

بانت سعاد میں شراب سے (لعاب) رضاب کی تشبیہ دی گئی ہے۔

تَجْلُوْ عَوَارِضُ ذِیْ ظَلْمٍ اِذَا ابْتَسَمَتْ	تو جو قت مسکراتا ہے تو سامنے کی چیز روشن ہو جاتی ہے
کَاَنَّہٗ مُنْہَلٌ بِالرَّاحِ مَعْلُوْلِ	گویا تیرا منہ شراب کا لبریز چشمہ ہے

اس شعر میں تشبیہ (پھر وہ کیسی تشبیہ شراب) سے استعارہ کا کام لیا گیا ہے لیکن حضور روحی فداہ نے اس شعر کو سنکر کچھ نہیں فرمایا اس سے ثابت ہے کہ کلام کی زینت کے لئے استعاروں اور تشبیہوں کا استعمال کرنا بیجا نہیں لیکن نہ اسقدر کہ مبالغہ کی حد تک پہونچ جائے۔ سید محمد برزنجی مدنی نے اپنے بعض رسالوں میں اس کا ذکر فرمایا ہے کہ جب کعب زہیر نے حضورؐ کی شان میں یہ شعر لکھکر سنایا۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ	رسول (روحی فداہ) بیشک ایسے نور ہیں جن سے روشنی حاصل
مُہَنَّدٌ من سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلِ	کیجاتی ہے۔ اللہ کی ننگی تلوار وں میں سے آپ ایک تلوار ہیں

تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ اصلاح فرمائی کہ مُہَنَّدٌ کی جگہ سَیْفٌ کر دیا جس سے سیف کا نہ صرف محدود ہونا جاتا رہا بلکہ مصرع نہایت زوردار ہو گیا اور چار چاند لگ گئے (دیکھئے شرح قصیدہ بانت سعاد صفحہ ۱۹۷ مطبوعہ یورپ ۱۹۰۱ء) مسلم شریف کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ مصر اور تہذیب الاسماء مطبوعہ یورپ کے صفحہ ۱۶۴ میں ہے کہ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرید صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "امیہ بن الصلت کا کوئی شعر یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا یاد ہے۔ فرمایا سناؤ۔ انھوں نے سنایا۔ حضور سنکر خوش ہوئے۔ ان صحابی کا بیان ہے کہ میں نے ستو اشعر حضور کو سنائے۔ اگرچہ امیہ ابن الصلت کافر تھا (جسکی بابت پہلے حدیث گذری) لیکن حضور نے اس کے اشعار کو پسند فرمایا اور سنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مضمون شعر پر نظر رکھنا چاہیئے اس سے کچھ بحث نہیں ہونا چاہیئے کہ کس نے کہا ہے۔ پھر ایک اور موقع پر کعب بن مالک کے معروضہ پر حضورؐ نے فرمایا۔

ان المومن من یجاہد بنفسہ ولسانہ والذی نفسی بیدہ کانما تر مونہم بہ نضح النبل	مومن تلوار اور اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے بخدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے گویا تم شیر کی طرح شعر سے کفار کو مارتے ہو

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لڑائی میں تھے کہ حضرت کی انگلی زخمی ہوئی آپ نے فرمایا

ہَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ	تو خون آلود انگلی ہے۔
وفی سبیل اللّٰہ مَا لَقِیْتِ	اور یہ (خون آلود ہونے کی تکلیف) فی سبیل اللہ ہے

متفق علیہ انوار الاسلام جزو رابع صفحہ ۳۵

حضرت انس سے مروی ہے مہاجرین اور انصار نے ایک بار خندق کھودنے میں دل بہلانے کے لئے یہ شعر پڑھا۔

نَحْنُ الَّذِیْ بَایَعُوْ مُحَمَّدًا	ہم سب نے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے
عَلَی الْجِہَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا	جہاد پر بیعت کی ہے

اسی وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انصار کے ذوق بڑھانے کے لئے یہ شعر پڑھا

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَہ	اے اللہ زندگی نہیں۔ مگر آخرت کی زندگی
فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہ	انصار اور مہاجرین کو بخش دے

ایک بار جب حضور نے خندق کھودی اور مٹی آپ کے جسم سے بھری تھی تو آپ نے یہ شعر فرمائے۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا	اے خدا اگر ہم کو (کفار سے جنگ کے وقت) ہدایت نہو
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا	ہم نہ صدقہ دے سکیں نہ نماز پڑھ سکیں
فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا	تو ہم کو صبر عطا کر
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا	اور جب ہم اُنسے ملیں ہم کو ثابت قدم رکھ
اِنَّ الْاُلٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا	ان کفار نے زیادتی کی ہے
اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَۃً اَبَیْنَا	وہ ہمارے دین میں فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں اور ہم کو دفع کرتے ہیں

حضور سے ایک بار ایک صحابی نے عرض کیا کہ شعر کی بابت حضور کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا کہ "اچھا شعر اچھا ہے برا شعر) برا۔ (دیکھئے صفحہ ۳۵۹ مشکوٰت شریف)

سچ پوچھئے تو بعض شعرا کی مبتذل اور مبالغہ آمیز شاعری نے فن شاعری کو بدنام کر دیا حالانکہ شعر ایسا ہونا چاہئے جو سچے حقیقی جذبات سے لبریز ہو جس سے قلبی دنیا میں نمایاں انقلاب ہو سکے شاعری ایک ذہنی قوت ہے جسے شاعر مختلف طریقوں سے ظاہر کرتا ہے یہی قوت جب کوئی دلکش پیرایہ اختیار کر لیتی ہے تو قلب پر ایسا غیر معمولی اثر پڑتا ہے کہ جس سے اکدم حالت بدل جاتی ہے حقیقی حیات عالیہ کو شعر کا لباس اس طرح پہنانا چاہئے کہ سنتے ہی انسان مسرور یا مضطرب ہو جائے معمولی خیالات کو شاعری کے قالب میں ڈھالنا یہ کوئی نادر بات نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ جو انسان جیسا ہوتا ہے اس کے اشعار بھی ویسے ہی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بعض شعرا کے کلام میں پستیوں کی جھلک پائی جاتی ہے۔ حالانکہ شاعری کا بلند تخیل ایسے مضامین سے تعلق ہونا چاہئے جن کا حیات اخلاق سے تعلق ہو جس میں دلکش مناظر قدرت کی طرف عرفانی توجہ دلائی گئی ہو جس کا ہر ہر لفظ نتیجہ میں روحانیات کی طرف متوجہ کر دیتا ہو۔

شعر ایسے حقیقی جذبات کا ترجمان ہونا چاہیے جس سے انسان کے دل میں خضوع، خشوع، سوز، اور گداز کی بجلیاں بھر جائیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دن جبرئیلؑ حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ آپ کی امت کے فقیر مالداروں سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہو جائینگے حضورؐ اس اطلاع پر بہت مسرور ہوئے اور آپ نے اس مسرت پر فرمایا "کیا تم میں سے کوئی شعر پڑھکر سنا سکتا ہے ایک بدوی نے عرض کیا جی ہاں اور یہ اشعار پڑھے۔

كُلَّ صُبْحٍ وَكُلَّ اِشْرَاقِ	ہر صبح سویرے
يُبْكِي عَيْنِي بِدَمْعِ مِشْقَاقِ	میری آنکھ اشتیاق کے آنسو روتی ہے
قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوَى كَبِدِي	محبت کے سانپ نے میرے جگر میں کاٹ لیا ہے
فَلَا طَبِيبَ لَهَا وَلَا رَاقِي	اس کا نہ کوئی علاج ہے نہ کوئی طبیب
إِلَّا الْحَبِيبَ الَّذِي شَغَفَتْ بِهِ	مگر (ہاں) میرا حبیب جس پر میں فریفتہ ہوں
فَإِنَّهُ رُقْيَتِي وَتِرْيَاقِي (صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۳)	میرا تریاق اور منتر اسی کے پاس ہے

یہ اشعار چونکہ جذبات حقیقی سے لبریز تھے سنتے ہی حضورؐ ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی یہانتک کہ چادر مبارک کندھے پر سے گر گئی جو خاص صحابی تھے وہ بھی اس کیفیت سے متاثر ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا لوگوں نے حضور سے دعائے مغفرت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دو شعر للکر میت کے ساتھ قبر میں رکھدیئے۔

وَفَدَتْ إِلَى الْكَرِيمِ بِغَيْرِ زَادٍ	(اشعار کا خلاصہ یہ ہے) اچھائیوں اور قلب سلیم
مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيمِ	کے ساتھ میں بغیر کسی توشہ کے اپنے کریم کے
فَإِنَّ الزَّادَ قَبْحٌ مِنْ قَبِيحٍ	پاس پہونچا ایسی حالت میں کہ میں ایک کریم کے
إِذَا كَانَ الْوُفُودُ إِلَى الْكَرِيمِ (صفحہ ۱۶۲ اصحاح)	پاس جا رہا ہوں توشہ بدترین چیز ہے۔

اب اگر ہم صحابہ کی شاعرانہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی جن میں مذہبی عنصر بہت غالب تھا ان میں بھی شاعری کی دلچسپیوں کا نمایاں احساس پاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ آپ کو سیکڑوں شعر یاد تھے (دیکھئے الفاروق مطبوعہ ۱۹۰۲ صفحہ ۲۶۲) خوات ابن جبیر کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا لوگوں نے فرائش کی کہ ضرب کے اشعار گاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہتر یہ ہے کہ یہ اپنے اشعار خود گائیں چنانچہ میں نے گانا شروع کیا اور رات بھر گاتا رہا۔ (دیکھئے الفاروق مطبوعہ کانپور صفحہ ۲۹۳ و ۲۹۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عرب کے اکثر شعرا کا کلام

یاد تھا کتاب الحمدہ (جس کا قلمی نسخہ مولانا شبلی کے پاس تھا) میں علامہ ابن رشیق القیروانی نے لکھا ہے

وکان من انقد اھل الزمانۃ للشعر و انقدہم فیہ معرفہ	(یعنی حضرت عمرؓ) اپنے زمانہ میں سب سے بڑھکر شعر کے نقاد اور اداشناس تھے۔

امرالقیس۔ زہیر۔ نابغہ۔ ان میں سے زہیر کا کلام حضرت عمرؓ کو بہت پسند تھا ایکبار حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اشعرالشعرا کے شعر پڑھو انہوں نے عرض کیا وہ کون؟ تو آپ نے فرمایا زہیر۔ زہیر کے بعد وہ نابغہ کے معترف تھے پھر بھی حضرت عمرؓ کو امرءالقیس کی جدّت طبع سے انکار نہ تھا ایکبار حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ سے شعرا کی نسبت رائے پوچھی تو آپ نے امرالقیس کی نسبت فرمایا۔

سابقھم خسفٌ لم عن الشعر وفقرٌ عن معانٍ عورٌ اصحّ بصر	وہ سب سے آگے ہے اُسنے شعر کے چشمے سے پانی نکالا ہے اسی نے اندھے مضامین کو بینا کر دیا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذوق سخن اس وجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپ جب کوئی اچھا شعر سنتے تو اکثر مزے لے لے کر پڑھا کرتے تھے جس کو مولانا شبلی نے بالتفصیل بیان کیا ہے اس کے علاوہ آپ نے عرب کی شاعری میں یہ اصلاح فرمائی کہ عرب کے شاعر جو شریف عورتوں کے نام نظم کیا کرتے تھے اس کی بابت سختی سے حکم دیدیا اور سزا مقرر کردی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو ایکبار آپ نے ایک فرمان لکھ بھیجا جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"لوگوں کو اشعار لکھنے کا حکم دو کیونکہ وہ (یعنی اشعار) اخلاق کی بلند"
"باتیں اور صحیح رائے اور انساب کی طرف راستہ دکھاتے ہیں"
(الفاروق مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۶۲) عمر بن خطاب"

فرمان کے مضمون سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس قسم کے مضامین کے اشعار پسند فرماتے تھے اور انھیں واقعات سے ہم اور صحابیوں کی شاعرانہ زندگی کے متعلق بھی نتیجہ نکال سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ شاعری مذموم نہیں بلکہ در اصل شاعری کو مضامین اچھا یا بُرا بنا دیتے ہیں۔ شاعری کی ابتدائی زندگی کو چاہے کسی طرف منسوب کیا جائے لیکن اصل یہ ہے کہ دنیا کے قدیم سے قدیم مذہب میں بھی کچھ نہ کچھ شاعری کا عنصر ضرور ملے گا اس صورت میں شاعری کا قدیم ہونا مذہب کی قدامت سے متعلق ہو جاتا ہے اور متعلق ہو جانے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انسان کی قلبی کیفیات کی ترتیب کا دوسرا نام مذہب ہے اور انھیں کیفیات کی ارتفاعیت ایک جذبۂ روحانی ہے جسکا دوسرا نام شاعری ہے لیکن ہر کیفیت اور جذبہ کے لئے جامعیت درکار ہے اور جامعیت شعر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی نتیجہ یہ کہ شاعری اور مذہب لازم ملزوم

چیزیں ہیں جنکو کسی طرح جدا نہیں کیا جاسکتا۔

اسی سلسلہ میں مجھے اور بھی چند امور گذارش کرنا ہیں۔ صوفیانہ شاعری پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرات صوفیہ رح نے جدید اصطلاحیں قائم کرکے اسلام میں ظاہر و باطن (یعنی عشق مجازی اور عشق حقیقی) کی تفریق کردی حالانکہ اسلام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس زمانہ ہی سے دو طرح کی تعلیم چلی آرہی ہے جسکے متعلق اس وقت صرف دو حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

نحنُ معاشرَ الانبیاءِ اُمِرنا وان تنزِلَ النّاسَ منازِلَھُمْ وَنُکلِّمَھُمْ علیٰ قدرِ عُقُولِھِم (ابوداؤد۔ حضرت عائشہ)	ہم گروہ انبیا کو حکم ہے لوگوں کو ان کے مرتبوں میں رکھیں اور ان سے ان کی عقلوں کے موافق کلام کریں۔
اِنَّ لِلقرآنِ ظاہراً و باطناً وحدٌ مُطّلعاً	قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے اور اس میں ہر ایک (آیت کا) ایک انتہائی مقام (ترقی) ہے۔ بروایت ابن حبان۔ دیکھو پرچہ الہادی ماہ شعبان ۱۳۴۳ھ

اب یہ کہ حضرات صوفیہ رح نے فن تصوف کی اصطلاحیں قائم کرکے اپنی کیفیات قلبی کو کیوں چھپایا اور عام کیوں نہیں کردیا اس کے جواب میں (معاشر الانبیا والی حدیث اور) یہ حدیث ملاحظہ ہو۔

اِستَعِینُوا علیٰ الحوائجِ بالکتمان	اپنی ضرورتوں پر پوشیدگی سے مدد لو۔

حضرات صوفیہ رح کی بابت شاہد پرستی کا گمان کرنا اِنَّ بعضَ الظنِّ اِثمٌ (یعنی بعض گمان گناہ ہیں) کی حد تک پہونچا دیتا ہے۔ ان حضرات کا تو اس حدیث مبارک پر عمل ہے۔

مَن عَشِقَ فعَفّ وکَتَمَ وَمَاتَ مَاتَ شَھِیداً باللہ (صفحہ ۱۱۲ کنز العظیم)	جو عاشق ہوا اور پاک رہا اور چھپاتا رہا اور مرگیا وہ شہید ہے۔

اب آیئے ظاہر و باطن یعنی مجاز اور حقیقت کی شاعری پر تاریخی حیثیت سے نظر ڈالیں۔ شاہد پرستی (عشقیہ شاعری) جسکا الزام صوفیانہ شاعری پر رکھا جاتا ہے رودکی سے شروع ہوئی جیسا کہ رودکی کے اس شعر سے ظاہر ہے۔

دشوار نمائی رخ و دشوار دوہی بوس آساں بربائی کنار آساں ببری جان	تو مشکل سے چہرہ دکھاتا ہے اور بوسہ بھی مشکل سے دیتا ہے لیکن دل اور جان نہایت آسانی سے اڑا لیجاتا ہے

رودکی نے ۳۲۹ھ میں[1] وفات پائی جس سے ثابت ہے کہ دوسری صدی ہجری سے عشقیہ شاعری کا آغاز ہو چکا تھا۔

[1] شعر العجم پانچویں جلد صفحہ ۳۴۔

صوفیانہ شاعری جس نے عشقیہ شاعری میں شاہد پرستی اور خدا پرستی میں حد فاصل قائم کردی اس کا سہرا حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ کے سر ہے یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فارسی شاعری کو تصوف سے روشناس کرایا ان کی ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

غازی برہ شہادت اندر تگ و پوست	غازی شہادت کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے
غافل کہ شہید عشق فاضل تر از دست	لیکن یہ نہیں جانتا کہ شہید عشق کا مرتبہ اس سے بڑھکر ہے
در روز قیامت ایں بداں کے ماند	قیامت میں وہ اس کے رتبہ کو کیسے پہونچ سکتا ہے
کیں کشتۂ دشمن ست واں کشتۂ دوست	کہ یہ دشمن کا مارا ہوا ہے اور وہ دوست کا

حضرت سلطان ابوالخیرؒ نے ۴۴۰ھ میں[1] وصال فرمایا جس سے ثابت ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے صوفیانہ شاعری شروع ہوئی درمیان میں دو صدی کا تفاوت ہے پھر صوفیانہ شاعری پر شاہد پرستی کی تہمت کہاں تک صحیح کہی جاسکتی ہے چونکہ چوتھی صدی کے آغاز میں عشقیہ شاعری عام تھی اسلئے اس زمانہ کے بعض صوفی شعرا خال خال اس سے متاثر ہوئے لیکن

گر یکے عیب بود با صد صفات
بر مثال چوب باشد در نبات

صوفیانہ شاعری کا اثر جتنا بڑھتا گیا اتنی ہی عشقیہ شاعری کمزور ہوتی چلی گئی۔ حضرت ابوالخیر۔ حضرت حکیم سنائی۔ حضرت عطارؒ یہ سب ایسے حضرات ہیں جنکے کلام میں حقیقت کا پہلو اس درجہ غالب ہے کہ مجاز کا شک بھی نہیں ہوتا۔ درحقیقت شاعری پاکیزہ جذبات کے اظہار کا نام ہے تصوف کا عنصر ملنے سے پہلے فارسی شاعری رزم ہجو۔ مدیحہ قصائد کی بنا پر طلب جاہ اور کھانے کمانے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی تصوف نے شاعری کے چہرہ سے یہ تمام بدنما داغ مٹادئے اور اس کو سچے پاکیزہ جذبات سے لبریز کرکے حقائق معارف کا گنجینۂ روشن تر بنادیا۔

اگر تصوف کی نعمت فارسی شاعری کے ہاتھ نہ آتی تو فارسی شاعری اخلاق اور فلسفہ سے بالکل محروم رہتی۔ یہ تصوف ہی کی بدولت اخلاق اور فلسفہ[2] کی دولت شاعری کو نصیب ہوئی ہے۔

صوفیانہ شاعری میں ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ان الفاظ اور خیالات سے بالکل پاک ہوتی ہے جو تہذیب اور متانت کے خلاف ہیں مثلاً بوس و کنار وغیرہ کیونکہ تصوف میں عشق حقیقی کا بیان ہوتا ہے تصوف میں اگرچہ

---

[1] شعر العجم پانچویں جلد صفحہ ۱۲۰۔ [2] شعر العجم پانچویں جلد ۱۲۵ صفحہ

بہت سے خیالات مجاز کے پیرایہ میں بیان کئے جاتے ہیں لیکن ان کے مفہوم کا نتیجہ عرفان الٰہی ہوتا ہے اگر کوئی شخص الفاظ یا الفاظ کے مفہوم سے اپنے افعال قبیحہ کی تاویل کرتا ہے تو یہ اس کے نفس کا کید ہے تصوف یا صوفیانہ شاعری اس کی ذمہ دار نہیں ہو سکتی۔

فرض کیجئے کسی ڈاکٹر نے ایک مریض کو بیرونی استعمال کے لئے کوئی زہریلی مگر خوشرنگ دوا بتائی اس مریض نے باوجود علم ہونے کے اس دوا کو کھالیا جس سے موت واقع ہو گئی۔ اب بتلائیے کیا ایسی حالت میں دوا قصوروار ہے؟ اور کیا ڈاکٹر اس کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے؟۔

مجاز کے پیرایہ میں اگر بعض خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں تو اسی حد تک کہ تشبیہ اور استعارہ کے ذریعہ عشق حقیقی پر محمول ہو سکیں۔ مگر بقول غالب۔

ہر بوالہوس نے عشق پرستی شعار کی اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

جب عام شعراء نے دیکھا کہ تصوف کے جذبات اور مسائل بیان کرنے سے شعر نہایت ہی بلند ہو جاتا ہے اور مذہب کی رومانیت سے دفعتاً لوگوں میں ایک خاص نورانیت دوڑ جاتی ہے تو بوالہوس فارسی اور اردو شعراء نے بھی اسی رنگ کو اختیار کرنا شروع کر دیا لیکن دنیا جانتی ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا پکانے کی ترکیبیں زبانی یاد کرے یا ان کو دلکش طرز ادا میں ظاہر کرتا پھرے تو اس سے وہ شخص اس فن کا ماہر ہرگز نہ کہلائے گا۔ جبتک عملی طور پر اسمیں کامل نہ ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شاعر حضرات صوفیہ رح کے طریقۂ تعلیم اور مسائل تصوف کو یاد کرے اور ان کو دلکش پیرایہ میں بیان کرتا پھرے تو وہ کسی طرح صوفی کہلانے کا ہرگز مستحق نہ ہو سکے گا اور کسی طرح فن تصوف کا ماہر نہ سمجھا جائے گا۔ جب تک عملی طور پر اس فن میں کامل نہ ہو یا کسی کامل کے سلسلہ سے وابستہ نہ ہو۔

فارسی صوفیانہ شاعری کے متعلق جو کچھ عرض کیا گیا ہے اسی سے اردو صوفیانہ شاعری کے متعلق بھی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے ہمارے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات مغربی تہذیب سے متاثر ہو کر زور کے ساتھ اس رائے پر اڑے ہوئے ہیں کہ شاعری وزن اور قافیہ سے آزاد کر دی جائے۔ لیکن چند مغربی فاضلوں کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

ع۱ کارلائل واضح طور پر لکھتا ہے کہ "بذات خود میں قدیم شاعری میں وزن کے التزام کو جس سے موسیقیت پائی جاتی ہے ضروری پاتا ہوں"

ع۲ میتھو آرنلڈ کہتا ہے کہ شعر میں وزن ضروری چیز ہے۔

ع۳ بل کہتا ہے کہ انسان جب سے انسان بنا ہے اس کے تمام گہرے اور قلبی خیالات کا خیال مقفیٰ زبان میں ظاہر

ع۱ کار اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۷ دیکھئے۔

کئے جانے کی طرف جا رہا ہے۔

۴۔ جرمنی کے مشہور فلسفی کا مقولہ ہے کہ قافیہ اور وزن کا استعمال شعر کو بہت بلند کر دیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ وزن اور قافیہ نہ صرف وہ چیزیں ہیں جن کو انسانی جذبات کے ابھارنے کا آلہ کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ دونوں شعر کی موسیقی کے لئے نہایت ہی اہمیت رکھتی ہیں۔

اب ہم ناظرین کو اپنے اصل موضوع کی طرف پھر متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور اسی سلسلے میں اپنے مبحث سے ہٹ کر ہم نے جو کچھ بیان کیا اس کی معافی چاہتے ہیں۔

متقدمین شعرا کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے استعاروں اور تشبیہوں کا استعمال کیا کرتے تھے متاخرین نے محض اسی کو مایۂ ناز سمجھ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مبالغہ کے تیرہ و تاریک غار میں جا گرے اور مضمون معانی کھو بیٹھے صرف اسی پر بس نہ کیا بلکہ اسی سلسلہ میں شعرا نے فحش اور گندے مضامین سے شاعری کو بھر دیا اور ایسے مضامین نظم کئے جن سے اسلام کی تنقیص ہوتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب نے شاعری کو نہایت غضب آلود نگاہ سے دیکھا اور کفر کا فتویٰ لگا دیا ہم یہاں اردو فارسی شعرا کے ایسے اشعار کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

غالب

لاتقرب الصلات زنسیم بخاطر ست　　وزامر یا دہست کلوا واشربوا مرا

سعدی

امروآنگہ کہ خوبروئے بود　　تلخ گفتار و تندخوئے بود

چوں برلیش آمد و بلاغت شد　　مردم آمیز و مہر جوئے بود

حافظ

باصنمے چو لعبتے خوش بنشیں بخلوتے　　بوسہ بدہ بکام ازو نازہ بتازہ نو بنو

مئے دوسالہ و محبوب چاردہ سالہ　　ہمیں بس ست مرا صحبتِ صغیر و کبیر

ناسخ

اے پری تو نے جو پہنی ہو سنہری انگیا　　آج آئی ہے نظر سونے کی چڑیا ہم کو

رند

کھولئے شوق سے بندِ انگیا　　لیٹ کر ساتھ نہ شرمائیے آپ

امیر

بوسے بازی میں انہیں دھوکے ہوئے — بے گنے دس بیس ۔ دس گن کے لئے
اب مزے لوٹیں گے اٹھتی ہو جوانی انکی — نخل امید سے دو پھل ہیں اترنے والے

جلیل

بوسے کو جگہ ملی لبوں پر — اب رنگ مجھے گا کیا مسی کا
جہاں بوسے ملے پھر وصل کے ارماں نکلتے ہیں — عجب یہ پھول ہیں جب توڑتا ہوں مجھ کو پھلتے ہیں

داغ

لے لئے ہم نے لپٹ کر بوسے — وہ تو کہتے رہے ہر بار ۔ یہ کیا ؟
حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک — مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

عظمت اللہ خاں علیگ دہلوی

اٹھتا جوبن گدرا گدرا — آپ ہی من میں کھپ جائے

نامعلوم

رات کو خوب سی پی صبح کو توبہ کر لی — رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

شوق قدوائی

کوئی جائے قاضی خیالی کے گھر — تو در پردہ دل لیتی ہے قاضیہ
نہ بھولے کبھی لطف اس گھر کا شوق — وکان فی عیشۃ الراضیہ

(جناب باری کے کلام سے یہ مضحکہ ۔ استغفر اللہ) متقدمین شعرا اگرچہ استعارات اور تشبیہات سے کام لیتے تھے تاہم ان کے اشعار میں سچے جذبات کی جھلک ضرور پائی جاتی ہے اور شاعری کی اصلی تعریف بھی یہی ہے کہ وہ سچے جذبات کی تصویر ہو اور جب سچے جذبات ہونگے تو وہ جادۂ اعتدال سے نہ ہٹے ہوئے کہے جائینگے نہ مذہبی گرفت میں آسکیں گے ۔ نہ اس سے شاعری کے صحیح معنوں میں فرق آسکے گا ۔ ذیل میں ہم فارسی اردو شعرا کا وہ کلام درج کرتے ہیں جس کا دامن ابتذال سے بالکل پاک ہے اور جو جذبات نگاری کی تعریف میں آسکتا ہے اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ ایسی شاعری ہدف مذہب نہیں ہو سکتی کیا اچھا ہو اگر ہمارے پرانے خیال کے شعرا بھی اسی قسم کی شاعری کیا کرتے ۔

ملا ظہوری

سعی فرمائے کہ سیماب شوی از تف شوق کہ اگر کشتہ شوی قدر تو افزوں گردد

حضرت امام غزالیؒ

کس را پس پردۂ قضا راہ نہ شد وز سر قدر ہیچ کس آگاہ نہ شد
ہر کس ز سر قیاس چیزے گفتند معلوم نگشت و قصہ کوتاہ نہ شد

طالب آملی

گر من بجائے جوہر آئینہ بودمے بے رونما ترانہ تو کے رو نمودمے

شکیبی صفاہانی

پروانہ نیک رفت کہ در پیش شمع سوخت آگہ نشد کہ سوختنِ غائبانہ چیست

مولانا رومؒ

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق

حضرت مغربیؒ

دل کشتنے نمی کند ہیچ مرا بسوئے او تا کشتنے نمی کند سوئے دلم بسوئے او

حضرت خسروؒ

جانِ تن بردی و در جانی ہنوز درد ہا دادی و درمانی ہنوز

حضرت جامیؒ

ہر دم ز تو در سینہ صد داغ دگر خواہم با درد تو خو کردم حاشا کہ دوا خواہم

حضرت سرمدؒ

جانم بسوخت از غم و بے غم نمی کنی دانی جراحتِ دل و مرہم نمی کنی

نجم الدین آبرو

دل تو دیکھو آدم بے باک کا عشق سے پتلا بھرا ہے خاک کا

اشرف علیخاں فغاں

بھر لیجیو دامن میں فغاں لختِ جگر کو ہم خانہ بدوشوں کا سفر انجام یہی ہے

خواجہ میر دردؒ

دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا

مرزا مظہر جانجاناں رح

آتش کہو شرارہ کہو کوئلا کہو مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

شیفتہ

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ ہے آگ سی جو سینے کے اندر لگی ہوئی

سودا

کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

تراب رح

آدم کو ملک کہتے تھے کیا خاک بنے گا سمجھے نہ کہ سر تا قدم ادراک بنے گا

ذاکر دہلوی

اثر ہیں دو طرح کے ایک میرے آہ نارسا میں جو بہ جائے تو دریا ہو جو رک جائے تو گوہر ہو

غالب دہلوی

نغمہ ہائے دل کو بھی اے دل غنیمت جانئے بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

صبا

دل میں ایک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانئے کیا یاد آیا

عزیز

عشق اک تبصرہ ہے حسن کی رعنائی پر حسن اک فلسفہ ہے عشق کی رسوائی کا

درد کاکوروی

سمندر کی خداوندہ

خیام العصر حضرت ساغر نظامی کا ایک دلچسپ اور بہترین فسانہ قیمت ۴ر (بذریعہ ٹکٹ بھیجدیجئے)

منیجر پیمانہ بک ایجنسی آگرہ سے طلب فرمائیے

کاش!

(از: پروفیسر اکبر حیدری - ایم - آر - ایس)

کاش ہوتا مری تقدیر میں کوئی اعجاز — کاش تقدیر بناتی مجھے انشا پرداز
کاش میں شعر کے پردے میں سنا سکتا راز — کاش تصویر بناتا کوئی جذبات نواز
کاش ہوتا مری آواز میں کچھ سوز و گداز

شعلۂ عشق کو لفظوں میں اٹھانا تھا مجھے — حالِ دل ہر کس و ناکس کو دکھانا تھا مجھے
ایک طوفان محبت کا اٹھانا تھا مجھے — قصۂ حسن صدا سوز سنانا تھا مجھے
کاش ہوتا مری تقدیر میں کوئی اعجاز

پہلوئے شمع میں کچھ خاک تھی پروانے کی — کعبۂ دل میں نمائش تھی صنم خانے کی
خط کشیدہ تھی عبارت کہیں پیمانے کی — ہر تعلّی کو ضرورت تھی اک افسانے کی
کاش تقدیر بناتی مجھے انشا پرداز

نظر آتی مرے دامن پہ نہ غم کی تفسیر — یوں نہ ہوتے مرے آنسو مرے دل کی تصویر
آہ کرتی نہ محبت کی مکمل تشہیر — میرے الفاظ میں سمٹی ہوئی آتی تاثیر
کاش میں شعر کے پردے میں سنا سکتا راز۔

پنکھ کے پردے میں پنہاں تھا جمال محمود — تھا تصور میں کسی حسن کا نقشہ موجود
جنبشیں تھیں مرے ہاتھوں میں قلم کا مقصود — قطرۂ خونِ جگر میں تھی تمنائے نمود
کاش تصویر بناتا کوئی جذبات نواز

کاٹ دیتا یونہیں دل سوز زمانہ غم کا — بے تکلف میں لٹا دیتا خزانہ غم کا
ڈھونڈھ لیتا لبِ خاموش بہانہ غم کا — ایک دنیا کو سناتا میں فسانہ غم کا
کاش ہوتا میں مغنّی کی رسیلی آواز

لیکن اکبر مری تقدیر تھی ویرانہ طراز — میں مصور ہوں نہ شاعر ہوں نہ انشا پرداز
درد میں ڈوب کے نکلے گی نہ میری آواز — نہ مغنّی نہ مقرر ہوں نہ میں پردہ ساز
میری خودداری نے سیکھے نہیں ایسے انداز

حسن اور عشق کے آغوش میں صادق ہونمیں — اپنے جذبات پہ قادر ہوں کہ عاشق ہونمیں

خدائے موسیقی تان سین

تان سین کے مولد، وطن اور تاریخ پیدائش سے متعلق صحیح حالات کی دستیابی سخت دشوار ہے! مگر جہاں تک تحقیق ہو سکا وہ یہ ہے کہ اس فخر ملک باکمال مغنی کی پیدائش ۱۵۳۰ء مطابق سمت بکرم ۱۵۸۸ میں اور بخیال بعض ۱۵۱۰ء میں ہندوسطیٰ کے مشہور شہر گوالیار کے متصل ایک موضع موسوم بہ "ویہٹ" میں ہوئی! مشہور انگریزی مورخ وسنٹ اسمتھ (Vincent Smith) بھی تان سین کی پیدائش ۱۵۱۰ء میں بتاتا ہے!۔

تان سین کے والد کا نام "مکرند پانڈے" تھا جو بخیال بعض "کان کنج" اور بخیال دیگر "گوڑ" برہمن تھے، کہتے ہیں کہ وہ بھی علم موسیقی سے بخوبی واقف تھے!۔

مسرودھ ونود मिश्र बंधु विनोद میں لکھا ہے کہ "تان سین کا اصلی نام "ترلوچن مسر" تھا۔ وہ اپنے والد مکرند پانڈے کی وساطت سے "رام تنوچن" راجہ گوالیار کے دربار میں باریاب ہوا۔ مکرند پانڈے پر راجہ کی خاص نظر عنایت تھی، چنانچہ ترلوچن مسر آہستہ آہستہ مقربان شاہی میں داخل ہو گیا بالآخر ایک دن راجہ نے اس کے کسی راگ پر بہت خوش ہو کر اسکو تان سین" (راگوں کا راجہ) کا معزز خطاب عنایت کیا، اور جو بعد ازاں اسقدر مشہور ہوا کہ لوگ اس کے اصلی نام کو قطعی بھول گئے!!"

"مکرند پانڈے" کے جو اولاد ہوتی تھی، وہ اوائل عمر ہی میں فوت ہو جاتی تھی، چنانچہ جب ترلوچن یعنی "تان سین" پیدا ہوا تو اس کا باپ اپنے اس پیارے بچہ کو گوالیار کے ایک باخدا بزرگ محمد غوث شاہؒ کی خدمت میں لایا اور تان سین کو ان کے قدموں میں ڈال کر چلا گیا!۔

خدا کی قدرت کاملہ سے وہ زندہ رہا اور ایک ایسا شخص ثابت ہوا جس کا نام موجودہ نسلیں نہایت عزت، احترام اور عقیدتمندی سے لیتی ہیں اور آئندہ نسلیں بھی اس کو دنیا کے کاملان فن اساتذہ میں شمار کرتی رہیں گی! تان سین جس کی آواز قدرت نے قوت کہربا کا مظہر اور سحر مجسم بنائی تھی اپنے ولی کامل استاد اور سرپرست سے ایک مدت تک فیضان حاصل کرتا رہا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ تان سین کے کمالات میں اس کے مقدس مربی کا بھی حصہ تھا۔ آخر کار اپنی عمر کے طفلانہ ایام محمد غوث شاہؒ کی خدمت میں صرف کرنے کے بعد تقریباً دس برس کی عمر میں وہ "مان سنگھ تومر" راجہ گوالیار کی قائم کردہ درسگاہ موسیقی میں جو ۱۴۸۶ء سے ۱۵۱۶ء تک قائم رہی، داخل ہو گیا!

تان سین کو "درہو پد" راگ کی تعلیم اسی جگہ ملی تھی۔ بیجاپور موسیقی میں درہو پد راگ اک نغمہ مجسم ہے اور ایک ایسا ساغر متکیف جس کے لبوں پر صہبائے نگلوں مرتعش ہو! ماہران موسیقی اس راگ کو ارفع جانتے ہیں اور اس کی اثر اندازی کو دلکش، وجد آفریں، لغاس اور دسحر آگیں مانتے ہیں! راجہ مذکور نے اسی راگ کی اشاعت کی غرض سے اس "ایوان نغمہ" کی بنا ڈالی تھی۔ راجہ مان سنگھ نے، جو خود بھی ایک عمدہ مغنی تھا، اپنے درباری مغنیوں۔ بکشو۔ مکھو اور بجانو کے ذریعہ درہو پد راگ کی جو اس زمانہ میں بہت ہر دلعزیز تھا، خوب اشاعت کی!"

تان سین اس راگ کا مرد میدان تھا، چنانچہ آج تک یہ راگ اس کی اولاد میں وراثتاً مخصوص ہے۔ راجہ مان سنگھ کی درسگاہ سے تعلیم پانے کے بعد وہ بندرابن (متھرا کے متصل) کے مشہور و معروف مغنی سادھو "شری ہری داس سوامی" کی خدمت میں پہونچا اور ان کا شاگرد ہو گیا۔

"نادونود" میں "شری ہری داس سوامی" کے آٹھ شاگردوں کے نام لکھے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بیجو (۲) گوپال لعل (۳) مدن رائے (۴) رام داس (۵) پنڈت دیوا کر (۶) پنڈت سوم (۷) تنا مسر یعنی "تان سین" اور (۸) راجہ سُو کا سن۔

مذکورہ بالا تمام شاگرد بعد تکمیل تحصیل علم مختلف ممالک میں منتشر ہو گئے اور اپنے سحر آگیں و سامعہ نواز نغمہ ہائے ترنم سے فضائے عالم کو لبریز کر دیا! چنانچہ (۱) بیجو۔ گوپال لعل۔ مدن رائے۔ اور رام داس، دہلی گئے۔ (۲) پنڈت دیوا کر اور پنڈت سوم ناتھ پنجاب گئے۔ اور (۳) تنا مسر یعنی تان سین ریاست ریوان میں داخل ہوا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ پہلے وہ (یعنی تان سین) شیر خاں کے شہزادہ دولت خاں کی خدمت میں گیا، وہاں کچھ عرصہ تک بود و باش رکھنے اور دولت خاں کی شان میں متعدد توصیفی قصائد لکھنے اور پڑھنے کے بعد راجہ رام چندر (رام سنگھ) کے عہد میمنو سواد میں ریاست ریوان کے دربار میں باریاب ہوا، جہاں تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی شہرت بام فلک تک جا پہنچی اور مہاراجہ ریوان نے اس کو اپنا استاد بنا لیا۔

تان سین کے کمال موسیقی کی شہرت فضائے اوج و عروج میں صعود کن تھی، دور دراز ملکوں سے لوگ اس کی صورت دیکھنے اور اس کا نغمہ سننے کے لئے مشتاقانہ آتے تھے ہر جا اس کا ہی چرچا تھا، حتیٰ کہ سلطان جلال الدین محمد اکبر نے بھی اس کی تعریف سنی اور راجہ ریوان کی وساطت سے اس کو اپنے دربار میں طلب کیا!۔

لہ۔ آئین اکبری

مہاراجہ موصوف نے ایک جشن عام کیا، اس میں تان سین کی بہت تعریف کی اور نہایت بیش قیمت طلائی جواہرات سے مزین و کنگن بطور انعام دیئے! تان سین نے مہاراجہ کی عنایات اور پُرخلوص محبت سے متاثر ہوکر کل حاضرین دربار کے روبرو یہ قسم کھائی کہ "میں آج سے سوائے آپ کے کسی دوسری ہستی کو داہنے ہاتھ سے سلام نہ کروں گا"، چنانچہ اس نے مرتے دم تک اس عہد کو خوب نباہا اور یہی وجہ ہے کہ آجتک اس کی اولاد سوائے دربار رئیوان کے کسی کو داہنے ہاتھ سے سلام نہیں کرتی ہے۔

رئیوان سے وداع ہوکر تان سین ۱۵۶۲ء میں دربار اکبری میں پہونچا۔ جب اکبر بادشاہ نے اس کا گانا سُنا تو حد درجہ محظوظ ہوا و دو لاکھ روپیہ انعام دیا اور اسی وقت سے اپنا استاد بنا لیا۔

ایک دن جب محفل نشاط گرم تھی اکبر نے تان سین سے دریافت کیا کہ "تیرا استاد کون ہے؟" تان سین نے "سری ہری داس سوامی" کا نام لیا۔ بادشاہ نے ان کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ مگر سوامی جی تارک الدنیا فقیر تھے انہیں بادشاہوں کی ملاقات سے کیا کام تھا۔ چنانچہ اکبر خود معہ تان سین و چند محافظین دہمراہیان کے بھیس بدل کر بندرابن پہونچا۔ اور سوامی جی کا کمال موسیقی مشاہدہ کیا

اس دن کے گانے کا لطف، جب اکبر معہ تان سین بھیس بدلکر سوامی جی کی خدمت میں گیا تھا، احاطۂ تحریر سے باہر ہے، سوامی جی نے ایک الاپ لی اور تمام وحوش، طیور و انسان مبہوت و متکیف ہوگئے۔ ہر ذی روح بیخود تھا اور ہر بیجان چیز متبع، قرب و جوار کی ہر شے پر غضب کا سکوت چھایا ہوا تھا اور ابر ہر چہار اطراف سے مجتمع ہوکر اس باکمال مغنی پر بارش رحمت کر رہا تھا، حتیٰ کہ موسیقی کے راگ دھیمے ہوکر بند ہوگئے اور فضائے عالم میں ایک مترنم گونج چھوڑ گئے، بادشاہ اسقدر مسحور ہوا کہ سوامی جی کو آگرہ لے چلنے پر مصر ہوا مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔

ایسی ہی اکثر باتیں تان سین سے منسوب کیجاتی ہیں، مثلاً ایک بار وہ دربار میں گا رہا تھا کہ ایک راگ کی الاپ سے تمام فانوس گل ہوگئے۔ اور پھر جب اس نے "دیپک راگ" شروع کیا تو سب کے سب خود بخود روشن ہوگئے وغیرہ وغیرہ۔

اکبر گو اُمّی تھا۔ مگر شاعری اور علم موسیقی کے متعلق بہت کچھ جانتا تھا۔ ابوالفضل ایک جگہ لکھتے ہیں "اکبر علم موسیقی اکثر تربیت یافتہ مغنیوں سے کہیں بہتر جانتا ہے اور نقارہ نوازی" میں تو وہ فرید دہر ہے!" مشہور مورخ وسنٹ اسمتھ (Vincent Smith) نے اپنی انگریزی کتاب "اکبر اعظم" Akbar the Great Mogul ——— میں لکھا ہے کہ "اکبر بادشاہ کے دربار میں دور دراز ملکوں کے اہل کمال مغنی موجود تھے۔ اس میں ہندو۔ ایرانی۔ تورانی اور کشمیری گوئیے تھے۔ ان سب کے سات حصّے یا قبیل کردئے گئے تھے، ہر فرقہ ہفتہ میں ایک بار دربار میں اپنا کمال

لہ نادونود کار नाद विनोद कार

دکھا کر حضّار سے خراج تحسین و انعام وصول کیا کرتا تھا" علامہ ابوالفضل آئین اکبری" میں لکھتے ہیں کہ "اکبر کے دربار میں ۳۶ باکمال مغنّی موجود ہیں" آئین اکبری" میں ان چھتیس مغنّیوں کی فہرست ہے، جس میں مالوہ کے نواب "باز بہادر" کا بھی نام ہے، ان کو اکبر نے صرف علم موسیقی سے ماہر ہونیکی بنا پر یک ہزاری منصب دار بنا رکھا تھا، ابوالفضل کے قول کے مطابق اس زمانہ میں "باز بہادر" کا مثیل نزدیک و دور نہ تھا، اسی فہرست میں "سورداس جی" کا بھی نام ہے جن سے تان سین کے بہت مخلصانہ تعلقات تھے۔

"ونسنٹ اسمتھ" کا بیان ہے کہ "تان سین اور سورداس جی میں بہت دوستی تھی، کیونکہ دونوں نے رابہ مان سنگھ تومر" کی "درسگاہ موسیقی" میں ساتھ ساتھ تعلیم پائی تھی۔ ماسوا اس کے سورداس۔ رام داس کے لڑکے تھے جو سری ہری داس سوامی کی نسبت سے تان سین کے پیر بھائی ہوتے تھے "

تان سین جہاں ایک باکمال و بے نظیر مغنّی تھا وہاں ایک نازک خیال شاعر بھی تھا۔ ایک مرتبہ جبکہ تمام درباری مغنّی اور شاعر ہم جلیس تھے یہ ذکر ہوا کہ "موجودہ راگ راگنیوں میں شاہی دربار کے مذاق و معیار کے موافق و مناسب ترمیم و تنسیخ کر دینا چاہئے" کم تر لوگوں نے اس کی مخالفت کی مگر کثرت رائے سے یہ تجویز منظور ہو گئی اور تان سین نے چھ راگوں میں سے "ہنڈول" اور "دیپک" ~~دیپک~~ راگوں کو اسلئے مسترد و متروک کر دیا کہ وہ اسلامی مذاق کے منافی تھے۔ اس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی کہ تان سین ایک فطری شاعر تھا اور اختراع و ایجاد کی خداداد استعداد رکھتا تھا، کہا جاتا ہے کہ اکبر کی بہت سی نظمیں تان سین کی کاوش فکر کا نتیجہ ہیں۔

"تان سین" کی تصنیف کردہ کتاب "سروده و نود" دنیائے موسیقی کے لئے ایک گرانقدر صحیفہ ہے، اس کتاب میں تین ابواب ہیں۔ (۱) سنگیت سار (گانے کا جوہر) (۲) راگ مالا (۳) سری کرشن جی کی صفت و ثنا۔ یہ کتاب بکرمی سمت ۱۶۱۴ ~~الحاق~~ ۱۵۵۹ء میں لکھی گئی تھی جبکہ وہ دربار ریوان میں تھا۔ تان سین نے دربار اکبری میں اعزاز پانے کے بعد اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کو دربار شاہی سے "میرزا" کا معزز خطاب بھی عطا ہوا تھا۔ "ونسنٹ اسمتھ" لکھتے ہیں "اکبر کے دربار کے اکثر باکمال و باہنر لوگ غیر مذہب کے ہندو وغیرہ تھے مگر اسلامی پاکیزہ معاشرت، تمدن، و تہذیب نے ان کو اپنا اس قدر گرویدہ کر لیا تھا کہ وہ بخوشی مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ بہت سے مغنّیوں کو "خان" کا خطاب بھی ملا تھا" مورخ مذکور ایک جگہ اور لکھتے ہیں کہ "تان سین کا آخری زمانۂ عمر نہایت ہی عیش و عشرت میں بسر ہوا مگر افسوس کہ اس میں دیگر مغنّیوں کی خراب صحبت سے بہت سی بری عادتیں پیدا ہو گئی تھیں"

کہتے ہیں کہ "موت کے کچھ پیشتر تان سین گوالیار آئے اور اکبر بادشاہ کی چوتیسویں سالگرہ یعنی ۱۵۸۹ء میں مختصر علالت کے بعد عالم بقا کو کوچ کر گئے "

تان سین کی قبر گوالیار میں اپنے دیرینہ سرپرست، مربی اور مرشد کامل محمد غوث شاہؒ کی درگاہ کے پاس بنی ہے جس پر گنبد بھی بنا ہوا ہے تان سین کی پختہ قبر یا مقبرہ ۱۱ فٹ مربع اور سولہ ستونوں کی چھوٹی سی عمارت ہے، مرتے وقت تان سین کی عمر تقریباً نوے سال تھی "شری بہوان راؤ پنگل" کے "انڈین میوزک" Indian Music میں لکھا ہے کہ "تان سین کا ایک اور بھائی جس کا نام بسکوداس تھا یہ مہابھارت کے اشلوک یا "پدوں" کو مختلف النوع راگنیوں میں گایا کرتا تھا۔ مگر اس نے تان سین کی طرح اسلام قبول نہیں کیا!۔

تان سین کے چار لڑکے تھے۔ جن میں سے ایک کا نام سورج سین تھا "تان ترنگ تھا" تان سین" اور "تان ترنگ" کا نام اکبری درباری گویوں کی فہرست میں لکھا ہے۔ اس وقت تان سین کے خاندان کے موجودہ اراکین، جہانتک میری ناقص تحقیق مکمل ہو سکتی ہے مندرجۂ ذیل ہیں۔ (۱) امیر خاں گوالیار میں (۲) نہال سین۔ جے پور میں۔ ان کو ریاست کی طرف سے ایک گاؤں جاگیر میں ہے (۳) بہادر سین خاں کے لڑکے وزیر خاں جو آجکل ریاست رام پور میں ہیں۔ تان سین کی تصنیف کردہ چند چیزوں کا ذکر کر کے میں اب اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں:۔ (۱) جسوقت مہاراجہ رئیوان نے اس کو اپنا استاد بنایا اس وقت اس نے یہ کہا تھا۔

(۱) اچل چھترپتی بد ہیلا	بندیلکھنڈ کا راجہ چھترپتی نہایت قوی ہے۔
جگمگا تو یش، گرو گنیش، بدھ سرشٹا	جو روشن ضمیر اور دنیا کا سب سے بڑا حاکم ہے۔
سکل بدھ بنائی	اس کا گرو "گنیش" ہے۔
اچل ..... (انترہ)	خدا نے اس کو ایسا ہمہ صفت موصوف بنایا ہے۔
چھترپتی سنہاسن، اچل رہو	خدایا! چھترپتی ہی ہمیشہ برسر حکومت رہے
جو لو دہی سمیر بھورا سلطانی	
اچل ..... (انترہ)	

(۲) ایک دن اکبر بادشاہ نے فرمائش کی اور تان سین نے فوراً یہ چیز جس کو "مین کلیان راگ" کہتے ہیں بنا کر سنائی:۔

جیو کرو کوٹ برس لون آجم + ات سکھ پاوو تیہارے دھام	اے بادشاہ کروڑوں برس تک زندہ رہکر ہر دلعزیزی سے سلطنت کرو! کیونکہ ہم نے آپکی حکومت میں بہت آرام پایا ہے۔ ہمیشہ آپ زندہ
جیو کرو	رہیں اور ہمیشہ آپ کی دولت، حکومت و تخت برقرار رہے۔ بطفیل
تراہر باشد و دولت مدام + بحق محمد علیہ السلام	حضرت محمد صلعم۔
جیو کرو	

محمود بریلوی

مالن

صبح بہار۔ دنیا بے فکر سو رہی ہے
لمحات رفتنی پر قربان ہو رہی ہے

مرطوب۔ سرد جھونکے۔ گلشن میں آ رہے ہیں
مخمور عیش فانی۔ آرام پا رہے ہیں

کوئی خموش۔ کوئی کروٹ بدل رہا ہے
بستر کی سلوٹوں پر کوئی مچل رہا ہے

اٹھکر کسان اپنے کھیتوں کو جا رہے ہیں
کچھ بد نصیب قسمت اپنی سلا رہے ہیں

ارباب معتقد کچھ سجدے میں گر پڑے ہیں
تیرے رو برو کچھ باصد ادب کھڑے ہیں

گلشن میں تازہ تازہ کلیاں چٹک رہی ہیں
موتی بھری قبائیں گل کی مہک رہی ہیں

روتی ہے اوس غنچے ہنستے ہیں کھل کھلا کر
لو وہ نسیم بھاگی پہلو میں گدگدا کر

آتی ہے اک حسینہ اٹھکھیلیوں سے چلتی
کچھ جھومتی ہوئی سی آنکھوں کو اپنی ملتی

محتاج شانہ چوٹی کچھ سرخ مانگ عریاں
ماتھے پہ بال سر کے کھل کر ہوئے پریشاں

دوپٹہ پشت سر پر۔ گردن میں کچھ حمائل
پیچھے سے کچھ گھسٹتا۔ سینہ پہ ایک آنچل

دامان پیش اپنا۔ اک ہاتھ سے سنبھالے
اک ہار موتیوں کا اپنے گلے میں ڈالے

مرجھائی چند کلیاں۔ چاندی کی بالیوں میں
اٹھتی ہوئی جوانی سے مست ڈالیوں میں

محشر خرام گلشن کی شبنمی روش پر
کچھ مسکرا رہی ہے غنچوں سے گود بھر کر

انگشت ہائے نازک سے پھول توڑتی ہے
بیدردیوں سے شاخیں خوش ہو کے موڑتی ہے

خاموش ہیں بہاریں اپنا لٹا کے گلشن
معصوم ہستیوں کا کرتی ہے خون مالن

مہندی رچیلے ہاتھوں میں خود سلگ رہی ہے
آراستگی فطرت میں آگ لگ رہی ہے

نشتر زبانیاں ہیں کیا کیا ستائشوں میں
برباد ئی فضا ہے گویا نمائشوں میں

اُس مست ظالمہ کو اتنی خبر نہیں ہے
غنچہ پچھن میں ٹہنی پر ناز آفریں ہے

وہ پھول بن رہے ہیں۔ سہرا کسی کے سر کا
ہے حسن عارضی پر ساماں کہیں نظر کا

کرتا ہے نذر کوئی دیوی کے آشرم پر
کوئی چڑھا رہا ہے خورشید برق دم پر

بکھرے ہوئے پڑے ہیں درگاہ پر کسی کے
کچھ پھول فاتحہ میں شامل ہیں جنتی کے

کوئی اتارتی ہے خوش ہو کے آرتی میں
یا عطر کھینچ رہا ہے۔ مہکی ہوئی کلی میں

گلدستہ ہائے زینت محلوں میں جا رہے ہیں
کانوں میں یا سہاگن کے زیب پا رہے ہیں

کروٹ میں یا ملتے ہیں ایک مہ جبیں کی
اوپر پڑے ہوئے ہیں یا نعش پر حسیں کی

یا بنکے ہار گردن میں۔ ہیں طوائفوں کے
ہاتھوں میں یا پڑے ہیں بیدرد قاتلوں کے

القصہ ہے ہر اک شے صد رنگ ہر ادا میں
بس فرق ہے مقاصد اور نیت بقا میں

گل کی مثال انساں معصوم ہے چمن میں
زیبائش عمل ہے مقسوم انجمن میں

ہر پھول پھول انور ہر اک بشر بشر ہے
انجام نیک و بد میں انصاف خیر و شر ہے

سردار انور۔ بی۔ اے (علیگ)

آوارگی اور عیاشی کے چار خوبصورت دشمن

سعید

یہ قاری فرزند حسین صاحب کے عالم شباب کا لکھا ہوا ناول ہے۔ اس میں ایک نوجوان کے عشق اور اس کی ناکامی کو بتا کر بتایا ہے کہ کوئی کردار گھاٹیوں کو ہتھیلیوں کے کرلیا ہو کوئی لطف بیان اور مزاح کلام سے خالی نہیں اس میں ایک تعلیمیافتہ نوجوان مسلمان اور ایک پارسی کے جذبات دلی کا خاکہ کھینچا گیا ہے جس عشق وصال فراق کے معاملات پر نہایت لطیف اور دلچسپ بحث کی گئی ہے اور انجام اخلاقی ظاہر کر کے گویا تربیت دلچسپ کتاب ہی ہے اور ہر گھر کی تعلیم میں بک چکی ہے قیمت ۸ر

سعادت

اس میں دہلی کی ایک تعلیمیافتہ سلیقہ مند خوبصورت و ہونہار طوائف کے حالات بیدلی ڈالی گئی ہے تاج رنگ حسن و عشق اور وصال فراق ہر ایک کا دلچسپ نقشہ کھینچا گیا ہے عاشق و معشوق کی لطیف خط و کتابت ہے اور انجام کار دونوں کو راہ راست نصیب ہوتی ہے۔

یہ بھی قاری صاحب کے ایام شباب کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے اور اس زمانہ سے اب تک اسکی ادبی مقبولیت ہے۔ قیمت ۸ر

شاہد رعنا

اسمیں دہلی کی ایک ڈیرہ دار طوائف کی خود نوشت سوانحعمری ہے۔ ایک فرسٹ کلاس طوائف کی کسمپرسی سے زیبا بننے تک کی لائف نہایت سنجیدگی کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ دہلی کی ٹکسالی زبان میں لکھ کر گویا کا سرا یا کھینچا گیا ہے اصل طل میں بہت سے قسم کے لوگوں کا بیان ہے ہر طبقہ کی معاشرت اور ہر طبقہ کے مذاق کا مرقع ہے زبان نہایت سلیس ہے۔

اس کتاب کے بھی کئی اڈیشن نکل چکے ہیں اب پھر چھپکر طیار ہوئی ہے قیمت عمر

سزائے عیش

شاہد رعنا کا سیدی ہے اور سزائے عیش بقریب تو بجیڈی کے ہے مگر انجام پر نظر کیجیے تو کامیڈی سے بھی بڑھ گیا ہے۔ فلسفہ حسن عشق و تفریحات عامہ پر فلسفیانہ بحثیں کی گئی ہیں مگر دلچسپ پیرایہ اور عام فہم زبان میں جو ہیروئن ایک دلچسپ نقشہ گیا ہے جس میں ایک شریف گھر اور ایک طوائف کے کوٹھے کا دن رات کا ٹائم ٹیبل درج ہے بایں ہمہ حضرات کو ہاتھ سے کہیں جانے نہیں دیا قیمت ۱۰ر

ناظم "پیمانہ" بک ایجنسی۔ قصر الادب۔ آگرہ

عفریتِ جرم

(افسانہ)

(۱)

(اثر:- مولوی علم الدین - سالک - بی - اے)

نوشابہ بستر مرگ پر پڑی دم توڑ رہی تھی - اس کی عمر تو کوئی ۳۵ سال تھی - مگر اس کے بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ۷۵ سال سے بھی تجاوز کر چکی ہے - اس کے چہرے کا رنگ بالکل سپید تھا - منہ پر جھرّیاں پڑی ہوئی تھیں - آنکھوں کے گرد بڑے بڑے حلقے پڑ گئے تھے اس کی بڑی بہن زہرہ اس کے سرہانے بیٹھی سرد آہیں بھر رہی تھی - زہرہ نوشابہ سے دس سال بڑی تھی - اس کے پاس ایک چھوٹی سی میز اور میز پر چند دوائیں رکھی ہوئی تھیں - اس کے ایک طرف چندن کی لکڑیاں اور دیگر متبرک اشیاء جل رہی تھیں - وہ دونوں نہایت بیقراری اور اضطراب سے موبد کا انتظار کر رہی تھیں - کمرے میں بالکل اداسی چھائی ہوئی تھی -

---

عالم شباب میں زہرہ ایک نوجوان آدمی سے بے حد الفت رکھتی تھی - اور وہ بھی اسے جان سے زیادہ عزیز سمجھتا تھا - اس کی شادی ہونے والی تھی کہ یکایک وہ نوجوان مر گیا - اس کی اچانک موت نہایت عبرت انگیز اور دہشت خیز تھی - وہ چند گھڑیوں میں بیمار ہوا اور چل بسا - زہرہ کا دل اس کی وفات سے ٹوٹ گیا - اور اس نے قسم کھالی کہ وہ تا دمِ زیست شادی نہ کرے گی - وہ اس پر تا دمِ آخر کاربند تھی - اس کی چھوٹی بہن نوشابہ جو اس وقت بارہ برس کی تھی اس کے پاس آئی - اس نے خود کو ہمشیرہ کی گود میں گرا دیا اور نہایت پر درد لہجہ میں کہا "باجی! میں تمہیں غمگین نہیں دیکھ سکتی - آہ! میں تمہاری آہ و زاری نہیں سن سکتی - جب تم روتی ہو میرا دل ہل جاتا ہے - میں کبھی تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گی - میں بھی شادی نہ کروں گی اور تمام عمر تمہاری خدمتگذاری میں بسر کروں گی" زہرہ کے دل پر ان الفاظ کا خاص اثر ہوا - اس نے اپنی چھوٹی بہن کو گلے سے لگایا - اس کا منہ چوما اور پیار کیا - لیکن اسے ان الفاظ پر یقین نہ آیا - وہ سمجھتی تھی کہ نوشابہ ابھی کمسن ہے - وہ شادی بیاہ کو کیا سمجھ سکتی ہے - جب بڑی ہو گی خود بخود شادی کر لے گی - مگر اس کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی جب نوشابہ نے اپنے الفاظ کی پاسداری کر کے بتا دیا کہ ایفائے عہد اس کو کہتے ہیں - اس کے والدین نے لاکھ سمجھایا مگر اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا - وہ اپنے الفاظ پر اڑی رہی - زہرہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس کی تمام کوشش اکارت گئی -

نوشابہ حسن و جمال کی مجسم تصویر تھی - نزاکت و لطافت اس کے ہر عضو بدن سے ٹپکتی تھی - بہت سے نوجوان طالب عقد تھے مگر وہ اپنی ہمشیرہ کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی - دونوں بہنیں ساتھ رہتی تھیں - اور ایک منٹ بھی ایک دوسری سے جدا نہ ہوتی -

تھیں۔ لیکن نوشابہ ہر وقت غمناک اور اندوہگیں نظر آتی تھی۔ اگرچہ زہرہ بھی غمگیں رہتی تھی۔ مگر نوشابہ اس سے زیادہ غمگین معلوم ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قبل از وقت بوڑھی ہوگئی۔ تیس برس کی عمر میں اس کے سر کے بال بالکل سفید ہوگئے۔ اس کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ اس کی بیماری کی تشخیص کوئی نہ کر سکا۔ یہانتک کہ اس کی موت کا وقت قریب آپہنچا۔

گذشتہ چوبیس گھنٹہ کے اندر اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ سنا گیا۔ ہاں کبھی کبھی وہ اتنا ضرور کہتی تھی کہ "موبد اعظم کو بلاؤ"۔ وہ چت لیٹی ہوئی تھی۔ اور شدت درد سے تڑپ رہی تھی۔ اس کی آہ و بکا کی صدا کسی شخص سے سنی نہیں جاتی تھی۔ اس کی چیخ پکار سے سننے والوں کا دل دہل جاتا تھا۔ اس کی بہن نہایت غمناک تھی۔ وہ رو رہی تھی اور دوزانو ہو کر اپنی بہن کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی تمام امکانی قوت اس کے علاج میں صرف کر دی۔ مگر نوشابہ کو ذرہ بھر بھی افاقہ نہ ہوا۔ اس کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔

یکایک پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ خادمہ نے اطلاع دی کہ جناب موبد تشریف لے آئے ہیں۔ دروازہ کھلا۔ اور حضرت موبد اندر داخل ہوئے۔ نوشابہ نے جونہی موبد کو دیکھا اُٹھ بیٹھی اور اس کی حالت میں کچھ تبدیلی واقع ہوئی پھر یکایک اس کی حالت بگڑی۔ وہ خوف سے کانپ اٹھی۔ اور ناخنوں سے اپنا منہ نوچنے لگی۔ جناب موبد آگے بڑھے۔ اس کا ہاتھ تھاما۔ اسکی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور تسلی آمیز لہجے میں کہا "میری بچی دلیر ہو۔ وہ وقت جس کا انتظار تھا اب سر پر آپہنچا ہے۔ اب تم بیدھڑک اعتراف جرم کر لو۔ تاکہ تمہارے لئے بخشش کی دعا مانگوں"۔ نوشابہ نے آنکھیں کھولیں۔ وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھی۔ اس نے زہرہ کو بیٹھ جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"۔ زہرہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور جناب موبد نے تند و آہستہ سے چند دعائیں پڑھیں۔ اور اس کی روح کے لئے بخشش طلب کی۔

(۲)

بخشش دو ——— بخشش دو ——— مجھے بخشش دو ——— بڑی بہن مجھے معاف کر دو

آہ! ——— تم نہیں جانتیں کہ میں اس وقت سے کتنا ڈرتی ہوں ——— آہ خوف سے میری جان نکلی جا رہی ہے۔ مجھے معاف کر دو ——— یزداں کے لئے معاف کر دو ——— ....."

زہرہ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ وہ اپنی بہن کی تسلی کے لئے کہنے لگی "تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ تم کس بات کی معافی مانگتی ہو۔ تم نے میرا کیا بگاڑا ہے۔ بلکہ تم مجھے معاف کر دو۔ کیونکہ میں تمہاری خطا کار ہوں۔ آہ

تم نے میرے لئے کیا کچھ قربانی نہیں کی؟ عیش و عشرت پر لات ماری۔ سب کچھ چھوڑ دیا۔ اپنی زندگی خراب کی۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔ تکلیفیں برداشت کیں۔ دکھ سہے۔ خود مٹ گئیں مگر میرا ساتھ نہ چھوڑا۔ آہ! تمہاری یہ قربانی بالکل عدیم المثال ہے۔ تم معصوم ہو۔ تم بالکل پاک ہو ——— تم فرشتہ ہو۔" وہ ابھی کچھ اور کہنا چاہتی تھی مگر نوشابہ بیچ میں بول اٹھی:۔

"چپ رہو۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ تم کیا تم کہہ رہی ہو تم بالکل بے خبر ہو۔ آہ ——— مجھے اپنی کہانی کہنے دو۔ یہ نہایت خوفناک کہانی ہے۔ ——— سنو۔ تم ہرمز کو جانتی ہو؟"

زہرہ چونک اٹھی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ سرخی اس کے رخساروں پر نمایاں ہوگئی۔ اس نے اپنی بہن کی طرف دیکھا۔ "ہرمز۔ آہ! ہرمز ——— میں اسے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے دل سے فراموش نہیں کر سکتی۔ وہ میرا جانباز پرستار تھا۔ میں اسے بھول سکتی ہوں؟ ہرگز نہیں۔"

"تم جانتی ہو وہ کب مرا؟" ——— نوشابہ نے کہا۔ "اس وقت میری عمر صرف بارہ برس کی تھی۔ آہ ——— ماں باپ کے لاڈ نے مجھے اسقدر بگاڑ دیا تھا کہ ضد پرستی اور ہٹ دھرمی میرا جزو زندگی بن گئی تھی۔ میں جس چیز کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اسے کر کے چھوڑتی تھی۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اسے میرے پنجے سے بچا نہ سکتی تھی ——— آہ ——— کیا کہوں؟ ——— کیا بتاؤں؟ ——— کلیجہ منھ کو آتا ہے ——— میں سخت شرمندہ ہوں ——— میں سخت نادم ہوں ——— مجھے معاف کرو۔ میں تمہاری گنہگار ہوں ——— سنو سنو ——— جب وہ پہلے پہل تمہاری ملاقات کے لئے آیا۔ وہ کتنا خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت وہ ہمارے باپ کا پیغام لایا تھا۔ تمہیں یاد ہے نا؟ ——— اُف چپ رہو ——— مجھے بولنے دو ——— مجھے داستان غم سنانے دو۔ جب میں نے اسے دیکھا۔ وہ میری نظروں میں کھپ گیا۔ وہ مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوا ——— میں آرائش خانہ میں کھڑی اس کے حسن کی بہار لوٹ رہی تھی۔ اور وہ امی کو ابا جان کا پیغام سنا رہا تھا۔ ——— وہ مجھے بہت پسند آیا۔ میں اسے بھلانا چاہتی تھی مگر مجھے رہ رہ کر اسی کا خیال آتا تھا۔ میری آنکھوں میں اسی کا نقشہ تھا۔ میرے دل میں اسی کا جلوہ تھا۔ میرے سامنے وہی موجود تھا۔ میرے پہلو میں وہی جلوہ گر تھا۔ اس کا خیال میرا جزو روح بن گیا۔

وہ پھر آیا ——— کئی دفعہ آیا۔ میں چھپ چھپ کر اس کے دیدار سے اپنا دل شاد کرتی تھی ——— میں اپنی عمر سے زیادہ عقلمند تھی۔ تم جانتی ہو نا؟ ——— میں تم سے زیادہ مکار تھی۔ مگر ہر وقت بھیگی بلی

بنی رہتی تھی ——— تم سب مجھے نیک اور سیدھی سادی سمجھتے تھے۔ مگر میں سخت ریاکار تھی ——— وہ اکثر ہمارے گھر آیا جایا کرتا تھا۔ میں اسے دیکھا کرتی تھی۔ اور دل ہی دل میں بہار حسن کے مزے لوٹا کرتی تھی۔ یہانتک کہ میں اس پر فریفتہ ہوگئی۔ مگر تم اس سے بالکل بے خبر تھیں۔ بسا اوقات میں اکیلی بیٹھکر اپنا مستقبل سوچا کرتی تھی۔ میں اس کے ملنے کی تجویزیں ہر وقت سوچتی رہتی۔ مگر مجھے ہر طرف سے مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی ——— اس کا نام میرا وظیفہ تھا۔ میں اس کے تصور میں زندہ تھی۔ ہرمز۔ ہرمز۔ ہرمز۔ پیارا ہرمز ہی میرا ورد تھا۔

ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ تم اس سے شادی کرنے والی ہو۔ آہ۔ باجی! میری تمام امیدیں ٹوٹ گئیں۔ میں بالکل مایوس ہوگئی۔ دنیا میری آنکھوں میں تاریک ہوگئی۔ آہ۔ مجھے سخت قلق ہوا۔ میری نیند حرام ہوگئی۔ میں آنکھوں ہی آنکھوں میں روتی تھی اور دل ہی دل میں کڑھتی تھی۔ رقابت کی آگ میرا تن بدن جلائے دیتی تھی ——— تم اس وقت کتنی خوش تھیں۔ اور کس مزے سے ہرمز کو میٹھی میٹھی روٹیاں پکا کر کھلاتی تھیں۔ آہ ——— مجھے بھی ان کے بنانے کی ترکیب معلوم ہوئی۔ اور میری سب سے بڑی حسرت یہ تھی کہ میں اسے ایسی ہی روٹیاں پکا کر کھلاؤں۔ وہ انہیں مزے لے لیکر کھائے اور میری تعریف کرے اور کہے "کتنی لذیذ اور کتنی مزیدار ہیں" آہ جب وہ تمہاری تعریف کرتا تھا تو میں جل بھنکر کباب ہو جاتی تھی" "میرے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ تمہاری شادی کے دن نزدیک آتے گئے۔ یہانتک کہ دو ہفتہ باقی رہ گئے۔ میرا دماغ بھر گیا۔ حسد میری زندگی تھی۔ رشک میری جان تھا۔ جلاپا میرا ایمان تھا۔ اور میں حسد کے بل پر ہی زندہ تھی ——— میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ زہرہ کے ساتھ شادی کیوں کرے؟ نہیں ہوگی۔ اس کی شادی زہرہ سے کبھی نہیں ہوگی ——— جب میں بڑی ہو جاؤں گی تو میری ہی شادی اس کے ساتھ ہوگی۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ اس کے سوا میں کسی اور سے محبت نہیں کر سکتی ——— ایک دن یہی تمہاری شادی کے دس دن پہلے، تم اس کے ساتھ چاندنی میں سیر کرنے کے لئے گئیں وہ باغیچہ میں بہت دیر تک تم سے باتیں کرتا رہا۔ تمہیں یاد ہے نا؟ ——— مجھے معلوم ہے کہ یہ تمہاری عمر میں پہلا موقع تھا۔ کیونکہ جب تم واپس لوٹیں تو تمہارا چہرہ زرد تھا۔ تم کانپ رہی تھیں۔

میں تمہیں دیکھ رہی تھی ——— میں چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اور جب میں نے تم دونوں کو ایک جگہ دیکھا تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ نہ ہوئی بندوق ورنہ تمہیں وہیں ڈھیر کر دیتی ——— تم دونوں کو ——— مجھے اُس سے نفرت ہوگئی۔ اور میں نے قسم کھائی کہ وہ تم سے شادی نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کریگا تو میں یہ دیکھ نہ سکوں گی۔

پس تم نے اس کا انجام دیکھ لیا میں نے کیا کیا؟ کچھ تم جانتی ہو؟ ——— کچھ نہیں ——— لو پھر سنو ———

مجھی سے سنو۔ میں نے اکثر بوڑھے باغبان کو زہر کی گولیاں بناتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس سے وہ کتوں کو مارا کرتا تھا۔ وہ شیشے کو پیستا اور گوشت پر چھڑک دیتا۔ کتے اسے کھاتے اور سرد ہو جاتے تھے۔

میں نے امی کی الماری سے ایک بوتل چرائی۔ اسے بہت ہی باریک پیسا۔ سفوف کو پڑیا میں باندھ کر میں نے رکھ لیا۔ یہ نہایت چمکیلا سفوف تھا ——— دوسرے دن میں نے چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں۔ میں نے چاقو سے ان میں شگاف کئے اور وہ سفوف ان بھر دیا۔ اس نے تین روٹیاں کھائیں۔ میں نے ایک۔ اور باقی چھ روٹیاں میں نے تالاب میں پھینکدیں ——— تم جانتی ہو کہ اس دن دو راج ہنس تالاب میں مرے ہوئے پائے گئے تھے۔ یہ اسی کا نتیجہ تھے خاموش ——— خاموش ——— سنو ——— مجھے اپنا بیان ختم کر لینے دو ——— میں کیوں نہ مری ہے ——— میں بچ گئی۔ لیکن اس دن سے میری صحت بگڑنی شروع ہو گئی۔ اور میں دائم المرض ہو گئی۔ یہ سب اسی کا اثر تھا۔ وہ مر گیا تم جانتی ہو ——— بعد ازاں ——— ہمیشہ ——— میری زندگی تلخ ہو گئی۔ میری صحت نے جواب دیدیا۔ اور میں اسوقت سے قسم قسم کی ایذائیں برداشت کر رہی ہوں۔ میرا ضمیر مر گیا۔ اہرمن مجھ پر غالب آ گیا۔ میں نے قسم کھائی کہ میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ اور میں ایک نہ ایک دن تمہیں یہ داستان غم سناؤں گی۔ مگر میں ڈرتی تھی۔ میں سوچا کرتی تھی کہ میں یہ داستان کیسے سناؤں۔ کس دن سناؤں ——— وہ وقت آ گیا۔ آہ کتنا خوفناک ہے! بڑی بہن مجھے معاف کر دو میں تمہاری مجرم ہوں ———

میں صبح شام۔ رات دن اپنے کئے پر پشیمان تھی۔ میں اپنے انجام سے ڈرتی تھی اور اکثر اپ ہی آپ کہتی تھی کہ ایک نہ ایک دن یہ راز ضرور افشا ہو گا۔ اور مجھے یہ تمام واقعہ تمہیں سنانا پڑے گا۔ میں اس وقت کا انتظار کرتی تھی ——— اب میں نے ساری داستان سنا دی ——— خاموش ——— ابھی خاموش ——— اُف۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ آہ مرنے کے بعد جب میں اس سے ملوں گی تو وہ مجھے کن نگاہوں سے دیکھے گا۔ آہ۔ بخش دو۔ میرے گناہ بخش دو۔ میری تقصیر معاف کر دو۔ اگر تم میرے گناہ معاف کر دو گی تو وہ بھی ممکن ہے معاف کر دے ——— اُف ——— آہ ——— روحانی باپ آپ ہی انہیں سمجھائیے۔ کہ وہ میرے گناہ بخش دیں۔ میں نہایت بری طرح سے مروں گی۔ میری موت نہایت عبرتناک ہو گی۔ اگر تم میرے گناہ معاف نہ کرو گی ———"

وہ خاموش ہو گئی۔ اس کا سانس نہایت تیزی سے چلنے لگا۔ وہ اپنے کمزور ہاتھوں سے اپنے بال نوچ رہی تھی۔ زہرہ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اور وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گئی۔ وہ ہرمز کے متعلق سوچ رہی تھی۔ وہ دن اسے یاد آ گئے۔ ان کی زندگی کس مزے سے گذرتی اگر وہ سنا دی کر لیتی۔ ہرمز کا خیال اس کی رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا۔ وہ اس کے خیال میں گھل گھل کر آدھی رہ گئی

جوانی کا نقشہ اس کی آنکھوں میں پھر گیا۔ وہ بے اختیار رونے لگی۔ موبد اٹھ کھڑا ہوا اور نہایت متانت سے بولا "زہرہ تمہاری بہن اب دم توڑ رہی ہے۔ وہ اس دنیا میں چند ساعت کی مہمان ہے۔ وہ تھوڑے عرصہ میں اجل سے ہمکنار ہونے والی ہے" زہرہ چونکی۔ اس نے اپنے چہرے سے آنسو پونچھے۔ اپنی بہن کو گود میں لیا۔ اور کہا "میں نے تجھے معاف کیا۔ میں نے تیری خطا بخشش دی۔ پیاری بہن میں نے تجھے معاف کیا" اس کے بعد نوشابہ میں کچھ نہ تھا۔

صحیفۂ وارث

سب سے پہلا وارثی مذہبی اسلامی رسالہ جو عنقریب یادگار وارث کو قائم رکھنے کی غرض سے دیار محبوب (دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی) سے ہر قمری ماہ کے اوّل ہفتہ میں بہ پابندی اوقات و بہ کمال زیب و زینت بہ سرپرستی عالیجناب ہز اکسلینسی سر راجہ اجگان مہاراجہ سر کشن پرشاد صاحب بہادر شاد جی۔ سی۔ آئی۔ ای یمین السلطنۃ و سابق مدار المہام و پیشکار حضور نظام تاجدار حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ شایع ہوگا۔ اسمیں مذہبی اخلاقی ادبی مضامین کے علاوہ فلسفۂ الٰہیات کے نکات تصوف کے کمالیتی مکشوفات ہر مذہب و ملت کے اکابر کے تذکرات۔ بزرگان دین کے حالات اور اولیاء اللہ کے مقدس سوانحات و ملفوظات شایع ہوں گے و نیز مجاہدۂ نفسانی و تزکیۂ روحانی کے وہ طریق عمل بتائے جائینگے جس سے ہر طالب عالم سفلی میں بیٹھا ہوا عالم برزخ کے اسرار مشاہدہ کر سکے غرضکہ صحیفۂ وارث بحالت مجموعی بنی نوع انسان کو صراط مستقیم کا وہ اصلی و حقیقی پہلو بتا دے گا جسپر چلنے سے ہر ایک شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی۔ یہود ہو یا نصاریٰ۔ ہندی ہو یا چینی مشرقی ہو یا مغربی القصہ کوئی بھی ہو اور کہیں کا بھی ہو۔ بستان محبت میں داخل ہو کر گلزار عشق کی بوئے وحدت سے مست و سرشار ہو کر اتحاد و اتفاق کی روشوں پر بلا تفریق مذہب و ملت ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر گیگا

ع من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

قصہ مختصر صحیفۂ وارث ان پاک روحوں کیلئے جنھوں نے ازل میں الست بربکم کی صدا پر قالو بلیٰ کا اقرار کیا ہے ایک سچے اور سریع الاثر محرک کا کام دیگا۔ باوجود ان تمام ظاہری و باطنی خوبیوں کے اور اس عالمگیر گرانی کی حالت میں جبکہ ہر شے کمیاب بلکہ نایاب ہو رہی ہے عام چندہ سالانہ صرف معہ محصول ڈاک ہے۔ ارباب کرم و اصحاب والا ہمم از راہ معاونت و سرپرستی جو کچھ بھی عطا فرمادیں وہ انکی عالی ہمتی و حوصلہ مندی پر منحصر ہے کیونکہ دنیا کا کوئی کام ہو محض پبلک و قوم کی جمعیت اور اعانت کا محتاج ہے چنانچہ صحیفۂ وارث بھی ناظرین کی خدمت میں یہی آرزو لیکر حاضر ہوگا جلد سے جلد درخواست خریداری روانہ فرمائیے تاکہ رسالہ جاری کر دیا جائے

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام جنرل منیجر رسالہ صحیفۂ وارث مقام دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی (اودھ) ہونی چاہئے

فردوسِ گم شدہ

کل فریبِ چشمِ نظارہ تھی اک بزمِ نشاط گوشہ گوشہ جس کا صد فردوس در آغوش تھا
آئینے، موجۂ تسنیم تھے
غاشئے، جادۂ تسلیم تھے
پھول تھے یا آفتاب قمقمے تھے یا شہاب
ذرہ ذرہ سے طلوعِ بادۂ سرجوش تھا
قطرہ قطرہ کثرتِ مستی سے کوثر نوش تھا

عکس آئینوں میں حوروں کا مرقع تھا جمیل جتنی تصویریں تھیں سب میں زندگی بیدار تھی
تازگی، نور برساتی ہوئی
روشنی، طور چمکاتی ہوئی
چاندنی کی سلسبیل روشنی میں تھی وخیل
موجِ دودِ شمع ہنسنے کے لئے تیار تھی
فوجِ پروانوں کی تاروں کی طرح سیار تھی

صدرِ بزمِ عیش اک ساقی تھا، ہمرنگِ شراب جس کی آنکھیں مثلِ ساغر کیف سے لبریز تھیں
مبغچے، مست اور جھومے ہوئے
زمزمے، شہد میں ڈوبے ہوئے
رقص میں تھی کائنات وجد میں تھی خود حیات
بے ارادہ جتنی سانسیں تھیں ترنم خیز تھیں
جسقدر نظریں تھیں فی الجملہ تبسم ریز تھیں

کر دیا تاراج محفل کو طلوع صبح نے وہ جناں سامانیاں، خواب پریشاں ہوگئیں
مستیاں، دفعتاً غائب ہوئیں
خوبیاں، مطلقاً غائب ہوئیں
ہر کرن تھی اک حجاب چھپ گئی بزم شباب
محفلیں گم ہوگئیں، نظروں سے پنہاں ہوگئیں
جنتیں دنیا میں نکہری تھیں کہ ویراں ہوگئیں

طالب احمدی سیمابی

قصر الادب کا کوکب موعود
ثریا

یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ شائع ہوگیا۔ اسکے اخلاقی، اور ادبی مضامین طلبا اور عام علم دوست حضرات کیلئے واقعی عجیب الاثر ہیں۔ انداز بیان اور اسلوب نگارش میں "ثریا" کے مضامین تمام ادبی اور علمی رسالوں سے فائق ہیں۔ ہر مضمون میں ایک اثر اور ہر نظم میں ایک خاص دلکشی پنہاں کر دیگئی ہے۔ "ثریا" کی ہمگیر کرنوں نے یوپی اور پنجاب۔ دکن اور سندھ کے دامن آپسمیں سی دئے ہیں۔ اس کی الہامی اٹھان۔ اور معصوم نوخیزی نے مغایرت اور بیگانگی کی خلیج کو پاٹ دیا ہے۔ اس میں جمنا کا تقدس اور راوی کا ترنم ایک ہی گھاٹ پر رقصاں نظر آتا ہے۔ آپ کم سے کم نمونہ ہی دیکھ لیں۔

ہر مہینے ایک متین مگر نایاب تصویر بھی ہوتی ہے

قیمت سالانہ صرف دو روپیہ۔ ششماہی ایک روپیہ چار آنہ۔ نمونہ کے لئے ۳ر کے ٹکٹ بھیجئے

"ثریا" کی توسیع اشاعت کے لئے ہر شہر میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے

مینجر "ثریا" قصر الادب آگرہ

ہندوستان کے عریاں نظر نکتہ چیں

(حضرت ارشد تھانوی کا مکتوب گرامی)

لکھنؤ کے اقتدار پرست مصلحت کوش اور باد ہائے خود، مقبول وجہاں عزیز جریدہ، مرقع کے نمبر ۱ جلد اول میں، مولوی مسعود الرحمان خاں صاحب ندوی کا ایک علمی مضمون "ہندوستان کی عریاں نویس خواتین" کے متعلق شائع ہوا ہے۔ نذر سجاد حیدر صاحبہ کے فسانوں پر جو ریویو اس میں کیا گیا تھا، اس کا جواب مرقع ہی کے اگلے نمبر میں کنیز فاطمہ علی احمد صاحبہ کے نام سے چھپ گیا ہے، لیکن یو۔ پی کے مشہور حامی نسواں رسالہ کی انشا پرداز خواتین کی نسبت جو الزامات عائد کئے گئے ہیں، اس کی مدافعت کی کوئی کوشش، حیات تازہ کے باوجود، نقش مصور کے مصوروں کی طرف سے عمل میں نہیں آئی۔ شعر الحرم کے تحت میں عرب اور انگریز شاعر عورتوں کے تاریخی اقتباسات دیدینے سے جنکا پیمانہ نمبر ۱ (جلد ۵) حامل ہے۔ کام نہیں چلتا۔ اور قدرتاً مخاطب ہوکر کہنا پڑتا ہے کہ ؎

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا
کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا

نثر کے جو اقتباسات ندوی، خانصاحب نے دئے ہیں، ان کی تاویل چاہے آپ نہ فرمائیے، مگر خدا کے لئے بتائیے کہ "تصویر ساغر دیکھکر" ایک عورت نے یہ کیونکر کہا کہ ؎

تری مستیاں وہ سمجھے جو خراب رنگ و بو ہو
ارے او جوان ساغر یہ جہاں ہو اور تو ہو

پیمانہ کے جس نمبر میں نظم نکلی تھی اسے دیکھکر میرے ایک مدعی طبع سلیم دوست نے مجھ سے بھی تقدس مآبی کے انداز میں یہی سوال کیا تھا۔ میں نے کہا۔ کیوں صاحب! جب اسی آگرہ کے ایک رسالہ میں بمبئی کی کسی حسینہ کی تصویر نکلی تھی، تو اسکی متعلقہ نظم کا یہ شعر پڑھکر آپ بار بار جھومتے تھے ؎

کس بات پر آمادہ کس دھن میں کھڑی ہے تو
عالم کو مٹا دے گی کیا اسپہ اڑی ہے تو

اب اگر اسی قسم کی صحیح جذبات کا اظہار کسی عورت نے ایک پرشباب نوجوان کو دیکھکر دعائیہ پیرایہ میں کر دیا تو آپ اسقدر

چراغپا کیوں ہوتے ہیں؟ مرد تو اپنے جذبات شعری کا موضوع عورت کو بنائیں، مگر عورت کا موضوع مرد نہ ہو، کیا خوب، کس قدر خلاف فطرت توقع، آپ اس سے کرتے ہیں۔ ہندی شاعری قدیم سے فطری اصول کے ماتحت ہے اور اس میں مرد کی خصوصیات ہمیشہ عورت کی طرف سے پوجی گئی ہیں، لیکن اردو شاعری کے سر سے کوئی تاویل کوئی سعی اس الزام کو رفع نہیں کرسکتی کہ اس نے عورت کے حقوق مرد کی طرف منتقل کر رکھے ہیں اور ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

کے حوالہ سے یہ سرتاپا غلط استدلال ہے کہ مردانہ ضمائر کے پردہ میں دراصل مخاطب صحیح عورت ہی ہے ؎

خط بڑھا۔ زلفیں بڑھیں، کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

یا "ابتو خط آنیلگا شاید کہ خط آنیلگا" جیسے بھونڈے مستثنیات میں شامل حوالہ جات پر استدلال نہیں کرتا بلکہ غالب کا یہ سنجیدہ شعر پڑھکر ؎

سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسش حال
کہ یوں کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہئے

پوچھتا ہوں کہ اس انتہائی وضعداری و پاس تہذیب کے باوجود کونسا ماحول پیش نظر ہوتا ہے، آیا یہ تخاطب ایک عورت کے ساتھ ہوسکتا ہے، کہ سر رہگذر ہے کیا کہئے، یا ایک مرد کی مزاج پرسی کا جواب ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ فارسی شاعری کے منافی اخلاق تتبع نے "ترک شیرازی" کو اردو شاعری میں ؎

تم نہ پہنا کرو ہر روز گلابی ٹوپی
بلبل بے ادب آ بیٹھے نہ ایکاں سر پر

سنوا کر ہندوستانی چھیلا بنا دیا ہے اور اب اس کی اصلاح کی صورت یہی ہے کہ اردو شعر میں بتدریج ضمائر کا تغیر صلیت کی طرف ہوتا چلا جائے۔ عورتوں کی شاعری کے مخاطب مرد، اور مردوں کی شاعری کا مرکز عورتیں ہونا چاہئیں۔ رہا عورتوں کی عصمت و عفت کی حفاظت کا سوال! تو اردو کیا فارسی، اور فارسی کیسی، دنیا کی کسی زبان کی شاعری نے بھی عورت کی معصومیت کو محفوظ چھوڑا ہے؟ نسائیت کا کونسا راز ایسا ہے جو دنیائے شعر میں منظر عام پر نہیں لایا گیا۔ اور پردہ کی کونسی بات ایسی رہگئی ہے جو ڈھکی چھپی چھوڑی ہو۔ مذہبی کتابوں میں، تاریخی داستانوں میں، سیاسی، جغرافیائی تحریروں میں، معاشرتی قصص اور ملکی

افسانوں میں، مردوں کے قلم نے عورتوں کی ایسی ایسی پردہ دری کی ہے اور تین سے تین تصنیفات میں ایسی ایسی فحش بیانیاں کی گئی ہیں کہ نام نہاد عریاں نویس، خواتیں ان کے چھپنے کی تاب بھی نہیں لاسکتیں۔

مسعود الرحمان خانصاحب لکھتے ہیں کہ "مردوں کی طرف سے جو لٹریچر ادب اردو کے پردے میں پیش کیا گیا ہے وہی برانگیختگی جذبات کے لئے کیا کم تھا مگر یہ تو بقول شخصے، انتہائی قیامت ہے کہ بعض جوان و ناتجربہ کار لڑکیاں مردوں کو بے تابانہ دعوت محبت دے رہی ہیں" مرد کو دعوت محبت دینا عورت کا مقصد تخلیق اور منشائے حیات ہے، ابتدائے آفرینش سے یہی ہوتا رہا ہے، اور ہمیشہ ہوتا رہیگا۔ اگر عورت ایسا نہ کرے تو وہ عورت نہیں کوئی اور جنس ہو جائیگی۔ اصل اعتراض یہ ہے کہ سوسائٹی کے موجودہ معیار کے خلاف عورتیں اظہار خیالات میں آزادی کیوں اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اور رواج و معاشرت کی عورت کیطرف سے یہ خلاف ورزی مرد کے لئے کس حد تک قابل برداشت ہے؟ مولانا کی رائے ہے کہ دنیا کی کوئی مہذب تاریخ کبھی ایسے حیاسوز خیالات کو تاریخ کا سرمایہ نہیں بنا سکتی۔ آج ادب اردو کے پردہ میں ہماری خواتین کی طرف سے جو نجس زہر آلود مواد فراہم کیا جارہا ہے وہ کبھی بھی کام آنیوالی چیز نہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لیکن جب ادب اردو کا ابتدائی مواد مردوں نے فراہم کرنا شروع کیا تھا۔ اس وقت اس میں بھی ایسا ہی نجس اور زہر آلود مادہ فراہم ہوتا تھا اور آج تاریخ شاہد ہے کہ وہی اس کا سرمایۂ ناز بنا ہوا ہے۔ اور اسی چراغ سے یہ چراغ بھی روشن ہو رہے ہیں۔ قدما سے لیکر اسوقت تک کے ممتاز مشاہیر نظم و نثر کو لیجئے۔ تصانیف کا جائزہ لیتے وقت ظاہر ہو جائیگا کہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ نسائیت کو ضرور موضوع بنایا گیا ہے اور حد درجہ بیباکی کے ساتھ اُس کی عریانی کو مبتذل حالت میں پیش کیا گیا ہے۔ کچھ بھی نہیں تو جملۂ معترضہ ہی کے طور پر ننگی لچی حالت میں دکھا دیگئی ہے۔ اور ہمارا ذوق ادب اس کا اسقدر خوگر ہو گیا ہے کہ محتاط سے محتاط تصانیف میں بھی ہمیں اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ اس مادی دنیا سے قطع نظر کرکے جب ہم عالم روحانیت میں پہونچتے ہیں، اور مذہبی تصنیفات میں سراپا تقدس ہی تقدس نظر آتے ہیں۔ تب بھی غریب عورت کی مٹی پلید کئے بغیر نہیں رہتے۔ اور استعارہ و تمثیل ہی میں اس کے کپڑے اوتارتے چلے جاتے ہیں۔ جس عفت و عصمت کا مطالبہ عورتوں سے کیا جاتا ہے، کیا اسکی کوئی ذمہ داری مردوں پر عائد نہیں ہوتی؟ اور مرد خواہشات کی انتہائی حدود سے گذر جانے پر بھی معصوم الموجودات، مگر عورت پاکیزہ سے پاکیزہ فضاؤں میں بھی لعنت ہستی ہے۔

میں متحیر ہو گیا۔ جب میں نے مسعود الرحمن صاحب کے مزعومہ گندہ اور حیاسوز لٹریچر کے انتخاب میں یہ اشعار دیکھے۔

خبر میری نہ لی، برباد کرکے فتنہ گر تو نے
میں تکتی رہ گئی اور پھیر لی اپنی نظر تو نے

اسی شعر میں اگر "تم" پر تکرار ہو گیا اور پھیر لی اپنی نظر تو نے" لکھا ہوتا تو معترض صاحب بھی دل تھام کر رہ جاتے

سزا ملتی ہے لیکن بیوفا ایسی نہیں ملتی
ہمارے جرم الفت پر ستایا عمر بھر تو نے

کوئی عریانی، حیاسوزی، بیعزتی، بظاہر اس شعر میں نظر نہیں آتی۔ یوں تصوف کا میدان بہت وسیع ہے۔ جو مفہوم چاہے پیدا کر لو! ایک صاحب فرماتے تھے کہ کوئی نامعقول سے نامعقول شعر بھی ایسا نہیں جس میں لطیف سے لطیف معانی نہ پیدا کئے جا سکتے ہوں۔ انکے سامنے تمثیلاً یہ شعر پڑھا گیا ؎

تجھے میں نے چرخ دینے کو گھوڑا دیا
کہ اس مال زادی کو جوڑا دیا

سنتے ہی بول اٹھے کہ مالزادی کی ضمیر زوال دنیا کی طرف پھیر دیجئے۔ اور اس شعر کو ارشاد خداوندی کا حامل سمجھ لیجئے بالکل اسی طرح کوئی مقدس سے مقدس کلام بھی ذلیل سے ذلیل مفہوم سے نہیں بچ سکتا۔

جاتے ہیں وہ بگڑ کر لیکن یہ بات کیا ہے — پھر پھر کے دیکھتے ہیں کیا جانے کیا ہے جی میں
اے ناوکِ نگاہِ مست مے تظلم ہے — زخمی کیا جگر بھی کیوں دل کی دشمنی میں
بن کر گدائے الفت مضراب عشق لیکر — جاؤں میں اس بہانے اس شوخ کی گلی میں

تینوں شعروں کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ عورت کے نام سے شائع ہوئے ہیں، کوئی غیر معمولی بیباکی، یا فحش ان میں مستور نہیں، مشاعرہ میں کسی پختہ مشق کی زبان سے ارشاد ہوتے تو چھتیں اڑ جاتیں۔

پھر بہار آئی کیا پھولوں نے سامان جنوں — پتی پتی اب نظر آتی ہے عریانِ جنوں
ہاں فداوحشت فروش آنکھوں کو کر تو دطلوع — آج کچھ بیکار بیٹھے ہیں پریشانِ جنوں
تم نظر بھر کر نہ دیکھو چشم یاس عشق کو — چبھ نہ جائے حسن کے سینہ میں پیکانِ جنوں

یہ غضب نہیں تو اور کیا ہے کہ متذکرہ بالا اشعار "نسوانی عریاں نگاری" کے نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں، واللہ کیا لاجواب مطلع ہے ؎

پھر بہار آئی کیا پھولوں نے سامانِ جنوں — پتی پتی اب نظر آتی ہے عریانِ جنوں

کہیں لفظ، عریاں ہی سے تو ندوی مولانا کو اس شعر کی عریانی کا یقین نہیں ہو گیا۔ اگر انہیں عورتوں کی شاعری پر اعتراض ہی کرنا تھا تو اتنا کافی تھا کہ غزلگوئی و شعر نگاری، صنف لطیف کے لئے زیبا نہیں۔ لیکن عریاں اشعار کے ایسے منتخب نمونے

پیش کرنیکی مطلق ضرورت نہ تھی، میں کہتا ہوں کہ عورتیں شعر نہ کہیں، بلکہ پڑھیں بھی نہیں، لیکن اگر کہیں تو ہ کن الفاظ میں، کس موضوع پر، کس تخیل کے ساتھ۔ کیا اس طرح۔

خبر تم کو اے، بی صنو بر ہوئی — سنا ہے کہ بلّی کبوتر ہوئی
کہا کس نے جادو کو برحق نہیں — مجھے تو پس و پیش مطلق نہیں
بہت ہی برا ہے ہوائی جہاز — نہ لانا مرے گھر تو بھائی جہاز
گئے تھے جو پردیس کو جیل میں — وہ آئے ہیں اب بیٹھکر ریل میں

زبان اُردو نے اپنی پیدائش سے اب تک جو سرمایۂ علم و ادب حاصل کیا ہے، جب عورتیں تعلیم پائینگی، تو اُسی سے استفادہ کرینگی آپ کہتے ہیں کہ یہ شجر ممنوعہ ہے تو پھر آخر اور کونسا لٹریچر ان کیلئے مخصوص کر دیا ہے۔ کیا مرحوم ڈپٹی نذیر احمد اور ان کے بھانجے مولانا واشد الخیری کی چند کتابیں، یا دو چار مصنفین کے کچھ صفحات تمام ہندوستان کی عورتوں کے لئے عمر بھر کو وجہ انہماک ہو سکتے ہیں؟ اس سے تو بہتر یہی ہے کہ ہزار میں ایک عورت جو شدبد حاصل کر لیتی ہے اس کو قطعی معصیت قرار دیدیا جائے۔

اندروں قصر دریا تختہ بندم کردہ ئی
باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کمال ہے کہ عورتیں لکھنا پڑھنا بھی سیکھیں اور پڑھیں لکھیں بھی نہیں۔ ایک صاحب جو تتلے تھے بچہ کو، الف، با پڑھا رہے تھے۔ جب ق پر پہونچے تو فرمانے لگے کہ سنو میاں، میں تو کہتا ہوں۔ ٹاف۔ تم ٹاف نہ کہنا۔ لڑکے نے حیران ہو کر پوچھا تو میں کیا کہوں؟ بہت قرأۃ سے فرمایا تم کہو "ٹعاف" سمجھے، بچہ بہت حیران ہوا۔ اور باوجود سخت کوشش کے ٹاف کو قاف نہ کہہ سکا۔ اسیطرح جو صاحب عورتوں کی شاعری کو قابل اعتراض، حیاسوز، مہلک اثرات ڈالنے والی قرار دیتے ہیں، اور ان کی فسانہ نگاری و انشا پردازی پر بیباکی و بیحیائی کا الزام عائد فرماتے ہیں ان کو چاہئے کہ مردوں کی فسانہ نگاری و انشا پردازی کا قدیم و جدید ذخیرہ جو ان عیوب سے پاک ہو، مرحمت فرمائیں کہ دیکھو یہ دیوان کے دیوان، اور فسانوں کے ڈھیر ہیں، جنمیں انشائے لطیف اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود ہے۔ اور کہیں ایک لفظ ایک حرف بھی ایسا نہیں، جس پر انگلی رکھی جا سکے، ورنہ ٹاف کا قاف ہونا بہت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

ارشد تھانوی

سردی کا چاند

(از:- منظر صدیقی سیمابی اکبرآبادی مدیر "شریا")

صاف ہے سطحِ سما بھیگی ہوئی ہے فضا اب ہے خموش آسماں جوش پہ ہیں سردیاں

ژالہ فشاں ہے ہوا چاند ہے نکھرا ہوا جوشِ تپش ہیں یہاں گرم نگاہیں نہیں چاند سے سرگوشیاں کرنے کو آہیں نہیں

خلق ہے خوابِ آشنا کوئی نہیں دیکھتا سرد ہے عالم مگر چاند ہے گرم سفر

دیدۂ خود بین بتا عالمِ سرما ہے کیا؟ اور نہیں چاند پر اب وہ ہجومِ نظر

عالمِ سرما ہے کیا، خلق پہ چھایا ہوا یا ہے کوئی سرد مہر دل میں سمایا ہوا صاف ہوئی رہگذر رات ہے گویا سحر

ہے وہی شانِ طلوع چاند ہی جانِ طلوع برودِ گراں تر بسر اٹھکے ذرا غور کر

جلوہ فشانِ طلوع رنگِ جہانِ طلوع اٹھکے ذرا غور کر دیکھ خمِ انقلاب چاند وہی ہے مگر صرفِ غمِ انقلاب

بادہ چکانِ طلوع سرّ عیانِ طلوع چاند وہی شب وہی چاندنی کا ڈھب وہی

نام و نشانِ طلوع نونِ اذانِ طلوع مجلسِ کوکب وہی منظرِ انسب وہ ہی

نونِ اذانِ طلوع دائرۂ ماہ ہے کیوں نظرِ کارواں خاک پہ گمراہ ہے؟ مہر کا منصب وہی ماہ کا موکب وہی

خفتہ ہیں مہتابیاں نیند میں ہے گلستاں آنکھ وہی لب وہی تو وہ نہیں سب وہ ہی

قسمتِ اہلِ جہاں اب وہ تماشا کہاں تو وہ نہیں سب وہ ہی دیکھنے کی بات ہے صرف تلوّن پسند ایک تری ذات ہے

دشت کا دھندلا سماں کُند ہے آبِ رواں

مُقدس سانپ (فسانہ)

(بہ سلسلۂ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

لوروں نے اس حقیقت کو تاڑ لیا اور کہا "بس" ——

پھر اپنے کندھے ہلا کر شہزادہ کی طرف دیکھنے لگا، جس نے ساریتا کی طرف اشارہ کیا، لوروں نے ہاتھ ہلائے، اور سازندوں نے جو اسے بغور دیکھ رہے تھے، "رقص خاص" کا راگ شروع کیا، ایک لمحہ کے لئے ساریتا بالکل بے حس و حرکت کھڑی رہی، اسکی باہیں کھلی تھیں اور وہ محبت بھری نگاہوں سے ارکیس کی طرف دیکھ رہی تھی، موسیقی دلکش، مدہم اور غمگین تھی، اس میں ابھی ابھی تک کوئی سرگرمی نہ تھی۔

اچانک ساریتا نے اپنے جسم کو جھٹکا دیکر رقص کرنا شروع کیا وہ ایک چھوٹے سے لکۂ ابر یا شعلے کی مانند حرکت کر رہی تھی، اس کی آنکھیں نیم وا اور اس کا سر اسقدر پیچھے گرا ہوا تھا، کہ اس کا سفید گلا صاف دکھائی دیتا تھا، وہ عورت کے بھیس میں مسرت تھی، لوگ اسے بغور دیکھ رہے تھے اور خاموش تھے، لوروں مسکرا رہا تھا، اور اسکی ہر حرکت پر تڑپ جاتا تھا، ساریتا کے پہلو میں اسوقت ایک عورت کا دل تھا، جو مسرت سے اچھل رہا تھا، وہ اپنے اعضا اور اپنے جسم کی حرکات اور پر معنی چہرے کے حسن سے ایک عورت کی ساری وارداتِ قلب بتا رہی تھی۔

موسیقی کی لے کے ساتھ وہ بھی تیز ہو گئی تھی، اور حیرت انگیز سرعت سے ناچ رہی تھی، وہ جھومتی تھی، مسرور تھی، اور خوشی کی دلکش حرکات سے ہوا پر لپٹتی دکھائی دیتی تھی، اس کی بڑی بڑی آنکھیں اس کے جسم کا ہر عضو محبت اور شوق سے لبریز تھا، اسکے بازوؤں کی سانپ جیسی حرکات میں، اسکے نازک ہاتھوں میں، اس کے خوبصورت سینہ میں، اس کے سفید گلے میں محبت ہی محبت بسی تھی وہ ارکیس کی طرف دیکھ رہی تھی، وہ ارکیس جو اس کے دل و جان کا مالک تھا، وہ ارکیس جس کے لئے وہ رقص کر رہی تھی۔

سازندوں نے ایک آخری سُر نکالا، ساریتا نے ایک چکر لگایا، اور خاموش کھڑی ہو گئی، اس کی باہیں کھلی اور اس کا چہرہ سیب کے مانند سرخ تھا، وہ اپنی کامیابی کی خوشی سے کانپ رہی تھی، لوگ سمندر کی موجوں کی طرح اٹھے، اور چلا چلا کر اس پر پھولوں کی بارش کرنے لگے، ساریتا نے ان کا دل موہ لیا تھا۔

ارکیس قربانگاہ کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا ساریتا کو سلام کر رہا تھا، گویا وہ ایک دیوی تھی جس کی وہ پرستش کر رہا تھا۔ وہ ابھی تک بیٹھا ہی تھا، کہ اس نے ایک آدمی کو ساریتا کی طرف بے تحاشا دوڑتے دیکھا، جس نے چیتے کی کھال پہن رکھی تھی، یہ میلو پہلوان تھا، وہ ساریتا پر جھپٹا، اور اپنے بازو اس کے جسم کے گرد لپیٹ دئے اور اسے اٹھا کر سر سے بلند کر لیا، ساریتا کا چہرہ آسمان کی طرف تھا اور سیاہ بال ہوا میں لہرا رہے تھے، میلو نے چلا کر کہا "انعام۔ شہزادہ صاحب! ایک انعام! میں اس کا دعویدار ہوں!"۔

(۶)

ہجوم نے چلانا شروع کیا "میلو! میلو! وہ میلو کی رفیقہ ہے!"

پھر ہر طرف خاموشی چھا گئی، ایک نوجوان کود کر آگے بڑھا، اور اور ایک غضبناک دیوتا کی مانند میلو پر جھپٹا، یہ ارکیس تھا، اس نے میلو کو گلے سے پکڑ لیا، اور جونہی میلو کے بازو ڈھیلے اور کمزور ہوئے اس نے سارینا کو ان کی گرفت سے علیحدہ کر کے ایک طرف ہٹا دیا اور کہا "مجھے اس سے محبت ہے اور یہ میری ہے"

سارینا نے کہا "اسے تیچا دکھاؤ۔ ورنہ میں مر جاؤنگی"

ارکیس فوراً پلٹ کر میلو کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ میلو جسکا کسی نے بھی ایسی دلیری سے مقابلہ نہ کیا تھا۔ ارکیس نے کہا "اوچربی کے پہاڑ، یہ میری ہے"

میلو ہنسا، ہجوم نے چلا کر کہا "انہیں اسکے لئے لڑنے دو"

عورتوں نے ایک دوسرے سے چمٹ کر اور دونوں طرف اشارہ کر کے چلانا شروع کیا "انہیں لڑنے دو، انہیں لڑنے دو!"

لیکن وہ اسوقت بھی لڑ رہے تھے جب عورتیں چلا رہی تھیں، نہ تو انھوں نے رسم کا انتظام کیا، نہ شہزادہ سے اجازت لی، اور نہ "میر رسوم" کی آواز ہی سنی، وہ تپھر کے اس چمکدار فرش پر لڑ رہے تھے جہاں سارینا ناچی تھی، وہ سارینا جسے حاصل کرنے کے لئے دونوں لڑ رہے تھے۔

ہجوم خاموش تھا، یہ ایک سانڈ اور چیتے کی لڑائی تھی، میلو جھک گیا اس نے اپنا سر اپنے کندھوں سے لگانا شروع کیا، وہ شیخی بگھارا کرتا تھا، کہ وہ ایک ہی گھونسے سے اپنے حریف کو لنگڑا کر دیتا ہے، وہ گھونسوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا، اور انہیں ایک چٹان کی طرح برداشت کرتا ہے۔

لیکن یہ نوجوان اس کے لئے ایک غیر معمولی انسان تھا۔ ایک چھپا ہوا شعلہ، ایک چیتا، ایک گندمی نوجوان جو بہت شہ زور اور چالاک تھا، ارکیس بالکل مطمئن تھا، وہ میلو جیسے کئی پہلوانوں سے لڑ چکا تھا، جو مار کھاتے جاتے، اور ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔

ارکیس بڑی مکاری اور چالاکی سے وار کرتا تھا، وہ ایسے گھونسے رسید کر رہا تھا، جو روکنے مشکل تھے، میلو نے غصے سے ارکیس کو گھونسہ رسید کیا، جو ہوا میں خالی گیا جسکے ساتھ ہی ارکیس نے اسکی پسلیوں میں ایک زبردست گھونسہ رسید کیا، وہ غضبناک ہو کر ارکیس کو کچلنے کے لئے آگے بڑھا، لیکن وہ کمال پھرتی سے بچ گیا، عورتوں نے چلا چلا کر کہنا شروع کیا "وہ ایسا اچھا لڑتا ہے جیسا سارینا ناچتی ہے"

ارکیس پھر جھپٹا، اور میلو کو حیرت انگیز طریقہ سے مارا، پھر پیچھے ہٹا، اور ایک تیز جست سے اس کا گلا پکڑ لیا، میلو کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

سارینا مسکرائی، اسکی آنکھوں سے خوف رخصت ہو چکا تھا۔ میلو اور اس کی طاقت کا خوف، گلے کے گھونسے سے میلو گر پڑا اور بری طرح زخمی ہوا، وہ اٹھا اپنی پوری طاقت سے ایک بھینسے کی مانند جھپٹا، لیکن ارکیس اس عمدگی سے بچا جس طرح دھواں بنکھے سے۔

لوگ کہنے لگے "وہ تو اسے چھو بھی نہیں سکتا"

"یہ تو ایسا ہے، جیسے ایک سانڈ کسی سایہ کو اچھالنے کی کوشش کرے"

اب ارکیس پھر جھپٹا، میلو کی طاقت جواب دے چکی تھی، وہ ایک بلند چٹان کی مانند کھڑا تھا، اس کا سر نیچے گرا ہوا تھا، ارکیس اسے پوری طاقت سے مار رہا تھا، وہ مار کھا رہا تھا اور جواب نہ دیتا تھا، یکایک چٹان لرزی اور میلو گر پڑا، ہجوم نے چلانا شروع کیا، عورتوں کی آوازیں ارکیس کی جانب تھیں۔

"نوجوان ہی جیتا"

"سارینا اس کی ہے"

سارینا دوڑ گئی اور اپنی باہیں ارکیس کے گلے میں ڈالدیں، دونوں لپٹ گئے، اور مردوں نے ارکیس پر اور عورتوں نے سارینا پر رشک کیا۔

(۷)

فتح و مسرت کی اس مبارک گھڑی میں ایک قرنا کی آواز آئی اور عظیم الشان ہجوم خاموش ہو گیا۔ سب لوگوں پر موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ کسی دیوتا نے انھیں پتھر بنا کر ان کے جوش و خروش کو خاموشی میں تبدیل کر دیا ہے، کوئی زن و مرد حرکت نہ کرتا تھا، یہانتک کہ شہزادہ مینوس بھی اپنی کرسی پر خاموش بیٹھا تھا، رقاصہ لڑکیوں کا طائفہ تصویر بنا کھڑا تھا، میلو جہاں گرا تھا، وہیں پڑا تھا اور ارکیس اور سارینا ایک دوسرے کی آغوش میں تھے ایک دفعہ پھر قرنا کی آواز آئی، ابھی تک خاموشی چھائی ہوئی تھی، بہار آگئی تھی، بزرگ دیوی زمین پر جلی تھی، اسکی عبادتگاہ کے دروازے کھلے تھے، ارکیس نے، جو سارینا سے لپٹا تھا، مقدس بالاخانہ کی طرف دیکھا، اس کے دروازے کھلے اور ان میں ایک عورت نمودار ہوئی، جسکے سر پر سونے کی ٹوپی تھی، وہ ارغوانی رنگ کا ایک شاندار لباس پہنے تھی، جس پر ایک پیٹی تھی جو قیمتی جواہرات سے مرصع تھی، ایک سانپ اس کے کندھے پر کنڈلی مارے بیٹھا تھا، اور اس کا سر عورت کے سینہ کے درمیان لہرا رہا تھا،

یہ راہبہ گلانطس تھی، ماہ تمام اور بہار کی بزرگ خاتون، ایک زرد آنکھوں اور خوبصورت لیکن شیطانی چہرہ والی عورت، اس کی آنکھیں پر نفرت اور کسی چیز کی بھوکی معلوم ہوتی تھیں، اس کے نتھنے ہل رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ وہ تمام دنیا اور اسکے باشندوں کو اس چمکدار اور بھوکی شیرنی کی طرح دیکھتی ہے جس کی آنکھیں کسی شکار کی تلاش میں ہوں۔

تمام لوگ اس کے روبرو جھک گئے، لیکن خدا نفرت سے، کیونکہ وہ محبت والفت کی نگاہوں سے نہ دیکھی جاتی تھی، وہ بہت ظالم جابر اور پر نفرت تھی، وہ ایک پر راز عورت تھی جس کی روح تاریک تھی۔

سارینا نے اپنا سر ارکیس کے کندھے سے لگا دیا، دونوں عورتوں کی آنکھیں چار ہوئیں، سارینا کانپی، اور ارکیس سے چمٹ گئی اور کہنے لگی "میرے پیارے اپنا چہرہ چھپا لو"

اس نے سارینا کیطرف دیکھکر کہا "تم کس چیز سے خوف کھا رہی ہو" معاً اسے بکریوں والی بوڑھی کے الفاظ یاد آئے، اور اسے اپنے دل کی حرکت بند ہوتے دکھائی دی، گلانطس اپنی زرد آنکھوں سے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہی تھی، جس طرح شیرنی اپنے شکار کو تاڑتی ہے۔

وہ حیرت زدہ اور بے یار و مددگار کھڑا تھا، سارینا کا گرم جسم اس سے لپٹا تھا، کہ گلانطس چھڑی اٹھا کر ارکیس کی طرف اشارہ کیا، سانپ جو اس کے کندھے پر بیٹھا تھا، پھنکارنے لگا، وہ کہنے لگی "دیوی کے منظورِ نظر میری طرف دیکھ ـــــ دیوی کے دو نہا!"

تمام لوگوں کی نگاہیں ارکیس اور سارینا کی طرف اٹھ گئیں عاشق و معشوق جدا ہو رہے تھے۔ عورتوں کی زبان سے رحم کے کلمات نکل گئے، لوگوں نے بڑبڑانا شروع کیا، گلانطس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اس نے چھڑی اٹھا کر کہا "کون ہے جو مقدس قربانی کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکالے؟ سپاہیو اسے لیجاؤ"

سارینا نے گلانطس کی طرف غضب آلود نگاہوں سے دیکھا، وہ ارکیس کو چھوڑ کر مینوس کے بالاخانہ کی طرف دوڑی، اسکی آنکھیں شعلہ زن اور باہیں کھلی تھیں۔ اس نے کہا "اے شہزادہ مینوس! وہ میرا ہے، اس قربانی کو روکدو"

لیکن مینوس کے چہرے نے اسے تسلی نہ دی، یہ قربانیش کا قانون تھا، اور وہ اسے تبدیل نہ کر سکتا تھا، اس نے اپنی خوبصورت باہیں اس کی طرف پھیلا کر کہا "میں صرف رحم کی التجا کرتی ہوں، وہ موت کے منہ میں جا رہا ہے، اور وہ میرا ہے"

اس نے ارکیس کی آواز سنی، جو سپاہیوں سے جھگڑ رہا تھا، اس نے سارینا کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہا "سارینا! سارینا!"

وہ ایک رنجیدہ، پر درد اور مایوس چہرے سے اسکی طرف بھاگی، اس کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگالیا اور چوم کر کہا "آہ میرے پیارے ـــــ"

سپاہیوں نے اسے دور ہٹا دیا، وہ قربانگاہ کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی، اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا، بعض عورتیں رو رو کر کہہ رہی تھیں "وہ دعا مانگ رہی ہے"

"ایک زخمی پروں والا پرندہ"

لیکن سارینا دعا نہیں مانگ رہی تھی، اس کی محبت کا شعلہ بھڑک اٹھا تھا، جس نے اس میں نسوانی فریب و دغا کو روشن کر دیا تھا، اس نے گلانطس کی طرف دیکھا ـــ ظالم، بدکار، ارکیس کے حسن اور طاقت سے جلنے والی، ایک ایسی عورت جس کا مقابلہ فریب سے کیا جائے۔

ہجوم ابھی تک سارینا کو بغور دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے، وہ اٹھی اور لڑکھڑاتی ہوئی عبادتگاہ کی طرف گئی، جہاں گلانطس اپنی کرسی پر متمکن تھی، سارینا مقدس بالاخانہ کے نیچے گھٹنوں کے بل جھک گئی، اور اسقدر جھکی کہ اس کے سیاہ بال پتھروں سے چھونے لگے، اس نے کہا "اے بزرگ خاتون! میرا گناہ بخشدے۔ میرے غرور کو خاک میں نہ ملا"

گلانطس اس کی طرف دیکھکر حقارت سے مسکرائی اور کہنے لگی، "دیوی تمہارے لئے کوئی اور عاشق تلاش کریگی"

سارینا کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، اور وہ خاموش تھی،

(۸)

سارینا کھڑکی میں کھڑی تھی، اس کا رنگ زرد تھا اور وہ اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے خیالات میں غرق تھی، ماہ تمام سیاہ آسمان میں سفر کر رہا تھا جس کی ٹھنڈی چاندنی سے مینوس کا عظیم الشان محل منور تھا، شمال کی جانب پہاڑیوں کے پار، سمندر افق پر ایک سیمیں خط میں ختم ہوتا تھا، محل میں ہر طرف خاموشی طاری

تھی، دعوتیں اور جلسے ختم ہو چکے تھے، اور لوگ خاموش سو رہے تھے، لیکن ارائیدن جاگتی تھی، وہ دیوار کے ساتھ سہارا لگائے بیٹھی تھی، وہ تمام لڑکیوں سے زیادہ شریف، شرمیلی، حلیم الطبع، رحمدل اور بہت جلد متاثر ہو جانیوالی لڑکی تھی، وہ گھٹنوں سے چپ چاپ سارینا کو بغور دیکھ رہی تھی، اور اس کا دل شفقت سے لبریز تھا لیکن سارینا پر خواب مدہوش میں مشغول تھی، سارینا کی اداس بیداری نے ارائیدن کو مفتون کر لیا تھا، وہ چاند کی روشنی میں ایک بے حس و حرکت خاموش تصویر تھی، اور زبان سے کوئی لفظ نہ نکالتی تھی،

ارائیدن اس خاموشی کو زیادہ دیر برداشت نہ کر سکی، وہ سارینا کے پاس جا کر اسے تسلی دینا اور اسے مشفق اور مہربان ہاتھوں سے چھونا چاہتی تھی، وہ چپکے سے بستر سے اٹھی، اور ایک ننھی چوہیا کی طرح سارینا کی خاموشی میں مخل ہوئی، وہ کہنے لگی "سارینا!"

سارینا چونکی، لیکن بغیر دیکھے کہنے لگی "تم اس وقت تک کیوں جاگ رہی ہو؟"

ارائیدن نے اپنی باہیں اس کے گلے میں ڈالکر کہا "تمہیں دیکھکر مجھے نیند نہیں آتی۔"

"آہستہ بولو، ارائیدن تم دوسری لڑکیوں سے بالکل مختلف ہو"

"سارینا میں بھی محبت میں گرفتار ہوں، لیکن میرا پیارا میرے پاس ہے، اس لئے مجھے تم پر رحم آتا ہے۔"

سارینا کانپ کر کہنے لگی "تین دن کے بعد وہ مر جائیگا، لیکن تین دن تک وہ زندہ رہیگا۔ اور میرے پاس بھی زندہ رہنے کو تین دن ہیں ——"

"لیکن اس نے تمہیں پیار تو کیا ہے۔"

"کیا اتنی بات مجھے تسکین دے سکتی ہے، وہ میرا ہے۔ میرے دل میں ہے —— میں دیوتاؤں سے لڑوں گی۔"

"سارینا!"

"ہاں، یہ سچ ہے، میں یہاں مینوس کے محل میں کھڑی ہوں لیکن میرا دل اسی کے پاس ہے، ارائیدن میں تمہیں بتاتی ہوں کہ میری محبت ایسی پختہ اور مضبوط ہے جیسی —— ہاں —— اور ایسی مکار جیسی دیوتاؤں کی عقل، میں ان سے لڑوں گی۔"

ارائیدن خوفزدہ ہو کر کہنے لگی "لیکن سارینا ——"

یکایک سارینا پلٹی، اور ارائیدن کو اپنی آغوش میں لیکر اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر کہنے لگی "کیا تم میری خاطر جھوٹ بول سکتی ہو؟ کیا تم خاموش رہ سکتی ہو؟"

"سارینا میں ڈرتی ہوں کہیں ——"

"اور تم دعویٰ کرتی ہو کہ تم محبت میں گرفتار ہو؟ اور میرا —— آہ میرا کوئی دوست نہیں! میں اتنا حقیر سوال کرتی ہوں"

"میں کیا کر سکتی ہوں؟"

"سنو، اگر تم سے میری بابت پوچھا جائے، تو قسم کھا کے کہنا کہ میں آج رات کہیں باہر نہیں گئی، اور یہ کہ تم نے مجھے بستر میں لیٹے دیکھا ہے۔"

"سارینا اگر تم بستر میں لیٹ جاؤ تو۔ میں قسم کھا سکتی ہوں"

سارینا نے مسکرا کر کہا "واہ ری پارسائی! کیا یہ آسان ہے کیا تم وعدہ کرتی ہو؟"

"ہاں میں اپنی محبت کی قسم کھا کر کہتی ہوں"

دونوں اپنے اپنے بستروں میں گئیں، تھوڑی دیر بعد سارینا

اٹھی اور ایک لمحہ کے لئے سپاٹر پر جھکی، لیکن وہ ایک بچہ کی مانند نیند میں مشغول تھی، سارینا خاموشی سے نیچے اتری اور مینوس کے عظیم الشان محل کی گہرائیوں میں چلی گئی، جہاں خزانے کے محافظ تک بھی ماہِ تمام کی دعوت کے بعد سو گئے تھے، سارینا کو کوئی شخص نہ ملا، لوگ گہری نیند میں مشغول خراٹے لے رہے تھے، غلام پیشگاہوں اور برآمدوں میں مردوں کی مانند پڑے تھے، سارینا ننگے پاؤں خاموشی سے دیواروں کے ساتھ ساتھ اور ایک ستون سے دوسرے ستون کے پیچھے چھپتی ہوئی چلی گئی "ایوانِ عظیم" میں اسے ان لوگوں کے جسموں پر سے گذرنا پڑا جو وہاں سو رہے تھے۔

آخر کار وہ اس چوڑی سڑک پر ہو لی جو ایوانِ عبادتگاہ کو جاتی تھی، یہاں سے وہ ایوان کے وسط میں قربانگاہ کے مدھم شعلوں کو دیکھ سکتی تھی، اس نے خیال کیا شاید یہاں محافظ ہوں جو دروازوں کی حفاظت کر رہے ہوں، سارینا فوراً دیوار کے سایہ میں ہو گئی وہ ایک غلام کے پاس سے گذری جو ایک کونے میں لیٹا تھا لیکن وہاں قربانگاہ کے مست شعلوں کے سوا نہ تو کوئی جاگتا تھا اور نہ کوئی حرکت ہی کرتا تھا، سارینا کا دل دھڑکنے لگا، کیونکہ غلام کے پاس سے گزرتے وقت اس نے سانس روک لی تھی۔

عبادتگاہ کے دروازے کھلے تھے، سارینا تیزی سے ایوان میں سے گذر کر عبادتگاہ کی دیوار کے پاس جا پہنچی، پھر ایک دو جستوں میں وہ سیڑھیوں کے قریب پہنچ گئی، اور اس پر لپٹ کر آہستہ آہستہ اوپر چڑھنا شروع کیا، یہانتک کہ وہ سب سے آخری سیڑھی پر پہنچ گئی اور یہاں وہ رک گئی۔

عبادتگاہ ایک لمبے برآمدے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ جسکے دروازوں پر جھلمنیں پڑی تھیں۔ دیواروں پر قیمتی پردے اور جھالریں لٹک رہی تھیں جو زمین سے چھوتی تھیں، عبادتگاہ کے دوسرے سرے پر سنگ مرمر کا ایک ستون تھا، جسکے قریب ہی قربانگاہ تھی، اور قربانگاہ کے نیچے پیتل کا ایک بڑا سا پیالہ تھا جو قرمزی رنگ کے کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ مقدس سانپوں کا پیالہ تھا۔

سارینا نے یہ تمام چیزیں نہ بھولنے والی آنکھوں سے دیکھیں یہ مقام اسقدر خاموش تھا کہ سارینا کا دل بڑھ گیا، اور وہ دہلیز پر سے رینگتی ہوئی اندر داخل ہو گئی، سونے کا ایک بہت بڑا آویزاں لیمپ مقدس ستون، قربانگاہ اور مقدس سانپوں کے پیالے کو روشن کر رہا تھا، لیکن عبادتگاہ کا باقی حصہ مدھم روشنی میں گم تھا،

سارینا اٹھی اور پردوں کی طرف گئی اور پیالہ کے قریب ہو گئی تاکہ اگر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دے تو وہ فوراً اسکے پیچھے چھپ جائے، سارینا نے ابھی پردے کو چھوا ہی تھا کہ ایک چھوٹی سی گھنٹی تیزی سے بجنے لگی، سارینا اس گھنٹی سے واقف نہ تھی، کیونکہ وہ پردے کے دوسری طرف تھی،

وہ تیزی سے دوڑ کر دروازے پر پہنچ گئی اور سیڑھیوں پر لپٹ گئی اس نے پلٹ کر قربانگاہ کی طرف دیکھا، تین سیاہ چیزوں نے پیتل کے پیالہ سے سر نکالکر ہلانا اور پھنکارنا شروع کیا، اس لیمپ کی روشنی سے جو وہاں آویزاں تھا، ان کے سیاہ مہیب جسم اچھی طرح نظر آتے تھے۔

اب سارینا سمجھ گئی، یہ مقدس سانپ تھے، جو عبادتگاہ کے

محافظ تھے۔

(۹)

سارینا اپنے کمرے میں واپس آگئی، راستے میں نہ اسے کوئی ملا اور نہ کوئی واقعہ ہی پیش آیا، وہ ایک گھنٹہ سے زیادہ غیر حاضر رہی تھی، سپاہی سو رہی تھی، لیکن ارائیدن بیدار تھی، جب سارینا اندر داخل ہوئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی، سارینا اس کے بستر میں گھس گئی، ارائیدن نے کہا "میں ڈر گئی تھی اور اسی لئے میں جاگ رہی ہوں"

سارینا نے کہا "میں چاندنی میں اپنا دل ٹھنڈا کر رہی تھی، میں یہاں اجنبی ہوں، لیکن تم تین سال سے شہزادہ کے محل میں ہو"

"ہاں تین سال سے"

"تو مجھے وہ تمام حالات سناؤ، جو میرے پیارے کے ساتھ واقع ہونگے"

ارائیدن اس کا بازو پکڑ کر اس کے نزدیک ہو گئی، اور کہنے لگی "سنو، تین دن تک اسے "سفید برج" میں رکھا جائیگا جہاں اسے عمدہ خوراک دی جائیگی، اور وہ ایک شہزادہ کے مانند رہیگا، اس کے جسم پر وہ تیل اور خوشبوئیں ملیں گے، سازندے اس کی کھڑکی کے نیچے کھڑے ہو کر ساز بجائیں گے، عورتیں "سفید برج" کے گرد پھول بکھیر دینگی، پھر تیسرے دن کی شام کو اسے بڑے عظیم الشان جلوس کے ہمراہ ایوان عبادتگاہ میں لیجائینگے، وہاں عبادتگاہ میں گلاٹھس اس کی منتظر ہوگی، دروازے بند کر دیے جائیں گے اور وہاں موت کی سی خاموشی طاری ہو جائیگی"

"محافظ کہاں متعین کئے جاتے ہیں؟"

"کوئی محافظ نہیں ہوتا، دیوی کا منظور نظر بھی بھاگنے کی کوشش کرتا ہے"

سارینا نے غصہ سے کانپ کر کہا "تو پھر دیوی کا منظور نظر مار دیا جاتا ہے۔ لیکن کس طرح؟"

"کہتے ہیں کہ مقدس سانپ اسے ڈستے ہیں، اور وہ مر جاتا ہے تین دن تک گلاٹھس اس کے جسم پر موجود رہتی ہے، اور جسم صاف ستھرا رہتا ہے، کیونکہ وہ مقدس ہوتا ہے، چوتھی رات عبادتگاہ کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور دیوی کا دولہا پہاڑ میں لیجا کر دفن کر دیا جاتا ہے"

سارینا کہنے لگی "میرا ارادہ ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ ہی مروں، لیکن میں گلاٹھس جیسی عورت کا مقابلہ کیسے کروں؟"

ارائیدن نے اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یہ دیوتاؤں کا حکم ہے، سارینا تم نہ مرو، تم بہت حسین ہو، اور سارے جزیرہ قرنطیش میں تم سی ناچنے والی کوئی نہیں"

سارینا سو گئی، اس کا سر ارائیدن کے بازو پر تھا، لیکن خواب میں ارکیس کے پہلو میں تھی۔

علی الصبح وہ بیدار ہو کر منہ ہاتھ دھونے نیچے ایوان میں آئی وہ بہت مطمئن تھی، اور آہستہ آہستہ چل رہی تھی، دوسری لڑکیاں اس کے اطمینان پر حیران تھیں، انھیں تو یہ امید تھی کہ سارینا کا چہرہ مرجھایا ہوا ہوگا، اور وہ ہم سے دور بھاگے گی، کلائیطس نے اسے طعنہ دیا "سارینا تو خوب سوئی ہے، وہ آسانی سے تمام باتیں بھول جاتی ہے"

سارینا نے جواب دیا "میں کون ہوں کہ دیوتاؤں سے لڑوں"

جب منہ ہاتھ دھو کر فارغ ہوئی تو باغ میں پھول چننے لگی، حبشی غلام بلبل باغات کا محافظ تھا، وہ ایک سیاہ و سفید سر والا اور ستم چہرے والا بوڑھا تھا، اس کے پاس ایک پالتو سانپ تھا، جو اسکا بڑا منظور نظر تھا، اور اس کی مانند ہی سیاہ تھا، سارینا نے آگے بڑھکر اس سے کہا "میں تھوڑے سے پھول چننا چاہتی ہوں"

بلبل نے سفید دانت نکالکر کہا "جتنے چاہو چن لو"

سارینا نے بلبل کی جھونپڑی میں سانپ کو دیکھ لیا اور اسکی بہت تعریف کی، بلبل نے ہنستے ہوئے کہا "یہ بھی میری طرح سیاہ ہے، بیچارہ بڑا شریف ہے"

سانپ نے سر اٹھایا، اور سارینا۔ اس کی ٹوکری پر جھک کر ایک دلکش گانا گانے لگی، سانپ نے اور سر اٹھایا، اور کنڈلی سے جدا ہو کر ٹوکری سے باہر نکل آیا، سارینا نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا، وہ اس کے کندھے پر چڑھ گیا، اور اپنا سر اس کے سینہ پر رکھ دیا۔

بلبل نے حیرت سے کہا "اسے تم سے محبت ہے، تم ضرور ایک سانپ کی روح کو پہچانتی ہو"

"میں ان پر جادو کرتی ہی ہوں رقاصہ ہونے سے پہلے میں سانپوں کی ساحرہ تھی، یہ بہت اچھا سانپ ہے"

پھر سانپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر پوچھنے لگی "تم نے اسے کیسے پکڑا؟"

بلبل نے جواب دیا "میں اسے سانپوں کی وادی میں پکڑا تھا پرانے زمانہ میں وہاں ایک عبادتگاہ تھی، لوگ کہتے ہیں کہ بہت سے سانپ وہاں سے چلے گئے ہیں، لیکن اب بھی وادی ان سے پٹی پڑی ہے۔ اور وہ بہت ظالم ہیں"

سارینا نے پوچھا "وہ وادی کس طرف ہے؟"

"پہاڑ کے اس طرف یہاں سے آدھے دن کا راستہ ہے، کھیتوں میں سے ہو کر دریا کے ساتھ ساتھ ایک پگڈنڈی پر چلتے ہیں، جو جنگلوں کو چلی جاتی ہے، تمہیں خود پتہ لگ جائیگا کیونکہ وہاں جنگلوں کے کنارے پر زیتون کا ایک برباد شدہ درخت ہے"

سارینا نے بلبل کی طرف دیکھ کر کہا "میں ضرور جاؤں گی، لو پیارے اب بلبل کی ٹوکری میں واپس چلے جاؤ، میں ذرا پھول چن لوں"

بلبل نے کہا "بہترین پھول تالاب کے قریب ہیں، میں ان لوگوں کو بہت چاہتا ہوں جو میرے ذہنیک کو پسند کرتے ہیں لیکن وہ بہت تھوڑے ہیں"

سارینا نے تالاب کے کنارے سے سوسن، چنبیلی، موتیا اور گلاب کے پھول چنے اور محل میں سے گذر کر "سفید برج" کی طرف گئی "سفید برج" کے دروازے پر محافظ کھڑے تھے بہت سی عورتیں پھول لائی تھیں، کیونکہ بہار کے دیوتا کے لئے پھول لانا مبارک تصور کیا جاتا تھا، بعض عورتوں نے سارینا کو پہچان لیا، اور اس پر رحم کرنے لگیں، انھوں نے آپس میں سرگوشیاں شروع کیں "یہ کسقدر مطمئن ہے!"

"ان کی محبت ایک عظیم الشان محبت ہے، وہ اسکی خاطر ناچی اور وہ اس کے لئے لڑا"

سارینا نے پھول "سفید برج" کے نیچے ڈال دیئے، اور واپس جانے لگی، اس کی نگاہ لوروں پر پڑی جو سورج کی روشنی میں بیٹھا خیالات میں غرق تھا، سارینا نے کہا "میرے آقا!

میرا دل بہت اداس ہے، میں باہر کھیتوں میں جاکر سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

اس نے جواب دیا "جاؤ، اگر میں جوان ہوتا تو تمہیں تسلی دینے کی کوشش کرتا۔"

"میرے لئے اب کوئی تسلی نہیں، کیونکہ اب دنیا میں کون رہ گیا ہے جو مجھے تسلی دے؟ میرا پیارا "زرین جزائر" کو جا رہا ہے، اور میں — مر رہی ہوں"

"نہیں تم نہ جانے اور ہمیں خوش کرنے کے لئے زندہ رہو، رفتہ رفتہ تمہیں خود تسکین ہو جائیگی"

اس نے جواب دیا "میں اس حالت میں ہوں کہ فراق کی تکلیف اٹھانے سے پہلے اپنا کلیجہ کھا کے مر جاؤں گی، تب کہیں مجھے تسکین ہوگی"

وہ چل دی، لوروں نے دونوں کندھے ہلائے، اس نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا تھا، اس نے آہستہ سے کہا "یہ سب بانی جمع خرچ ہیں"

کسی نے بھی سارینا کو محل چھوڑتے نہ دیکھا، وہ باغوں اور سرو کے کنجوں میں سے ہوتی ہوئی کھیتوں کی طرف نکل گئی، وہ تیزی سے جا رہی تھی، اور ایک پرانے لبادے میں لپٹی تھی جو اسے ارائیدن نے دیا تھا، گرمی شدت کی تھی، فصلیں اور انگور پکنے کو تیار تھے، اور زیتون کے درختوں کا کوئی سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا لیکن وہ بہت جلد سایہ میں پہنچ گئی، وہ اب پہاڑیوں میں صنوبر کے جنگل میں تھی، جو تاریک اور قبرستان کی طرح سنسان تھا، سارینا نے وہ راستہ دریافت کر لیا تھا، جو بلبل نے اسے بتایا تھا، وہ راستہ جو سانپوں کی وادی کو جاتا تھا۔

(۱۰)

دوپہر ہو گئی تھی جب سارینا صنوبر کے جنگل سے نکل کر وادی میں پہنچی، یہ ایک ویران اور بنجر مقام تھا جس پر دیوتاؤں کی لعنت تھی، پتھروں کے درمیان خوشبودار جھاڑیاں تھیں جنگل کے کنارے ایک چشمہ تھا، جو ذرا آگے چل کر ایک ندی میں مل جاتا تھا، سارینا نے ٹھہر کر اس چشمے سے پانی پیا۔

وہ اپنے نیچے کسی تباہ و شکستہ حال عمارت کی دیواریں دیکھ رہی تھی، جو جنگلی انجیر اور جھاڑیوں سے پوشیدہ تھیں، اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، اس نے دیواروں کی طرف دیکھا، اس کا پھول سا چہرہ کملا گیا، کسی چیز نے اسے بتا دیا کہ یہ ایک ملعون اور خوفناک مقام ہے، جہاں کوئی بھی قدم رکھنے کا حوصلہ نہیں کرتا۔

وہ خوفزدہ ہو گئی، لیکن پھر سنبھل گئی، وہ اس سنسان مقام میں اپنی طاقت آزمانے اور یہ ثابت کرنے آئی تھی، کہ کیا اب بھی وہ ساحرہ ہے یا نہیں، کیا اب بھی اس کی وہی طاقت ہے یا نہیں، کیونکہ اس خوف اور خطرے کے پیچھے اسے امید کی شمع ٹمٹماتی ہوئی نظر آتی تھی۔

اس نے ارائیدن کا لبادہ وہیں چشمہ کے کنارے رکھ دیا اور ندی کے بہاؤ کی طرف چلدی، وہ اس بات سے بڑی خوفزدہ تھی کہ کہیں اس کے پاؤں پتھروں سے زخمی نہ ہو جائیں، کیونکہ خون کی بو سے جادو کے خراب ہو جانے کا احتمال تھا، مرمریں پتھروں کی عمارت ابھی تک ندی کے کنارے کھڑی تھی، یہ قربانگاہ تھی

ایک عبادت گاہ کی قربانگاہ جسے دیوتاؤں کے غضب نے تہ وبالا کردیا تھا، سارینا کو معلوم ہوگیا کہ بلبل نے اس مقام کے متعلق کتنا سچ کہا تھا، یہ کھنڈرات سانپوں کے مسکن تھے، وہ سورج کی روشنی میں کنڈلی مارے بیٹھے یا گرم پتھروں پر رینگ رہے تھے۔

سانپ چوکنے ہوگئے، انھوں نے سر اٹھاکر اس عورت کو دیکھا جو اسقدر دلیری سے عبادتگاہ میں آئی تھی، وہ پھنکار رہے تھے، سیاہ جسم پتھروں سے ٹکرکر پیچ وتاب کھا رہے تھے۔

سارینا روئی کی مانند سفید ہوگئی۔ اس کی آنکھیں موت کی منتظر نظر آتی تھیں، یہ اس کی قربانی اور محبت کے امتحان کا عظیم الشان موقعہ تھا، اگر وہ سانپوں کو مسحور کرلے تو اریکس کے بچنے کی امید تھی۔

وہ تیزی سے قربانگاہ کی طرف کودی، اور تن کر قربانگاہ پر کھڑی ہوگئی، ہر طرف سے سیاہ سانپ اسکی طرف حرکت کررہے تھے، سارینا نے ایک عجیب دلکش سُر اپنے ہونٹوں سے نکالا، ایک میٹھی اور سریلی آواز "جیسے دریا کے کنارے گھاس پر ہوا چلتی ہے" اس نے اپنے جسم کو حرکت دی، اپنی باہیں آہستہ آہستہ ہلانا شروع کیں، پتھروں کی کھڑکھڑاہٹ رک گئی، سیاہ سر ہلنے لگے۔

اس کے جسم کی حرکات اور اس کے بازوؤں کی گردش زیادہ تیز ہوتی گئی، دلکش سُر ایک غمگین گانے میں تبدیل ہوگیا، اب وہاں دفاع ہوا، جو تمام ناچوں سے انوکھا اور نرالا تھا، یہ سانپوں کا ناچ تھا، وہ قربانگاہ کے قریب جمع ہوگئے، اور سارینا کے جسم کی حرکات اور اس کے ترانے پر سر ہلانے لگے، جب وہ خاموش ہوجاتی تو وہ بھی پتھر میں کھُدے ہوئے سانپوں کی طرح بے حس وحرکت معلوم ہوتے، صرف ان کی چمکیلی آنکھیں اور زبانیں ان کے زندہ ہونے کی شہادت دیتی تھیں ایک بڑے سیاہ سانپ نے، جو یقیناً سب کا سردار تھا، اپنا چوڑا سر قربانگاہ کے پتھر پر رکھدیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ ایک گہری نیند میں چلا گیا ہے،

سارینا مسرور تھی، وہ ان کی ملکہ تھی، نہ انہیں اس کا خوف تھا، اور نہ وہ ان سے خوفزدہ تھی، اس نے بڑے سانپ کو احتیاط میں پکڑ کر اپنے کندھے پر بٹھالیا، اور قربانگاہ سے نیچے اتر کر وہ آرام واطمینان سے چمکیلی کنڈلیوں میں سے گذری، سانپوں نے اپنے سر اوپر اٹھاکر اس کے ہاتھ، لباس اور بخوں کو چاٹا، اور سارینا کو معلوم ہوگیا کہ اس کی طاقت بڑی زبردست ہے۔

پھر اس نے ہاتھوں کو ہلاتے اور گاتے سب کو سلام دیا، اس نے بڑے سانپ کو اتار کر قربانگاہ پر رکھدیا، اور سیاہ کنڈلیوں میں سے صاف بچکر وہ چشمہ پر پہنچی، جہاں وہ اپنا لبادہ چھوڑ گئی تھی

(۱۱)

سارینا دسترخوان پر دیر میں پہونچی، اور یہ ارائیدن تھی جس نے اس کی آنکھوں میں ایک چمک دیکھی، دوسری لڑکیاں یا تو باہر صحن میں چلی گئی تھیں، یا ان لوگوں سے ہنسی میں مشغول تھیں جو انکی کھڑکیوں کے نیچے جمع ہوگئے تھے۔

اس نے صبح سے کچھ نہ کھایا تھا، اس لئے دسترخوان پر بیٹھتے ہی وہ بڑی تیزی سے کھانے لگی، وہ کھاتے کھاتے عجیب نگاہوں سے ارائیدن کو دیکھتی تھی، اور خاموش تھی، ارائیدن کو ایسا معلوم ہوا کہ یہ خاموشی اسے کسی پنجرے میں قید کردیگی، ارائیدن اٹھکر باہر دوسری لڑکیوں کی طرف چلی، سارینا نے چونک کر

اس سے کہا "میں سارا دن جنگلوں میں پھرتی رہی ہوں کوئی غیر معمولی بات تو نہیں ہوئی؟"

"کچھ نہیں"

"اگر آج رات تم جاگو تو میری خاطر سپاٹر کو میرے واپس آنے تک دیکھتی رہنا"

"ارائیدن نے پوچھا" کیا زیادہ دیر لگاؤ گی؟"

"ایک گھنٹہ اگر تم سو گئیں تو میں تمہیں جگا دونگی"

"اور اگر سپاٹر جاگ پڑی تو؟"

"تو تم اسے کوئی کہانی سنانے بیٹھ جانا"

"ہاں یہ میں کر سکتی ہوں"

آدھی رات کے بعد سارینا پھر منیوس کے محل کی گہرائیوں میں اتری، اس کے تمام باشندے اطمینانِ قلب سے خوابِ راحت میں مشغول تھے، جزیرۂ قریطیش سمندروں کا بادشاہ تھا، اسکے شہروں کے گرد کوئی فصیل نہ تھی، شہروں کے دروازوں پر کوئی پہرہ دار نہ تھے۔ لوگ جب دل چاہتا آتے جاتے رہتے تھے، وہاں غلاموں تک کو آزادی نصیب تھی۔

سارینا خزانے کے پہرہ داروں کے خیال سے چھپتی ہوئی بغیر کسی مزاحمت کے ایوان عبادتگاہ میں پہنچی، عبادتگاہ کے دروازے کھلے تھے آگ تیزی سے جل رہی تھی، بڑا قمقمہ روشن تھا۔

جب سارینا عبادتگاہ کے سامنے آئی تو اس کا چہرہ شعلے کی مانند چمکنے لگا، وہ ٹھیر گئی اور اپنی دلکش آواز نکالکر ناچنے لگی، وہ بڑی مسرور تھی، وہ ناچتی اور گاتی ہوئی ایوان عظیم میں پہنچی اس کے دل نے پکار کر کہا "وہ میرے ہیں، میں نے انہیں فتح کر لیا ہے، وہ میری خدمت کرینگے"

جب وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تو ارائیدن جاگ رہی تھی، سارینا نے جھک کر کہا "ارائیدن مجھے تم سے بڑی محبت ہے"

"سارینا تم آگ کے مانند گرم ہو؟"

"اور پیاری میرا دل بھی ایسا ہی گرم ہے"

وہ سو گئی کیونکہ وہ بہت تھکی ہوئی تھی۔

دوسرے دن علی الصبح وہ پھول لینے باغ میں گئی، اور دنیک کی ٹوکری پر جھک کر اس سے پیار کرنے لگی جس نے اس کے ہاتھوں کو چاٹنا شروع کیا، بلبل نے کہا "جتنے پھول چاہو لیلو"

سارینا پھول لیکر سیدھی "سفید برج" کی طرف گئی، اس صبح وہ پہلی عورت تھی، جو وہاں پھول لائی، دروازے کے دونوں پہرہ داروں نے اسے پہچان لیا، سارینا سرنگوں کھڑی تھی، اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے، پہرہ داروں نے جو نوجوان دل تھے اور اس کے حسن سے متاثر نظر آتے تھے، اس پر رحم کھانا شروع کیا، کیونکہ مرد ایک عورت کی گرمی چشم کے سامنے موم کی مانند ہے

انھوں نے آپس میں کچھ سرگوشیاں کیں، اور ان میں سے ایک نے سارینا کے قریب آکر کہا "ہم اچھے آدمی ہیں اور ہمارے لئے یہ بہت مشکل ہے کہ ایک حسین عورت کو روتے دیکھیں کیا تم ارکیس سے ملنا چاہتی ہو؟"

سارینا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا انکا شکریہ ادا کر کے کہا "ہاں آخری دفعہ ملنا چاہتی ہوں، اور ایک بات کہنا چاہتی ہوں اس سے پہلے کہ وہ زرین جزائر کو چلا جائے"

اس نے کہا "تو جلدی کرو، اور بہت جلد واپس آجاؤ، نہیں تو ہم مصیبت میں پھنس جائینگے، سیدھی اوپر چلی جاؤ"

سارینا ایک پرندے کی طرح اڑ کر گئی، پھول اس کے سینہ سے لگے تھے، سیڑھیاں برج کے اندر بل کھاتی ہوئی جاتی تھیں سارینا نے سیڑھیوں کے اختتام پر ایک عالیشان کمرہ پایا، اسکے دروازے کھلے تھے، لیکن ان کے آگے سونے کی تار کا ایک حیرت انگیز جال تھا، جو حد بندی کا کام دیتا تھا۔

سارینا نے ایک آدمی کو گدیلے پر اوندھے منہ لیٹے پایا، اسکا چہرہ سرہانوں میں دبا تھا، وہ ایک قیدی تھا، مسرت اور محبت سے محروم سارینا نے سونے کے جال کے قریب جاکر کہا "اریکس — میرے اریکس!"

وہ چونکا اور حیرت زدہ کھڑا ہوگیا، اسکی دونوں آنکھوں میں ملتے پڑے تھے، اس کا چہرہ لاغر تھا، سارینا کے ہونٹ جال سے لگے تھے اور وہ محبت سے باتیں کر رہی تھی "جلدی کرو پہرہ داروں نے مجھ پر عنایت کی ہے!"

اریکس ایک آہ سرد بھر کر آگے بڑھا، وہ ایک ایسے شخص کیطرح معلوم ہوتا تھا جو شراب کے نشے سے از حد مدہوش ہو، اس نے کہا "سارینا!"

دونوں کے ہونٹ مل گئے، لیکن سونے کے تار درمیان تھے اس نے آہستہ سے کہا "میں اپنا سارا راز اس لئے نہ کہونگی کہ کہیں کوئی سن نہ لے، میرے اریکس مجھے بتاؤ کہ کیا تم اب بھی میرے لئے زندہ رہنا چاہتے ہو یا زرین جزائر کو جانا چاہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا "سارینا! میں کیسے مروں جبکہ میری محبت تمہارے لئے تڑپ رہی ہے"

اس نے اپنے منہ پر انگلی رکھکر کہا "تم بہت بلند آواز سے بولتے ہو، آہ پیارے یہ ممکن ہے کہ میں تمہیں بچا لوں، اور اگر میں نے تمہیں بچا لیا، تو ہمیں جنگلوں میں بھاگنا اور سمندر عبور کرکے کسی اور ملک میں جانا ہوگا۔ اس وقت تک کہ مینوس ہمیں معاف کردے"

"اس نے کہا "میں ایک فقیر کی مانند زندگی بسر کرنیکو تیار ہوں لیکن سارینا تمہارے لئے ایسی زندگی ناشائستہ اور سخت ہوگی"

"نہیں میں بھی تمہارے ساتھ ہر حال میں خوش رہونگی"

اریکس نے سینہ پر ہاتھ رکھکر کہا "کاش میں ایک رات کیلئے آزاد ہوجاؤں، تاہم — سارینا بچنے کی کوئی امید ہے؟"

اس نے جواب دیا "سنو، جب وہ تمہیں عبادتگاہ میں لیجائیں اور دروازے بند کردیں تو تم گلانٹس کے سامنے ایک گونگے بہرے کی مانند کھڑے ہوجانا، اور اپنے چہرے پر حیرانی کی کوئی علامت ظاہر نہ ہونے دینا، اگر گلانٹس اپنا خنجر نکالے، تو ضرور چھین لینا اگر خون کا ایک قطرہ بھی گرا تو ہم سب کی جانیں خطرہ میں ہیں"

"لیکن — سارینا!"

انھوں نے نیچے سے ایک پہرہ دار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا "وقت گذر چکا ہے نیچے آجاؤ، اس نے کہا "امید رکھو، ہمت نہ ہارو، اب میں جاتی ہوں"

ایک دفعہ پھر ان دونوں کے ہونٹ ملے اور سارینا نیچے چلی آئی۔

(۱۲)

قربانی کی رات سارینا عبادتگاہ میں ان پردوں کے پیچھے

چھپ گئی جو دیواروں سے لٹکتے تھے، اس نے دائیں ہاتھ کی دیوار منتخب کی کیونکہ اس طرف کوئی دروازہ نہ تھا، اس نے اپنے پاؤں زرد کپڑے سے ڈھانپ لئے تاکہ ان کی سفیدی اس کی موجودگی کو ظاہر نہ کردے۔

سارینا انتظار میں کھڑی تھی، اور اپنے بالوں سے چاندی کا پن نکالکر پردے میں ایک سوراخ کرنے میں مشغول تھی، قربانی کی عظیم الشان رات خوشیوں کی رات تھی، وہ بانسریوں اور گانوں کی آواز بخوبی سن سکتی تھی جو محل کے ایوانوں اور پیشگاہوں سے آرہی تھی۔

یکایک قرنا کی آواز آئی، اور سارینا بالکل بے حس و حرکت کھڑی ہوگئی، وہ ارکیس کو "سفید برج" سے نکلکر عبادتگاہ کی طرف لارہے تھے، وہ گاتے اور ناچتے تھے، مشعلیں ہلاتے اور ایک دوسرے پر پھول برساتے تھے، کئی دعوتیں اڑا رہے تھے، اور کثرت سے شراب پی رہے تھے، عشاق نے اپنی رفیقان حیات منتخب کرلی تھیں، وہ عورتیں جو اولاد سے محروم تھیں جلوس میں مردوں کے پہلو بہ پہلو شامل تھیں۔

بانسریوں کی آواز اور لوگوں کے نعرے بالکل نزدیک آن پہونچے، سینکڑوں مشعلوں کی روشنی دروازے سے اندر آئی اور مدھم عبادتگاہ کو روشن کردیا، ہجوم ترانۂ بہار گارہا تھا، اور پھول بکھیر رہا تھا۔

سارینا نے عورتوں کو چیخکر کہتے سنا "الوداع اے خوشرو جوان! الوداع اے مبارک عاشق!"

قربانگاہ کے سانپ پھنکارے، اور عبادتگاہ میں ایک گھنٹی بجی، سارینا نے سوراخ میں سے جو اس نے پردہ میں بنایا تھا، گلانطس کو آتے اور قربانگاہ کے سامنے کھڑے ہوتے دیکھا، وہ ایک شاندار گلانطس تھی، جو ایک امیرانہ پوشاک پہنے ہوئے تھی، اسکے سر پر سونے کی ٹوپی تھی، لیکن اس کا چہرہ شیطانی تھا کیونکہ وہ شراب سے بدمست ہورہی تھی، اسکی زرد آنکھیں سرخ ہورہی تھیں، اور وہ بار بار اپنے ہونٹوں کو زبان سے تر کررہی تھا سارینا اس سے نفرت کررہی تھی، ایسی نفرت جو موت سے زیادہ بے رحم تھی۔

پھر اس نے ارکیس کو دروازے میں سے اندر گھستے دیکھا، پھولوں کا ایک ہار اس کے گلے میں تھا، جب وہ آرہا تھا تو پیچھے سے لوگوں نے تمام دروازے بند کردئے، عورتوں نے ایک دفعہ پھر "الوداع اے خوشرو جوان الوداع!" کا آخری نعرہ لگایا، اور پھر ایک موت کی سی خاموشی چھاگئی، لوگ مقدس ایوان کو چھوڑ رہے تھے۔

ارکیس نے سیڑھیوں کو عبور کیا، اور گلانطس کے سامنے جوانی کی ایک بیجان تصویر بن کر سنگوں کھڑا ہوگیا، سارینا خوش تھی، کیونکہ ارکیس نے اس کے کہنے پر عمل کیا تھا، اس نے اس آدمی کی طرف دیکھا جو دہشت اور خوف سے گونگا ہوگیا تھا، اور جو اپنی آنکھیں گلانطس کے چہرے کی طرف اٹھانے کے ناقابل تھا۔

گلانطس کہہ رہی تھی "خوش آمدید ارکیس، خوش آمدید مقدس عاشق"

وہ اسکے سامنے ایک سنگین بت کی طرح کھڑا تھا، گلانطس نے ہنسکر کہا "تم خوفزدہ ہو، آنکھیں اٹھاکر میری طرف تو دیکھو

کیا میں اسقدر بری ہوں؟ کیا میری آنکھیں بے نور اور میرے ہونٹ خشک ہیں؟"

ارکیس نے بالکل حرکت نہ کی، گلانطس اسے سرخ آنکھوں سے گھورتی اس کے قریب آئی اور کہنے لگی "تو بہت شرمیلا ہے! ایک عورت سے خوفزدہ ہے! گلانطس صرف ایک عورت ہے، وہ دیوی سے کم خوفناک ہے، نوجوان ذرا اپنا سر اوپر اٹھا اور مجھے اپنی آنکھیں دیکھنے دے"۔

تینوں مقدس سانپ پیالے میں پیچ و تاب کھا رہے تھے اچانک دیوار کے پردوں میں ایک خفیف سی حرکت ہوئی، لیکن گلانطس نے بالکل توجہ نہ دی اس نے سارینا کو پردوں کے پیچھے سے نکلتے اور اپنا سفید ہاتھ مقدس سانپوں کی طرف ہلاتے نہ دیکھا

(۱۳)

ارکیس کی آنکھوں نے کام بگاڑ دیا، کیونکہ گلانطس نے اسے دیوار کی جانب محبت بھری نگاہوں اور متبسم لبوں سے دیکھ پایا سارینا آہستہ آہستہ پیالے کے سامنے ناچ رہی تھی، اور اسکے جسم اور ہاتھوں کی خوبصورت اور ہوشربا حرکات سے سانپ جھوم رہے تھے، جس طرح لمبی گھاس ہوا کے جھونکوں سے جھومتی ہے۔ گلانطس تیزی سے پلٹی اور حیرت زدہ کھڑی ہو گئی، وہ شراب کے نشے سے مدہوش تھی، سارینا نے بڑے بڑے چکر لگا کر پیالے کے گرد ناچنا شروع کیا، اور غمگین سا گانا شروع کر دیا، گلانطس حیرانی سے سارینا اور سانپوں کو دیکھ رہی تھی۔

یکایک وہ چیخی اور اپنا ہاتھ پیالے کی طرف پھیلا کر کہنے لگی "ماردو، ماردو!"

ارکیس سیڑھیوں سے نیچے اترا، اور دروازوں کی چٹخنیاں چڑھا کر واپس آگیا اور پھر پہلوانوں کی مانند تن کر کھڑا ہو گیا، وہ دونوں عورتوں کو بغور دیکھ رہا تھا، اور سارینا کے الفاظ کا منتظر تھا، سارینا نے کہا "میرے بچے! امن سے بیٹھ جاؤ"

اس نے دھیما گانا جاری رکھا، اور سانپوں نے سر اٹھا کر جھومنا شروع کیا، وہ اس وقت اس کے خادم تھے، گلانطس تیزی سے آگے بڑھی، وہ اپنے بازو ہلا رہی تھی اور تینوں سانپوں پر اپنی طاقت سے قبضہ کرنا چاہتی تھی، وہ طاقت جو اب سارینا نے اس سے چھین لی تھی۔

دس منٹ تک دونوں عورتیں پیالہ کے پاس آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مقابلہ کرتی رہیں، وہ ایک جنگ میں مشغول تھیں، آخر سارینا کو فتح نصیب ہوئی، وہ سانپوں کو اشارہ کرتے کرتے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹی، اور سانپ پیالہ میں سے نکلکر اس کے پیچھے چلنے لگے۔

(۱۴)

یکایک گلانطس کا ہاتھ اس کی پیٹی میں گیا، جہاں ایک چھوٹا سا خنجر تھا، وہ خنجر کھینچکر سارینا کی طرف جھپٹی، ارکیس درمیان میں کودنے لگا، سارینا نے اس کو پیچھے ہٹا دیا، اور تالی بجا کر تمدی کے ساتھ سانپوں سے کہا "ماردو! اسے ماردو!"

عبادتگاہ کے مقدس سانپ اپنی راہبہ پر جھپٹے، اور جہاں وہ کھڑی تھی اسکے پاؤں سے لپٹ گئے، اب گلانطس حرکت نہ کر سکتی تھی، سارینا نے کہا "ارکیس جلدی کرو، انھوں نے خون چکھ لیا ہے"

اس نے ایک کھونٹی پر سے ایک لباس اتارا، جو قربانگاہ کے پہلو میں تھی، قیمتی کمخواب کا لباس تھا، یہ ایک ایسا لباس تھا، جیسا مینوس کے محل کی تصاویر میں دیوی نے پہن رکھا تھا، سارینا نے وہ لباس پہن لیا، تیزی سے اسکے فیتوں کو باندھا، پھر ایک اور کھونٹی سے ایک سنہری نقاب اتار کر اپنا چہرہ چھپا لیا اور ایک ہاتھ ارکیس کی طرف بڑھا کر کہا "ادھر آؤ"

گلانطس قربانگاہ کے سامنے مردہ پڑی تھی، سانپ ابھی تک اس کے جسم سے لپٹے تھے، سارینا نے کہا "دروازہ کھول دو" اور جب ہم باہر نکل جائیں تو بند کردو"

ارکیس نے اس کی طرف حیرانی سے دیکھا، جس کے جواب میں سارینا نے کہا "میں اس وقت دیوی ہوں اور تمہیں مینوس کے محل سے نکالکر "زریں جزائر" کو لیجا رہی ہوں"

بہت سے لوگ گھروں کو لوٹ گئے تھے، لیکن اب بھی کئی حاجتمند مرد و زن ایوان مقدس میں سربسجود تھے، عورتیں دیوی سے اولاد مانگ رہی تھیں، ان سب نے یہ حیرت انگیز معجزہ دیکھا کہ ایک عورت ارکیس کا ہاتھ پکڑے عبادتگاہ سے نکلی، جو کمخواب کا ایک شاہانہ لباس پہنے ہوئے تھی، اور جسکے چہرے پر ایک سنہرا نقاب پڑا تھا، وہ حسن اور نزاکت کی پتلی معلوم ہوتی اور چلتے وقت عجب نزاکت سے قدم اٹھاتی تھی، لیکن ارکیس ایسا دکھائی دیتا تھا کہ خواب میں ہے، لوگوں نے کہنا شروع کیا "یہ دیوی ـــ بذاتِ خود دیوی ہے، وہ اپنے عاشق کو لئے مغرب کے "زریں جزائر" کو جا رہی ہے"

سارینا اس راستہ سے بخوبی واقف تھی جو ایوان عبادتگاہ سے شیروں کے احاطہ کو جاتا تھا اور پھر سرو کے کنجوں، اور "مقدس باغات" کو جاتا تھا، ان جاہتمندوں نے دیوی کو تاریکی میں غائب ہوتے دیکھا، اس کا عاشق بھی ساتھ تھا، انھوں نے سر اٹھا کر شکریہ کے لہجہ میں کہنا شروع کیا "ہم نے اسے دیکھ لیا ہو! آج زمین پر اتری ہے، ہماری دعائیں قبول ہوگئی ہیں!"

دونوں عاشق و معشوق ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے مقدس کنج میں سے تیزی سے گزر رہے تھے، جہاں چاندنی درختوں کے پتوں میں چھن چھن کر نکلتی تھی، اور زمین پر ایک خوبصورت جال بناتی تھی، سارینا نے لوگوں کی آوازیں سن لی تھیں، اور اسکا نازک دل مسرت سے لبریز تھا، اس نے کہا "آہ میرے پیارے! پیارے تم نیچ گئے ہو"

وہ مسرت و محبت کے جوش سے باہم لپٹ گئے، پھر وہ کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے پہاڑی کے نشیب میں صنوبر کے جنگلوں میں پہونچے، یہاں سارینا ٹھیر کر کہنے لگی "پیارے ارکیس سنو، یہاں جنگلوں میں دیوی غائب ہوتی ہے، اور سارینا شہزادہ مینوس کے محل میں واپس جاتی ہے، اس کا لباس ضرور زمین میں گاڑ دینا چاہیئے، اور یہ کام تم کرو میں اب جاتی ہوں"

اس نے کہا "کیا تم مجھے بتا رہی ہو؟ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اب ہم جزیرۂ قریطس سے بچکر جائیں گے کدھر؟"

اس نے جواب دیا "اگر ہم یہاں سے بھاگے تو ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے ـــ انجام کے انتظار میں کبھی جنگلوں اور کبھی ویرانوں میں چھپتے پھریں گے، میں نے ایک افسانہ بنایا ہے جو لوگوں کو ضرور سنایا جانا چاہیئے، تاکہ گلانطس کا شیطانی منصوبہ

اور دیوتاؤں کا فیض ثابت ہو جائے۔"

پھر اس نے اریکس کو بتایا کہ یہ تمام واقعات کس طرح رونما ہوئے، اسے کیا کرنا اور کیا کہنا چاہئے، اریکس اس کی طرف حیرت سے دیکھ رہا تھا، اس نے سارینا کو آغوش میں لیکر کہا "تم ایک ساحرہ ہو"

اس نے جواب دیا "نہیں ـــ میں محبت ہوں، اور محبت دنیا کے تمام دیوتاؤں سے برتر ہے"

(۱۵)

سارینا نے مکھوب کا لباس اتار دیا، اور اپنے اصلی لباس میں اریکس کے سامنے کھڑی ہو گئی، اریکس نے اُسے آغوش میں لیکر اس کے بال، منہ اور آنکھیں چومیں، پھر کہا "اگر یہ منصوبہ کارگر نہ ہوا تو؟"

سارینا نے جواب دیا "میں کبھی وہ منصوبہ نہیں کرتی، جو کارگر نہ ہو، دوسرے میرا خیال ہے کہ آج مجھے الہام ہو رہا ہے علی الصبح دلیری سے آؤ اور مینوس کے محل میں اپنی داستان سناؤ"

اس نے بڑی مشکل سے سارینا کو آغوش سے علیحدہ کیا، وہ اسکے ہمراہ صنوبر کے جنگل تک آیا، یہاں سارینا نے اسے واپس کر دیا اور خود دوڑتی ہوئی "مقدس باغات" میں داخل ہوئی، اور مقدس کنج سے گذر کر ایوان عبادتگاہ میں پہونچی، جہاں ابھی تک کئی حاجتمند عورتیں کھڑی تھیں، جو اس حیرت افزا واقعہ پر سرگوشیاں کر رہی تھیں، سارینا اس ہجوم میں مل گئی، اور گھٹنوں کے بل جھک کر کہنے لگی "اے دیوی تم نے میرا عاشق مجھ سے چھین لیا تھا، اسلئے میں غصے میں تھی، لیکن اب جبکہ میں نے تمہیں دیکھ لیا میرا دل مطمئن ہے"

ایک بوڑھی عورت نے اس سے پلٹ کر پوچھا "تم کون ہو، جو ایسی باتیں کرتی ہو؟"

سارینا نے جواب دیا "میں سارینا رقاصہ ہوں، دیوی نے میرا عاشق مجھ سے چھین لیا ہے، اور اسے "زریں جزائر" کو لے گئی ہے، اگر میں اسے اپنی آنکھوں سے چاندنی میں گزرتا نہ دیکھتی تو میں مر جاتی"

بعد ازیں وہ محل کی طرف روانہ ہوئی، وہ ابھی مکرے کے دروازے کے پاس پہنچی تھی کہ اس نے کسی لڑکی کی جمائی لینے کی آواز سنی، جو جاگ رہی تھی، یہ ارائیدن تھی، جو اپنے بستر پر بیٹھی تھی، اس نے سارینا کے قدموں کی آہٹ سن لی تھی، وہ دوڑ کر اس کی طرف گئی اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر کہنے لگی "سارینا!"

سارینا نے اپنا سر اس کے سینہ سے لگا دیا، اور پوچھا "سپائر کہاں ہے؟"

"وہ یہاں نہیں، وہ اپنے ایک دوست کے پاس گئی ہے"

ارائیدن اس کے بستر کے قریب ہو گئی، اور سارینا نے خود کو اسکے بازوؤں میں ڈال دیا، پھر وہ اکٹھی لیٹ گئیں، اور ارائیدن نے آج کے واقعہ کا ذکر چھیڑا، اس نے اس حیرت افزا واقعہ کے متعلق سن لیا جو آج وقوع پذیر ہوا، مینوس کے محل میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ کس طرح دیوی اپنے عاشق کو "زریں جزائر" کی طرف لیجا رہی ہے۔

سارینا جو بالکل خاموش لیٹی تھی، کہنے لگی "ہاں میں نے بھی دیکھا تھا، اور اسی لئے میرا دل مطمئن ہے، ارائیدن مجھے سلاؤ، تاکہ میں سب واقعات بھول جاؤں"

(۱۶)

ابھی صبح کاذب ہی تھی کہ غلاموں نے، جو ایوان عظیم میں جھاڑو دے رہے تھے، ایک نوجوان شخص کو آتے اور ایوان کے وسط میں قربانگاہ کی سیڑھیوں پر بیٹھے دیکھا، یہ شخص قرمزی ۔ فرغل اوڑھے تھا، غلاموں نے حیرت سے اسے دیکھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ ارکیس پہلوان ہے، ایک زندہ انسان جسے اب تک مرجانا چاہیے تھا، ان میں سے ایک داروغۂ محل کو اطلاع دینے دوڑا جو شمالی برآمدہ میں ٹہل رہا تھا، اور کہا "حضور، ایک عجیب بات ۔ ایک آدمی جو مقدس سانپوں سے بچ آیا ہے"

داروغۂ محل نیچے ایوان عظیم میں اس داستان کی حقیقت معلوم کرنے آیا جو بیوقوف غلام اسے سنا رہے تھے، اس نے دیکھا کہ واقعی ارکیس قربانگاہ کی سیڑھیوں پر بیٹھا ہے،

داروغۂ محل نے کہا "لیکن میرے دوست تم تو مردہ ہو؟"

ارکیس نے ایک ہاتھ بڑھا کر کہا "مجھے چھو کر دیکھو"

غلام آکر اس کے گرد جمع ہو گئے تھے، اور وہ ساری گفتگو سن رہے تھے جو ان کے آقا اور ارکیس میں ہو رہی تھی، ارکیس نے کہا "مجھے شہزادہ صاحب کی خدمت میں لیچلو، مجھے ان کی خدمت میں چند باتیں عرض کرنی ہیں، کیا یہ واجب ہے کہ میں مقدس سانپوں کا حال ان غلاموں سے کہوں؟"

"میرے دوست تمہیں ضرور شہزادہ صاحب کے پاس لیچلونگا"

"اور یہ دیکھکر کہ اس محل میں تم ایک صاحب اختیار آدمی ہو، میں یہ کہونگا، کہ عبادتگاہ میں جا کر اس کے گرد پہرہ لگا دو اور نظارے کے متعلق جو تم عبادتگاہ میں دیکھو، مینوس کے سامنے شہادت دو"

"نوجوان تم بڑے مغرورانہ انداز سے باتیں کرتے ہو"

"ارکیس نے جواب دیا" اس لئے کہ میں دیوی سے مل آیا ہوں"

بعض غلام یہ خبر پھیلانے بھاگ گئے، اور یہ افواہ ہوا کے مانند محل میں پھیل گئی۔

تمام لوگوں نے اپنے کام کاج چھوڑ دئے اور جوش و خروش سے ایوان عظیم کی طرف بھاگے، وہاں انھوں نے ارکیس کو گھیر لیا، اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ انسانوں کے ایک پنجرے میں مقید ہے، لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے، کیونکہ وہ آدمی تھا، جو مقدس سانپوں سے بچکر پھر انسانوں کی دنیا میں واپس آگیا تھا، یکایک آواز آئی "راستہ چھوڑ دو! شہزادہ آتا ہے! راستہ چھوڑ دو!"

لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے، اور شہزادہ کے لئے راستہ بنا دیا اور اس راستہ میں سے گذر کر مینوس والئ قرطیش آیا، اس کے ہمراہ وزیر اعظم، سر بیدن، اور چند خاص مصاحب تھے، مینوس نے ٹکٹکی لگا کر ارکیس کی طرف دیکھا اور کہا "نوجوان مجھے اور لوگوں کو وہ عجیب و غریب واقعہ سناؤ، جو تمہارے ساتھ پیش آیا"

ارکیس سیدھا کھڑا ہو گیا، اور دونوں باہیں پھیلا کر مینوس اور اہل قرطیش سے کہنے لگا "جناب میں اس عجیب و غریب واقعہ کے متعلق عرض کرتا ہوں، جو میرے ساتھ واقع ہوا، تمام لوگ جانتے ہیں کہ کس طرح مجھے عبادتگاہ تک پہنچایا گیا، اور کس طرح دروازے بند کر دئے گئے، جب میں اندر داخل ہوا تو وہاں گلانطس قربانگاہ اور مقدس سانپوں کے پیالے کے سامنے کھڑی تھی اور چند جادو کے الفاظ کہہ رہی تھی، کہ اچانک ایک

عورت نمودار ہوئی۔ خدا معلوم وہ کہاں سے نکل پڑی، لیکن مجھے ایسا معلوم ہوا کہ وہ قربانگاہ کے شعلوں میں سے نکلی ہے، میں نے جھٹ پہچان لیا کہ یہ دیوی ہے، میں ڈر گیا، دیوی کا چہرہ غضب آلود ہو رہا تھا، اس نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سانپوں کو گلانطس پر جھپٹنے کا حکم دیا اور انھوں نے آن کی آن میں اسے ہلاک کر دیا"

مینوس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ٹھیرو "سر بیدن عبادتگاہ میں جاؤ اور اصلیت معلوم کرو" "ہاں اب کہو"

ارکیس نے کہا "ہاں جب گلانطس مر گئی، تو دیوی نے مجھے ہاتھ پکڑ کر عبادتگاہ سے باہر نکالا اور ہم ایوان میں پہونچے جہاں چاندنی پھیلی ہوئی تھی"

ہجوم نے چلانا شروع کیا "ہاں، ہاں یہ درست ہے"

"کیا ہم نے یہ نہیں دیکھا تھا؟"

مینوس نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، ارکیس کہنے لگا "تب دیوی مجھے مقدس کنج اور "مقدس باغات" میں لیگئی میں عجیب بےخبری کے عالم میں تھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں ہوا پر چل رہا ہوں، دیوی کے چہرے پر نقاب تھا، اس کی آواز بلند تھی، اور اس کا ہاتھ آگ کے مانند گرم تھا، وہ مجھے کھیتوں میں سے لیکر صنوبر کے جنگل میں پہنچی، یہاں بڑی تاریکی تھی، وہ شعلے کی مانند چمکنے لگی، اور میری آنکھیں چندھیا گئیں، پھر دیوی نے مجھ سے کہا "او فانی انسان تو آزاد ہے گلانطس کے گناہ کے سبب میں تجھے زندگی بخشتی ہوں، جا اور میرے غلام مینوس کو یہ ساری داستان سنا" حضور پھر میں سو گیا، اور صبح تک سوتا رہا صبح جاگتے ہی دیوی کے حکم کی تعمیل کیلئے میں چلا آیا"

ہجوم اب خاموش نہ رہ سکا، اس نے چلانا شروع کیا "گلانطس مر گئی ہے!"

"مقدس سانپوں نے اسے مار دیا!"

"اور ارکیس زندہ ہے!"

اتنے میں سر بیدن اور داروغہ محل مردنی چھائے چہروں سے نمودار ہوئے، مینوس کی آنکھیں داروغہ محل کی طرف گئیں، اور اس نے کہا "بولو تم نے وہاں کیا دیکھا؟"

داروغہ محل نے اپنے ہاتھ پھیلا کر کہا "حضور بالکل یہی جو نوجوان نے ابھی ابھی کہا، گلانطس مردہ پڑی ہے، اور مقدس سانپ ابھی تک اس کے جسم سے لپٹے ہیں"

مرد اور عورتیں چلا رہے تھے، وہ جوش اور مسرت سے ارکیس کیطرف بھاگے، اور اسکے ہاتھ کو چومنے لگے کسی نے چلا کر کہا "سارینا!"

یہ سنتے ہی ہجوم کا جوش بڑھ گیا، اور اس نے مضطربانہ لہجہ میں چلانا شروع کیا "سارینا! سارینا!"

وہ وہاں موجود تھی، چیختے چلاتے ہجوم نے اسکے لئے راستہ بنا دیا اور وہ ایک رقاصہ کی طرح قدم رکھتی ہوئی آئی ایک رقاصہ جو خواب میں تھی ارکیس چلایا "سارینا!"

اس وقت ارکیس کو سوائے سارینا کے اور کچھ نظر نہ آیا، باقی ساری دنیا اس کی نظروں میں اوجھل ہو گئی وہ اس سے ملنے اور آغوش شوق میں لینے کو بڑھا، اور مینوس جیسے سرد مہر انسان کی آنکھیں بھی اس وصال پر مسکرانے لگیں۔

(ماخوذ) نظامی

اطلاع :- یہ فسانہ بصورت مکمل زیر طبع ہے پیمانہ بک ڈپو آگرہ سے طلب کیجئے۔ منیجر

اے حریفِ رنگ و بُو

(از: تبسم نظامی سیمابی (علیگ))

اے حریفِ رنگ و بو ناواقفِ گفت و شنید — حیف تو نے کچھ نہ سمجھا مقصدِ رنگِ جدید
ہو کے لبریز تعصب کر دیا اظہارِ دل — تیری باتوں سے عیاں ہے اضطرابِ منفعل
تجھکو نازش ہے مگر علم ادب سے بے نیاز — زندہ دل ہے تو مگر نا قابلِ ایوانِ راز
شعر بھی کہتا ہے تو لیکن پرانے رنگ میں — میر کی تقلید ناقص ہے ترے آہنگ میں
ہم سمجھتے ہیں قدامت سے تو ہم آغوش ہے — ورنہ دور از حال کیوں لب بستۂ خاموش ہے
فیصلہ کر غور کر اس مستقل عنوان پر — جاننا موضوع اپنا فرض ہے انسان پر
چل رہی ہوں جب ترقی کی ہوائیں ہر طرف — عطر بیزی کر رہی ہوں جب فضائیں ہر طرف
آدمی کیونکر نہ ہو پھر ملتفت جذبات سے — کیوں نہ ہو دنیائے دل مسرور کیفیات سے
ہے بجا سب کچھ مگر تیرے تخیل کے خلاف — مطلقاً پروا نہیں گو نجے صدائے انحراف
تیری ہستی کیوں نظر آتی ہے صرفِ انہماک — ہے تجھے کیوں بارِ خاطر فارسی کا اشتراک

تو ابھی علم ادب سے مطلقاً محروم ہے
اور تو جس رنگ پر قائم ہے وہ معدوم ہے

انسان

(ایک مسلسل ڈراما)

سلسلے کی بارہویں قسط

(تمام حقوق بدستور محفوظ ہیں)

(اثر۔ ساغر نظامی سیمابی (علیگ)

تیسرا دور ← چوتھا منظر

دریا اور پہاڑ

(شیطان آگ کے شعلوں میں نمودار ہوتا ہے)

شیطان۔ انسان، منشائے الٰہی کا مفروضہ خلیفہ، میری ذیوی بادشاہت کا ایک ذلیل محکوم میرے زبردست ہاتھوں میں آج اس طرح مجبور ہے جیسے ظلمت نور کو اور گنبد کسی قبر شکستہ کو چھپا لیتا ہے۔ میں انسان سے اس ازلی کینہ کا بدلا لے رہا ہوں، جو ابد تک میرے سینہ میں دوزخ بنکر بھڑکتا رہیگا۔ ہنگامہ زار کائنات میں انسان کو خدا اور اس کے احکام سے بیگانہ کرنا میرا فرض تخلیق ہے۔ جسے میں مردانہ وار ادا کر رہا ہوں۔ ابھی کیا ہے۔ ابھی تو صرف ایک خاکی پیکر نے خدائی دعویٰ کیا تھا۔ لیکن میں دنیا کے ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ سے "انا رب الاعلیٰ" کی صدا بلند کراؤنگا۔

خداوند قدوس، تو اب بھی میرا خدا ہے، میں اب بھی تیرا ہی پرستار ہوں، معلوم ہے مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ حیات زار انسانیت کی آخری کروٹ جبکا مستقر قیامت ہوگی، میرے لئے تقدیراً نہایت ہولناک اور یقیناً بے حد خطرناک ہے۔ تو مجھے اپنے جلال و غضب کی بھڑکتی ہوئی آگ میں خشک اور پرانے ایندھن کی طرح جھونک دیگا۔ اور میں ایک زمانۂ غیر محدود دراز تک آگ کی غذا بنا رہونگا۔ جب سزا کا ملنا یقینی ہے تو اسباب سزا میں غلو نہ کرنا بھی ایک گناہ ہے۔ لیکن میں نے تیری اُس شان کا بھی مطالعہ کیا ہے جس میں صرف تو باقی ہے اور باقی تمام

موجودات اپنے متعلقات کے ساتھ فانی۔ پھر کیا یہ غیر ممکن ہے کہ فنا ستان عالم کا ہر کھیل بگڑنے کے بعد کسی مزید انجام و مآل کا دامنگیر نہ ہو۔ تو اپنی احدیت و صمدیت اور میں اپنی الوہیت پرستی میں ناقابل شکست اور اور قابل اعتراف مانا جاؤں۔ میری تمام قوتیں تیرے ہی مبدء ازل سے ودیعت ہوئی ہیں اسلئے، ہاں صرف اسلئے ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ میں دنیا میں کفر اور الحاد کے طوفان اٹھانے کے لئے آزاد ہوں۔ اور دنیا خس و خاشاک کی طرح میرے اٹھائے ہوئے طوفانوں میں بھی چلی جارہی ہے تو جب چاہے اس سلسلہ کو ختم کرسکتا ہے مگر جبتک یہ سلسلۂ کائنات باقی و ساری ہے میں اپنے احساسات کو رد کرنا نہیں چاہتا۔ تو اپنی احدیت کے کرشمے دکھائے جا، تو اپنی الوہیت کے جلوے چمکائے جا، میں تجھ سے الگ تیری ضرب جلال سے الگ، اپنی دنیائے شرارت کے طلسم خانے بنائے جاؤں گا تاکہ تجھے معلوم ہو کہ تیری عطا کردہ قوتوں میں کتنا لوچ اور کتنی لچک ہے۔

شیطان آگ کے شعلوں میں غائب ہوجاتا ہے
کیوپڈ کمان بردوش آسمان سے اُترتا ہے

کیوپڈ۔ عشق جو حسن کے ساتھ سایہ کی طرح عالم تخلیق میں جلوہ گر ہوا ہے میں اسکے دعوت نامۂ لطیف کا ایک مہمان عظیم ہوں۔ دنیا کی تمام قوتیں آسمانی قوتوں سے منسلک ہیں۔ روحانی اثرات کی لاتعداد کرنیں کائنات پر چھائی ہوئی ہیں۔ اور ہر کرن میں ایک انسانی زندگی تکمۂ گریباں کی طرح جذب آویزش ہے۔ میں زہرہ کی رفیع و جلیل آبادیوں کا ہنگامۂ حسین ہوں۔ میرے تیروں میں عشق کا زہر بھرا ہوا ہے اور ہر آنی اس قابل بنادی گئی ہے کہ وہ جسم پر نشان کئے بغیر جوف دل میں سما جائے۔ میرے تیر تجھ میں جذبات عشق پیدا کرکے اسے پتے کی طرح متحرک کرسکتے ہیں۔ میرے تیر پہاڑوں میں جذب ہوکر انہیں حباب دریا کی طرح زمین پر بہا سکتے ہیں۔ میرے تیر پانی کی رگوں میں سما کر انہیں بھاپ کی طرح اڑا سکتے ہیں۔ میں میں کاروان حسرت و تمنا کا مقدمہ الجیش ہوں۔ قلب کے میدان اور آنکھوں کی بساط پر سوز و گداز کے خیمے لگا کر جب میں صدر انجمن کی طرح رونق بزم جذبات ہوتا ہوں تو پھر میری موجودگی میں کوئی دوسرا کارروان وہاں نہیں اتر سکتا۔ میرے ترکش میں مختلف قسم کے تیر ہیں۔ کسی کا اثر روحانیت کی طرف صعود کرتا ہے۔ کسی کا اثر انسانیت کی مجازی خواہشوں کو بیدار کرتا ہے۔ مجھے عشق نے دعوت دی ہے اور میں غالباً کوئی ایسی مہم سر کرنے کے لئے اپنی جگہ سے حرکت دیا گیا ہوں جسے فطرت عشق خود فتح

نہیں کر سکتی۔

تو کیا میں اپنے کبھی خطا نہ ہونے والے تیر فضائے کائنات میں منتشر کردوں (کمان میں تیر جوڑتا ہے) نہیں نہیں مجھ سے ملکہ محبت ساقی نے ایکدن اپنے لطیف اشاروں میں ہدایت کی تھی کہ عشق ایک نعمت ہے۔ جو سب کی قسمت میں نہیں ہے۔ اس کا حصول مشیت ایزدی کے ماتحت ہے۔ اس کا ورود ممتاز دلوں کیلئے مخصوص ہے میرے تیر عطیۂ فطرت کی وہ عام لوٹ نہیں ہیں جس سے تمام عالم مساوی طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے عشق آگ، ہوا، خاک اور پانی کی طرح قسمت عام نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح باغوں کے لئے بہار اور پھولوں کے لئے رنگ مخصوص ہیں میرے تیر بھی بلند نصیب ہستیوں کے لئے بنائے گئے ہیں۔ مجھے عشق کی بارگاہ نیاز میں جانا چاہئے اور وہاں سے اجازت و ہدایت لینے کے بعد اپنے تیروں کا مصرف سوچنا چاہئے۔

(جاتا ہے) (حسن پامال و پراگندہ حالت میں ظاہر ہوتا ہے)

حسن۔ صنعت گاہ عالم کی ہر چیز میں میرے لئے ایک گنجائش ہے۔ اور میں ہر جگہ محفوظ رہ کر اپنی فردویت کا مظاہرہ کرنے میں کامیاب ہوں۔ لیکن عورت کا پیکر لطیف جسمیں میری رعنائیاں سب سے زیادہ چمک دار محسوس ہوتی ہیں، میری قتل گاہ ہے۔ میں جس پیکر نسائیت میں چمکتا ہوں وہیں میرے لطیف جوہر انسانیت کے قوی جذبات سے پامال اور پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ قوی الجسم انسانوں کا لمس مہیب۔ انکی آغوش کا تنگ کش کشاد، ان کے اضطراب کا غیر معمولی انجذاب، میرے لطائف کو تھکائے دیتا ہے، اور میں عورت کے نازک مجسمہ میں اپنی پامالی سے ایک عجیب تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ فردوس اعلیٰ میں جب میرے جوہر تخلیق کو نگارستان طاؤسی میں اذن جلوہ آرائی ہوا تو مجھ سے میری غایت تخلیق نے کہا تھا کہ میں آدم خاکی کی پرستش گاہ جذبات میں سجدے کئے جاؤنگا۔ وہ آدم جو فلک الافلاک پر مسجود ملائک تھا میرا ساجد ہوگا۔ کیونکہ میری تخمیر میں وہ نور ایزدی شریک ہے جس نے اپنے ہوتے ایک پیکر خاکی کو عظمت سجدہ کے قابل قرار دیا تھا۔ مگر اس جہان نفسانیت، اس عالم کون و فساد، اور اس ارژنگ معاصی میں، سجدے تو درکنار مجھے تقدس ملاطفت بھی نصیب نہیں۔ پھولوں کی پژمردگی، کلیوں کی فسردگی اور ملے ہوئے پتوں کی پراگندگی مجھے ان ہاتھوں سے نصیب ہوتی ہے۔ جن کے احاطہ میں محفوظ رہکر میں بڑھ اور پھیلنا اور چمکنا چاہتا ہوں۔ لبوں کی سرخی، آنکھوں کی مستی اور عذار کی خورشید آفرینی میں جہاں کہیں جھلکتا ہوں، جذبۂ نفسانیت سے بے ہوش مردانہ حملے مجھے کمزور کر دیتے ہیں۔ میری ان مجبور اور پامال حالتوں پر خدا رحم کرے۔ اور اگر میری تخلیق کا مآل یہی ہے تو میں سربسجود ہوں

کہ مجھے اپنے مسکن حقیقی اور ملجائے ازلی کی فضائیں مجبورِ مراجعت کرلیں۔ انسان، طاقتور انسان، کاش تیری نفسانی خواہشوں کی آغوش میں میری لطافتوں کی جگہ پہاڑ ہوتے اور تو اپنے ہیبتناک جسم کی ٹکروں سے خود ہی مجروح ہو جاتا۔ کاش تیرے راتوں کو جاگنے والے جذبہ کا مقابلہ تیری کمزور روح سے ہوتا کہ تو اپنے زور اور اپنی قوتوں سے خود ہی پاش پاش ہو جاتا۔ میری لطافتیں، میری نزاکتیں اور میری کیفیتیں تیرے تصادم سے روز ایک حادثہ پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر تیری لامتناہی خواہشات میں فرق نہیں آتا۔

خداوند کائنات، اگر میری پامالی میری رعنائیوں کی سزا ہے تو مجھ سے یہ رعنائیاں چھین لے۔ اور اس سزا سے نجات دے۔ اور اگر پیکر نسائیت میں میرا مستقر امتناہی خطرناک ہے تو صرف تازہ پھولوں میں ایک بدی کون عطا فرما۔

[حسن تھرتھراتا ہے اور ایک آواز پیدا ہوتی ہے]

فطرت کی آواز۔ اے ہمارے آبشارِ صفات کے ایک منور قطرے، تیری عاجزی ہمیں پسند آئی۔ جا، آج تجھے ہم اپنی ابدیت سے ایک آبرو ئے جاودانی عطا فرماتے ہیں۔ تو خواہشات کے پرشور طوفان میں ہچکولے کھانیکے بعد بھی بدستور جاذب رہیگا تیرا شباب انقلاب زمانہ سے فنا پذیر ہوگا اور انقلاب سے پہلے خواہشوں کو فنا کرکے تو ہماری قدرت کی روشن یادگار کی طرح باقی رہیگا۔

[حسن انوار و تجلیات کی روشنی میں غائب ہو جاتا ہے۔ زہافہ اور خوردا د آتے ہیں]

خوردا د۔ نہیں نہیں، اے حسن و وفا کی مجسم تصویر، مجھ سے بدگمان نہ ہو، میں صرف تیری پرستش کرونگا اور تجھے حوادث سے بچا کر اپنے دراز دامنوں میں پناہ دونگا۔

زہافہ۔ خوردا د، اس سے پہلے کہ مصر کا خود پسند رئیس فرعون مجھے اپنے قصر عشرت کے لئے دعوت جلوہ دے میرے حسن کو اپنی قوتوں میں صرف ہو جانے دو۔ اس کے آدمی کم عمر عورتوں کی تلاش میں ہر جگہ سرگشتہ ہیں وہ یہاں بھی آئیں گے۔ اور مجھے فرعون کی جابرانہ عشرت گاہ کی قربانی کے لئے لے جائینگے۔ کیا میں حسین نہیں ہوں کیا مجھے تم صحرائے ساردن کی ان چھوکریوں سے بھی کم سمجھتے ہو جو روز سورج چھپنے سے پہلے ایک آغوش کی مالک بن جاتی ہیں، اور دوسرا سورج نکلنے کے بعد خداوند موسیٰ ان کیلئے دوسرے سامان تعیش پیدا کر دیتا ہے

خوردا د۔ میں ان سے واقف ہوں، میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں، مگر وہ خوشبودار تازہ کلیوں کی طرح صرف ملکر پھینک

دینے کے لئے اپنے بستر خواب سے طلوع ہوتی ہیں۔ اور تو فردوسِ مجسم زہافہ، اپنے خوابستان ناز میں صرف اسلئے سوتی ہے کہ تیرا حسن بیدار ہو کر دنیا میں تقسیم انوار کرتا رہے اور میں تیری حفاظت کروں۔

زہافہ۔ مگر یہ جذبہ آج ہی کیوں پیدا ہوا، کیا اس سے پہلے میرا حسن قاسم انوار اور تمہارا عشق محافظ بننے کے قابل نہ تھا؟

خورداد۔ تھا، مگر ہوسناکی نے میرے دل کی آنکھوں کے سامنے پہاڑ کھڑے کر دئے تھے۔ اور میں حسن کا مصرف صرف یہ سمجھتا تھا کہ وہ ہوس میں فنا کر دیا جائے۔

زہافہ۔ اب تم اس کا مصرف کیا سمجھتے ہو۔

خورداد۔ یہ کہ جاذبِ حسن نگاہوں سے اس کی پرستش کی جائے۔ اس کے لمس سے روح میں قوتِ حسن کو زندہ کیا جائے۔ اور اس کے انوار گوناگوں سے زندگی کی ظلمتوں میں اجالے بنائے جائیں۔

زہافہ۔ مگر فرعون تمہاری تمناؤں کو تاریک کرے گا۔

خورداد۔ موسیٰ کی شریعت، موسیٰ کی عظمت، اور موسیٰ کی خدا پرستی، فرعون کو کبھی کامیاب نہ ہونے دے گی۔ خداوند موسیٰ اپنے ساتھ وہ معجزے لیکر آنے والے ہیں جن کو دیکھکر دنیا حیران ہو جائیگی۔ تو طیش غمری کی بشارتیں بیکار نہیں ہیں۔ تم نہیں دیکھتیں کہ جب ہم موسیٰ کا نام لیتے ہیں تو ہمارے آتش کدے تھرتھرانے لگتے ہیں۔ تم نہیں دیکھتیں کہ جب ورود موسیٰ کے صحیفے پڑھے جاتے ہیں تو خمیوں کے سامنے سلگائی ہوئی آگ میں پانی کی موجیں لرزتی ہوئی نظر آتی ہیں یہ اُسی آنے والے خداوند کا تصرف ہے کہ ہمارے قلوب میں پاکیزگی، اور خیالات میں تزکیہ جوش مار رہا ہے۔

زہافہ۔ اور فرعون۔

خورداد۔ فرعون تو زہافہ ان کی قوتوں کے ٹکرانے، ان کی ضرب کو سنبھالنے، اور ان کے کمالات کو نمایاں کرنے کا ایک آلہ ہے۔ اسے بھی نجومیوں نے اطلاع دے دی ہے کہ تجھے شکست دینے والا بچہ عنقریب پیدا ہونے والا ہے۔ کیا تم نے وہ منادی نہیں سنی تھی کہ جو بچہ پیدا ہو وہ قصر فرعون میں بھیجدیا جائے۔

زہافہ۔ ہاں ہاں سنی تھی۔

خورداد۔ بس۔ فرعون ورودِ موسیٰ سے خود خائف ہے۔ اور اسی لئے ہمارا دل کسی خوف سے

پریشان نہیں ہے۔ آؤ چلو ہم دونوں خداوند موسیٰ کے اجلال ظہور کا انتظار کریں۔

(دونوں چلے جاتے ہیں)

اطلاع جنوری ۱۹۲۷ء میں ڈراما کا جو حصہ پیش کیا جائیگا اسے اس موضوع کا اختراع فائقہ سمجھئے۔ فرعون کا دعوئے خدائی۔ دریائے نیل کے مناظر۔ وادیٔ ایمن۔ طور پر برق تجلی کا گرنا۔ عصا اور ید بیضا کے کرشمے غرضکہ نہایت اہم واقعات اہم ترین طرز نگارش کے ساتھ صرف "پیمانہ" کئے جائیں گے۔ انتظار کیجئے۔

مدیر

اخلاق معاشرت اور تندرستی کے چار آئینے جنھیں آپ اور آپکا سارا گھر دیکھ سکتا ہے

مسٹر بھاری بھرکم کی ڈائری	مرقع عبرت	عبرت کدہ	تشریح الشفا
زن و شوہر کے تعلقات پر ایک دلچسپ تبصرہ۔ خود غرض بیوی اور ایثار پسند شوہر کی دلچسپ زندگی کے نظارے شوہر کا بیوی کی محبت سے مجبور ہو کر اُس کی ہر زیادتی پر سر تسلیم جھکانا۔ بیوی کا شوہر کے ایثار سے غلط فائدہ اٹھا کر مغرور ہو جانا۔ آخر شوہر کا بیدار ہونا بیوی کو راہ راست پر لانے کے لئے دوسری شادی کرنا وغیرہ وغیرہ نہایت پر لطف کتاب ہے قیمت ۶ر	شریف اور عصمت مآب عورتیں کس طرح آوارہ اور بدکار بن جاتی ہیں بدکاری کی ابتدا اور انتہا کس طرح ہوتی ہے۔ نتائج کیا ہوتے ہیں ایک بدکار کی زندگی کتنی زندگیوں کو تباہ اور برباد کر سکتی ہے اسکی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے اس کتاب کے پڑھنے سے زندگی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے قیمت ۱۰ر	موجودہ معاشرت کی کمزوریاں مراسم پرستی کے نقصانات، مذہبی اندھا دھند کا نتیجہ۔ بصورت افسانہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں دکھایا گیا ہے یہ افسانہ محض تخیل کی مدد سے نہیں لکھا گیا بلکہ انسانی زندگی کے روزانہ مشاہدات کا نتیجہ ہے۔ آپ، آپ کی عورتیں، آپکے بچے سب پڑھ سکتے ہیں قیمت ۱۲ر	سر سے پاؤں تک کی تمام بیماریوں کا علاج حکیم چودھری محمد حسین صاحب نے نہایت سلیس اشعار میں ایک جگہ نظم کر دیا ہے۔ مثلاً **علاج نزلہ** نزلے سے آواز بیٹھ جائے اگر۔ تھوڑی سی افیون کھا لے ضرور جو کبابہ نہ تیں کھائیں سو شفا۔ ہے مجرب آزمودہ یہ دوا بڑی مفید اور دلچسپ کتاب ہے۔ قیمت صرف ۴ر

ناظم پیمانہ "قصر الادب" آگرہ

نسائیات

خلاصۃ الباب :—

پیمانہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء

(۱) شعر الحرم (تذکرہ) ساغر نظامی (علیگ)

(۲) شکوہ (نظم) خورشید اقبال حیا میرٹھی

(۳) مسکراہٹ تہذیب فاطمہ عباسی

(۴) سرِ شام (نظم) خورشید اقبال حیا میرٹھی

(۵) آہ میری "عنوان" (نظم) عزیز عابدہ خانم نسرین متھراوی

شعر الحرم

(مسلسل)

عرب اور انگریز شاعرہ خواتین کا تذکرہ

عرب شاعر عورتیں

اُمّ الاعسر قبیلۂ بنی ربیعہ سے تھی۔ عرب کی سرزمین اس پر ناز کرتی ہے اور ام الاعسر کی شاعری ایک خاص پایہ کی سمجھی جاتی ہے ۶۰۰ء میں "غرثان" ام الاعسر کا ایک عزیز جب بنی ربیعہ اور ایاد قوم کے معرکۂ عظیم میں بہادرانہ شان سے لڑتا ہوا کام آیا تو اس نے اس کی موت کے غم میں ایک دردناک، ہولناک اور خیرہ کن احساس مرثیہ پڑھا۔ جس کے شعر یہ ہیں۔

لا فابکی اعینی لا تمللی
فلی مصابنا المد اعویل
فلا اسلمت عشیرتنا وعارت
اذا صوع ابن روحان الہبیل
اذا رختم وخلفتم ھبلتم
لغرثان فلا راع القبیل

اے میری آنکھ رو اور دریغ نہ کر
کیونکہ ہمارا مقتل ہمیشہ رونے کے قابل ہے
درحقیقت ہمارا خاندان لڑائی سے نہیں لوٹا
جبکہ ابن روحان سا شریف کام آیا
تم اسے چھوڑ کر چلے آئے اس سے برتر تھا
تم نہ آتے اور میدان جنگ میں ہلاک ہو جاتے

(ریاض)

انگریز شاعر عورتیں

ایوین اینی۔ برکشایر میں ایک مصنف تھا، جسے بیباک وقعت اور عظمت کی نگاہوں سے دیکھتی تھی، اور حقیقتاً وہ قابل تھا۔ ایوین میں بھی اسکے کمالات کے اثرات تھے، بلکہ وہ اس کے جوہر کمال کے پرتو سے جگمگاتی ہوئی ایک تصویر روشن تھی، اس نے مختلف نظمیں لکھیں اور موسیقی پر بھی کافی مضمون نگاری کی۔

(نیشنل)

باچی (سادہ) بھجن نظم کرنے کے لئے بہت زیادہ مستند سمجھی جاتی ہے، تمام انگلستان میں اس کی بہت زیادہ شہرت تھی۔ یہ برمنگھم میں پیدا ہوئی اور آخر ۱۸۴۴ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئی۔

(نیشنل)

امتہ الخالق ۸۱۳ھ میں پیدا ہوئی اور ۹۲۰ھ میں وفات پائی۔ یہ عبد اللطیف بن صدقہ بن عوص المناوی العقبی کی بیٹی تھی۔ امتہ الخالق نے اپنے زمانہ تعلیم میں بہت کتابیں پڑھی ہیں جن میں سے مسند احمد۔ معجم عبرانی۔ سیرۃ ابن ہشام۔ الفیہ۔ منہاج غیرہ ذکر کے قابل ہیں۔ ان کتابوں میں سے اکثر اسے حفظ یاد تھیں۔ آخر عمر میں اس نے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ یہ امتہ الخالق ذہبی بزرگ خاتون ہے جسے امام سیوطی نے اپنے (اشیاخ) میں گنا ہے۔ اور اکثر بڑے بڑے محدثین نے اس سے روایتیں اخذ کی ہیں۔

امتہ الخالق ایک عالم اور قابل شاعرہ تھی، اس کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے۔ کہتی ہے:۔

ھی المقادیر قد عنی او تذر	یہ مقدر ہے جو کبھی بلاتا ہے کبھی چھوڑ دیتا ہے
ان کنت اخطات فما اخطا القدر	اگرچہ میں خطا کروں مگر مقدر کبھی خطا نہیں کرتا
اذا اراد اللہ امرا بامرء	اللہ جب بندے سے کوئی کام کرانا چاہتا ہے
وکان ذا عقل وسمع وبصر	پس وہ کیسی ہی عقل و سماعت اور بصارت رکھتا ہو
اصم اذنیہ واعمی قلبہ	اسکے کانوں کو بہرا اسکے دل کو اندھا کر دیتا ہے
وسلہ من عقلہ مثل الشعر	اور (وہ) (میں سے بال کی طرح عقل نکال لیتا ہے
حتی اذا انفذ فیہ حکمہ	یہانتک کہ جب وہ شخص کام کر لیتا ہے۔
رد اللہ عقلہ لیعتبر	تو اسکی عقل واپس کر دی جاتی ہے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو

(تذکرۃ النحاتین)

امتہ العزیز یہ خاتون پانچویں صدی ہجری کی علامہ صفت خاتون تھی اور اپنے علم و عمل اور خاندانی عظمت کی بنا پر "الشریفہ" کے معزز لقب سے مشہور تھی، اس زمانہ کے علماء و فقہا میں اس عورت کو ایک مقام عزیز حاصل تھا امتہ العزیز اندلس کی رہنے والی تھی اسکے

باڈلر جون ۱۸۴۳ء میں بمقام اشیلی پیدا ہوئی اور تمام انگلستان میں نہایت مشہور ہوئی۔ اس کی شہرت، قابلیت اور اثر کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب ۱۸۸۶ء میں اس کے اشعار اور مضامین وغیرہ کا مجموعہ شائع ہوا تو کثیر لوگوں نے اسے خریدا، اور چالیس برس کے عرصہ میں ۱۶ بار چھپا۔ باڈلر کی قابلیت اسکے طرز عمل سے صاف ظاہر ہوتی ہے۔ باڈلر ایک مقبول عام خاتون تھی، اسکی موت ۱۸۸۴ء میں واقع ہوئی۔

(نیشنل بایوگرافی)

بارلو (جین) ڈبلن کی ایک فاضل خاتون ہے، ملک کے مختلف رسالوں میں اس کے منثور و منظوم مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اسکی سب سے پہلی تصنیف "آیرش آیڈلز" اکتوبر ۱۸۹۲ء میں پریس سے نکلی۔

(جے ڈبلو ما)

براؤننگ (الزبتھ بارٹ) انگلستان کی ایک مشہور شاعرہ ہے اسکے کلام کو انگلستان کے اعلیٰ طبقہ میں بہت زیادہ قبولیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ جارج ریلیٹ اور مسٹر اسکن اس کے ارشادات کی بہت قدر کرتے تھے اور اسکے کلام کو نہایت دلچسپی سے پڑھتے تھے جارج میکڈانلڈ تو براؤننگ کا اس درجہ شیفتہ

یہ دو شعر کیسی عجیب لطافت اور شعریت کے حامل ہیں وہ کہتی ہے۔

لحاظکم تجرحنا فی الحشا	تمہاری نگاہوں نے ہمارے دل کو زخمی کیا
ولحظنا یجرحکم فی الخدود	اور ہماری نگاہ نے تمہارے رخسار کو زخمی کیا
جرح بجرح فاجعلوا ذا بذا	جب زخم کا بدلا زخم ہو گیا تو۔ پھر
فما الذی اوجب جرح الصدا	یہ بچا کا زخم کس جرم کی سزا ہے

(کتاب المطرب) (نفح الطیب)

ام تابطشرا یہ عرب کے ایک مشہور مخصوص اور سربرآوردہ شاعر "تابطشرا" کی ماں تھی جب "تابطشرا" کا انتقال ہو گیا تو اسکی ماں نے یہ دردناک دلسوز اور اشک آفرس مرثیہ کہا اس مرثیہ کے بعض اشعار سے ماں کی خالص محبت کا اظہار ہوتا ہے اور مامتا کی تمام ترکیفیت بیک وقت نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور اس شعر سے ساغری النفس اذ لم محب من سلك عربی عورت کا زبردست کیریکٹر ظاہر ہوتا ہے اس مرثیہ میں ایسے دردناک جذبات ہیں کہ ایک ماں پڑھکر ضبط نہیں کر سکتی۔ وہ کہتی ہے

لیت شعری صلة	کاش مجھ انجان کو خبر ہوتی
ای شیء قتلك	کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا
ام مریض لم تعد	تو بیمار تھا کہ تیری عیادت نہوئی
ام عدو قتلك	یا دشمن نے مار ڈالا
ام تولی بك ما نال	یا تیرا کام
فی الدهر السلك	کسی درندے نے تمام کیا
کل شی قاتل	تو جو مر گیا ہر چیز پھاڑ
حین یلقی اجلك	کھانے کو دوڑتی ہے

(باقی)

تھا، کہ اس نے اسے "شاعروں کی شہزادی" لکھا ہے "براؤننگ کی موت ۱۸۶۱ء میں واقع ہوئی۔

(نیشنل)

برنارڈ (رین) فیالفشایر کی رہنے والی قابل خاتون تھی اس کی ایک نظم "الڈار این گرے" اسقدر مشہور مقبول اور ہر دلعزیز ہے کہ شاید جب تک یہ عالم محسوس (دنیا) قائم ہے اس کا نام ایک خاص مرکز پر منجملی خط میں قائم رہیگا۔ برنارڈ نے ۵۰ برس کی عمر میں ۱۸۲۵ء میں انتقال کیا۔

(نیشنل)

بلیمایر یہ کیمبرلینڈ کے ایک گنوار کی لڑکی تھی، ۱۷۴۷ء میں کارڈوہال میں پیدا ہوئی شاعری میں اس پاکیزہ خاتون نے کچھ اس درجہ کمال حاصل کیا کہ اسے کیمبرلینڈ کے باشندے "کیمبرلینڈ کی مطربہ" کے خطاب سے پکارنے لگے ۱۸۰۳ء میں بلیمایر نے انتقال کیا۔

بیلاک یہ خاتون ۱۰ جون ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوئی عورتوں کی ترقی و بہبودی کے لئے اس کی مساعی بہت زیادہ مشہور ہیں انہیں کوششوں کے ضمن میں اس نے ایک اخبار "انگلش عورتوں کا روزنامچہ" بھی نکالا تھا اور اس اخبار کی خود ہی ایڈیٹر بھی تھی خانہ داری اور زنانہ کاروبار پر اس نے متعدد مضامین اور کتابیں لکھیں اسکی ایک نظم "جبرئیل" بہت زیادہ مشہور ہے۔ (باقی)

شکوہ

میں شعاعِ زندگی ہوں تابشِ تخلیق ہوں
شاعروں کی فکر میں میں نازشِ تخلیق ہوں

ارتقا تخئیل میں ہے اور عمق جذبات میں
اک سمندر موج زا ہے میرے محسوسات میں

ہوں نگاہِ فلسفی میں آج تک میں چیستاں
پرتوِ حسنِ ازل ہیں یہ مری رعنائیاں

عکس ہے میری ہی زلفوں کا اندھیری رات میں
میں ہی گوہر بار ہوں بارش میں اور برسات میں

جب مرا ہر اک تبسم صاعقہ پرواز ہے
جب مرا حسنِ تکلم اک عروسِ ناز ہے

عالمِ شعری مجھے کہتا ہے لیلائے حیات
مرجعِ تنویرِ اراں اور روحِ کائنات

جب مجھے بزمِ خیالی میں یہ حاصل ہے عروج
جب مری تقدیر میں اس درجہ کامل ہے عروج

آبگینہ دل کا پھر میرے ہے کیوں ٹوٹا ہوا
ہے مرے احساس کا کیوں قافلہ لوٹا ہوا

پھر یہ کیوں بے اعتباری ہے مری ہر بات کو
پھر یہ ٹھکراتی ہے کیوں دنیا مرے جذبات کو

کیوں زمانہ کی نظر میں میری فطرت کچھ نہیں
اے حیاؔ پھر کیوں مری ہستی کی وقعت کچھ نہیں

خورشید اقبال حیاؔ

مسکراہٹ

ابتدائے آفرینش کے دوسرے روز، جب کہ وسیع دنیا قدرت کی گوناگوں خوشنمائیوں سے بہرہ اندوز ہو چکی تھی ایک قطعۂ ارض پر گویا بہشت اتر آئی تھی تخلیقِ عالم کے وجود میں آتے ہی ہر شے منہ سے بول اٹھی۔ آبشاروں کی گنگناہٹ دریاؤں کی روانی، پھولوں کی بہار، اور درختوں کی شادابی جیسی دل فریب نظر آتی تھیں، اسی قدر حیرتناک اور تعجب خیز تھی۔

مہتاب کی شعلہ بار روشنی، اختران شب کی بہار آمیز تجلیاں رفتہ رفتہ غائب ہو گئیں عنقریب خورشید کی شمع زریں کرنیں بچھا جاتیں، لیکن عین اسی وقت جبکہ دن رات باہم گلے مل رہے تھے، صدہا خوشنما پھول کھل گئے، خوش نوا طیور چہک اٹھے، آبشار گانے لگے، اور صبائے الست سے مخمور ہو کر سرسرانے لگی۔

حوّا کی ایک بیٹی کنج باغ میں ٹہل رہی تھی۔ پھولوں کے قریب سے سبزہ کو کچلتی ہوئی نکل جاتی کبھی نسوانیت کے غیر محسوس جذبہ میں مست ہو کر پرندوں کی ہمنوائی کرتی تو کبھی غزالان دشت کی طرح چوکڑیاں بھرنے کی کوشش کرتی۔ گاہ صبا کے پیچھے دوڑ کر مٹھیاں بند کر لیتی، اور گاہ نغمات زندگی گا کر جنگل میں خوش گلوئی کا ایک افسوں پھونک دیتی۔

غرض چمنستان عالم کے عریاں حسن میں محو تماشہ نازنین کیف بے خودی سے معمور دل لئے، پھولوں کو سونگھتی ہوئی دفعتاً ایک جگہ صنعت گری کے بیش بہا نمونہ دیکھکر رک گئی۔

نشاۃ اولیں کی پہلی صبح کو جبکہ ہر شے عجیب معلوم ہو رہی تھی، خوشنما پھول حوّا کی بیٹی کو دیکھکر فرط خوشی سے مسکرا دئے۔ وہ تالیاں بجا کر ہنس پڑی اور کہنے لگی۔ گلشن ہستی کے نونہالو تم ہر وقت کیوں مسکراتے ہو؟ پھول نے زیر لب جواب دیا "ہماری مسکراہٹ میں زندگی کا راز پوشیدہ ہے اگر ہم نہ مسکرائیں تو ہمارا چراغ زندگی خاموش ہو جائے"۔

سورج مکھی آہستہ سے بول اٹھا "ہم اپنے صانع کے عطا کردہ انعامات پر مسکراتے ہیں۔ اے بنت آدم! ہر شخص کا فرض مسکرانا ہے اے بندی! تو اُس وقت تک مسکرا تجھے اسوقت تک مسکرانا چاہئے، جبتک تیری زندگی کا چراغ روشن ہے"۔

نرگس نے چشمک زنی کی "آ اے بندی! اے خوبصورتی کی مجسمہ! آ میں تجھے اس کا مطلب سمجھاؤں گی"۔

دنیا کی دوسری عورت اس کے قریب چلی گئی۔

نرگس نے کہا "اے بنت آدم جو زندگی جیسی نعمت پا کر نہ مسکرائے اسے قدرت ناسپاس خیال کریگی" گلاب نے کہا "مسکراہٹ دلوں کو موہ لیتی ہے" دفعتاً اختیار بول اٹھی "شاید اسی لئے اس وقت کی سبزی (منظر) میں پھول ہی سب سے زیادہ دلکش نظر آتے ہیں"۔

نرگس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کہہ دیا کہ "دنیا میں دلفریب نظارہ صرف پھولوں کی مسکراہٹ ہے!!!"

تہذیب فاطمہ عباسی

سرِ شام

فضا کی سامریت میں شفق کی ضوفشانی میں
ہے اک جنت فریبی شام کی نکہت چکانی میں

زمردپاشیاں ہیں لالہ زار و نیمیں بہاروں سے
عجب رنگین کیفیت ہے نہروں کی روانی میں

صباحت زائیاں غنچوں میں ہیں پھولوں میں زرّینی
لطافت آفرینی ہے ردائے آسمانی میں

کسی کے حُسنِ سیمیں اور رنگیں مسکراہٹ کی
تجلّی ہے شفق کے امتزاجِ ارغوانی میں

فلک پر ہیں تجلی آفریں الماس گوں انجم
ہیں تاباں لرزشیں امواجِ زرّیں کی روانی میں

شمیمِ عنبریں آوارہ و رقصاں چمن میں ہے
جہانِ رنگ و بو ہے شام کی رنگیں کہانی میں

خورشید اقبال حیا

آہ میری "عنوان"

(اپنی مرحومہ بچی کی یاد میں)

اے مری عنوان، اے معصومۂ قدسی جمال — ہو گیا اس عالمِ فانی سے تیرا انتقال
تو گئی، اور رہ گئی میں خستۂ رنج و ملال — آہ دل سے جا نہیں سکتا کبھی تیرا خیال
کیا خبر کس کی نظر دو دن میں تجھکو کھا گئی
اے مری ہنستی کلی، تو کھلتے ہی مرجھا گئی

کچھ عجب بے کیف سی ہے زندگی تیرے بغیر — چھا رہی ہے ہر طرف اک خامشی تیرے بغیر
رات دن رہتی ہے مجھکو بے کلی تیرے بغیر — ہے یہی حالت، تو پھر میں جی چکی تیرے بغیر
اے فرشتو! لیچلے کیوں عالمِ خاموش میں
لاؤ دیدو میری "عنواں" کو مری آغوش میں

(۲۱ر نومبر ۱۹۲۶ء)

سوگوار
عزیز عابدہ خانم نسرین

معلومات

پیمانہ دسمبر ۱۹۲۶ء

خلاصۃ الباب:-

(۱) کرۂ ارض ساکن ہے:-

(ا) زمین کی حرکت پر پہلا اعتراض

(ب) دوسرا اعتراض

(ج) اعتراضوں کا جواب

(د) ردِّ جواب

(ہ) ایک اور جواب

(و) جواب بالا کی تردید

(ز) بطلانِ حرکت کی تائید میں چند صاف مثالیں

(ح) زمین کی تبعیت میں ہوا متحرک نہیں ہے

(۲) علمی وادبی معلومات

ابوالوفا جلال الدین شہاب ٹونکی

نائب مدیر

کرۂ ارض ساکن ہے

جدید علم الارض کی بنا اغلاط پر قائم ہے

جبکہ فلسفۂ جدید کی متجلی تحقیقات غیر معدود قلوب کو مسحور، اور اکثر بین عنصری دماغوں کو مأوف کر چکی ہیں، کسقدر تعجب کی بات ہوگی کہ زمین کی حرکت کے خلاف دلائل کی اشاعت کرکے اسکے سکون کو ثابت کرنیکی کوشش کی جائے۔ ایسی حالت میں کہ یورپ کے نزدیک حرکتِ ارض کا مسئلہ "المسیح ابن اللہ" کے عقیدہ کا ہم سنگ ہے۔ فلسفۂ جدید نے دنیا کو جہالت کی پست گہرائیوں سے نکالکر، ترقی کی بلند ترین معراج پر پہنچادیا ہے، جو بیشمار امور کبھی ناممکنات کی فہرست میں داخل تھے، اب واجبات کے مرتبہ کو پہنچگئے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ "زمین کی حرکت کا دعویٰ غلط" اور یہ مسئلہ ناقابل تصدیق ہے بہت جرأت طلب ہوگا۔

لیکن یہ اعتراضات اس بیش بہا خزینۂ علمی سے ماخوذ ہیں جو اب سے تقریباً ستر سال پہلے ہندوستان کے مشہور فلاسفر اور یگانۂ نازفاضل علامہ فضل حق خیرآبادیؒ کے جواہر ریز اور نکتہ سنج دماغ نے اپنی "مہتم بالتحریر" تصانیف میں محفوظ کردیا تھا۔ اسلئے مضمون کا صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ حرکت زمین کے خلاف، دلائل کو جمع کردیا جائے بلکہ ہماری آرزو ہے کہ ماہرین فلسفۂ جدید، اس کا مطالعہ کریں، اسکے بعد حرکت ارض کی صحت و عدم صحت کے متعلق اپنی مفید معلومات کی اشاعت کریں۔ تاکہ موافق اور مخالف دلائل سامنے رکھکر حقیقت کا پتہ لگایا جاسکے۔

ابوالوفا جلال الدین (ٹونکی)

فلسفۂ جدید نے زمین کی گردش کے مسئلہ کو بعض قدمائے یونان کے خیال سے اخذ کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ زمین اپنے محور (Axis) پر مشرق کی طرف حرکتِ دوری کر رہی ہے، اور اسی حرکت کے دوران میں سورج کے گرد اپنے گردش نہار راستے (Orbit) پر آگے بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ رات دن کا ظہور، اور سال کا پورا ہونا انہیں دونوں حرکتوں کے نتائج میں سے ہے۔ ہم ذیل میں انہیں دونوں حرکتوں کو باطل کرنا چاہتے ہیں، اس کی ضرورت نہیں کہ ہر حرکت پر الگ الگ اعتراضات کئے

جائیں، بلکہ ہر ہر اعتراض جس طرح ایک حرکت پر وارد ہوتا ہے دوسری پر بھی۔ جیسا انطباق سے بخوبی واضح ہو جائیگا۔

زمین کی حرکت پر پہلا اعتراض

عام اعتراض جو زمین کی حرکت پر کیا جاتا ہے یہ ہے کہ کوئی شخص جو گیند کو سیدھا اچھالنے کی مہارت رکھتا ہو اگر گیند اُچھالے تو وہ اسی جگہ آکر گر یگی جہاں سے پھینکی گئی تھی، اگر زمین متحرک ہوتی تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ اسلئے کہ جتنی دیر میں گیند اوپر جائیگی اور نیچے آئیگی، اگر زمین میلوں نہیں تو گزوں ضرور مشرق کی طرف مقوم جائیگی۔ اور اس طرح وہ مقام بھی جہاں سے گیند پھینکی گئی تھی مشرق میں بہت دور چلا جائیگا، تو گیند واپس آنے پر ضرور اس مقام کے مغرب میں گریگی۔ اور چونکہ واقعہ اس کے خلاف ہے جیسا کہ تجربہ شاہد ہے، اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ زمین ساکن ہے متحرک نہیں۔

دوسرا اعتراض

یہ ہے کہ اگر دو ہموزن گیندیں ایک ہی قوت کے ساتھ پھینکی جائیں، ایک مشرق کی طرف، دوسری مغرب کی طرف، اور ہوا کے راستہ میں مزاحم نہ ہو، تو ظاہر ہے کہ وہ دونوں گیندیں ایک ہی رفتار سے ہم مقدار مسافت طے کرینگی۔ لیکن اگر ہم زمین کو مشرق کی طرف متحرک مان لیں تو پھر مشاہدہ اس کے خلاف ہوگا، کیونکہ اس صورت میں مغرب کی طرف جانیوالی گیند بہت تیز رفتار معلوم ہوگی، اسلئے کہ۔ ایک مسافت تو وہ طے کریگی جو اس کی حرکت سے قطع ہوگی۔ نیز زمین بھی اتنی دیر میں مشرق کی جانب بہت بڑھ جائیگی، تو اس طرح وہ گیند اس مقام سے جہاں وہ پھینکی گئی ہے بہت دور نکل جائیگی، اور اسلئے اس کی رفتار سریع ماننا پڑیگی، بخلاف اس گیند کے جو مشرق کی طرف پھینکی گئی ہے کہ اس کی رفتار بہت سست ہوگی۔ کیونکہ جتنی دیر میں وہ گیند مشرق کی طرف جائیگی اتنی دیر میں وہ مقام جہاں سے وہ پھینکی گئی تھی، مشرق کی طرف بہت بڑھ جائیگا۔ اور اسلئے ایسا معلوم ہوگا کہ وہ گیند جہاں سے پھینکی گئی تھی گویا وہیں کی وہیں رہی۔

بلکہ اگر زمین کی حرکت مشرقی مانکر مشرق کی طرف گیند پھینکیں تو لازم آتا ہے کہ وہ گیند جس مقام پر پھینکی گئی ہے اس کی نسبت مغرب میں واقع ہو۔ کیونکہ اس امر کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زمین کی حرکت گیند کی حرکت سے کئی گنی زائد ہے، اسلئے جتنی دیر میں گیند اپنی مسافت طے کریگی اتنی دیر میں زمین گیند سے بہت آگے نکل جائیگی، اور وہ گیند جو مشرق میں پھینکی گئی تھی مغرب میں نظر آئیگی، حالانکہ یہ واقعہ کے کسقدر خلاف ہے، اور کوئی جاہل سے جاہل شخص بھی اس کا اعتراف نہیں کر سکتا۔

غرض یہ دونوں دلیلیں ایک حد تک اچھی طرح زمین کی حرکتِ مشرقیہ کو باطل کر دیتی ہیں۔ مگر بڑا ظلم ہوگا اگر تصویر کا صرف ایک ہی رخ دکھانے پر قناعت کی جائیگی، اور اس جواب سے اغماض کیا جائیگا جو معتقدین حرکت نے ان اعتراضوں کی

تردید میں پیش کیا ہے۔

اعتراضوں کا جواب

ان دونوں اعتراضوں کے رفع کرنے کے لئے صرف ایک ہی جواب دیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ ہوا جو زمین کو محیط ہے ساکن نہیں ہے بلکہ زمین کی حرکت میں مشرق کی طرف حرکت کئے جا رہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ زمین کی حرکت بالذات ہے۔ اور ہوا کی بالعرض۔

اب ان دونوں میں سے کوئی اعتراض بھی واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر گیند کو ہم اوپر ہوا میں پھینکیں تو وہ ہوا بھی بالکل اسی رفتار سے حرکت کر رہی ہوگی، جس سے زمین کر رہی ہے۔ اور اس لئے اس ہوا میں گیند بھی اسی رفتار کے ساتھ مشرق کی طرف بڑھتی رہیگی، اور جب گریگی تو ٹھیک اسی مقام پر گریگی جہاں سے پھینکی گئی تھی، اسی طرح جب ایک گیند مغرب کی طرف پھینکی جائے اور دوسری مشرق کی طرف تو مغرب والی گیند کی حرکت تیز نہیں معلوم ہوگی جتنی کہ بالذات ہونی چاہئے تھی اور صرف اتنی ہی مسافت طے کریگی جتنی کہ ذاتی حرکت سے طے کرنی چاہئے تھی، اور نہ مشرق والی گیند سست رفتار ہو کر مغرب میں رہجائیگی، کیونکہ ہوا اسکو برابر اڑائے لئے جائیگی، اور جس مقام سے وہ پھینکی گئی ہے اس سے صرف اتنے ہی فاصلہ پر رہیگی جتنا کہ ذاتی حرکت کے اعتبار سے رہنا چاہئے۔

ردّ جواب

مگر ادراک سلیم کے نزدیک یہ جواب کوئی قابل وقعت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض ہوائے محیط کو زمین کے اتباع میں متحرک بالعرض مان لیا جائے تو بھی یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ ہوا اپنے ساتھ جتنی دور چھوٹی گیند کو لیجائیگی، بڑی کو اتنی دور نہیں لیجا سکے گی۔ کیونکہ بڑی گیند میں چھوٹی سے زیادہ وزن ہوگا۔ اور اسی وزن کے تفاوت کے لحاظ سے ہوا ان کو مشرق کی طرف زائد دور یا کم دور لیجائیگی، اس سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ہم ایک ہی مقام سے اوپر کی طرف ایک بڑی گیند پھینکیں تو وہ دوسری چھوٹی گیند سے کچھ فاصلہ پر ادھر گریگی۔ کیونکہ ہوا چھوٹی گیند کو ہلکی ہونیکی وجہ سے زائد مشرق میں لیجائیگی، اور بڑی گیند کو بوجہ وزن کے کم دور لیجائیگی، حالانکہ یہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح اگر ساکن ہوا میں دو گیندیں مغرب کی طرف پھینکیں، ایک بڑی دوسری چھوٹی تو چاہئے کہ بڑی گیند مغرب کی طرف زیادہ دور جائے۔ اسلئے کہ ہوا بوجھل ہونیکی وجہ سے اسکو مشرق کی طرف زائد واپس نہ لائیگی، اور اس لئے جب زمین کی حرکت کی وجہ سے وہ مقام جہاں سے گیند پھینکی گئی تھی مشرق کی طرف بہت دور چلا جائیگا تو گیند مغرب میں بہت دور دکھائی دیگی۔

بخلاف چھوٹی گیند کے، کہ اسکو ہوا مشرق کی طرف زائد لے آئیگی، اور اسلئے وہ بڑی گیند کے مقابلہ میں زائد قریب دکھائی دیگی، حالانکہ مشاہدہ قطعاً اسکے خلاف ہے۔ کیونکہ ہمیشہ بڑی گیند قریب رہتی ہے، اور چھوٹی دور جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہوائے محیط کو زمین کے اتباع میں مشرق کی جانب متحرک فرض بھی کرلیں تو بھی اعتراضات رفع نہیں ہو سکتے اور نہ اس سے زمین کی حرکت کی کوئی معتد بہ تائید ہوتی ہے۔

ایک اور جواب

اس اعتراض سے بچنے کے لئے ایک رکیک سا جواب دیا گیا، اور وہ یہ ہے کہ ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہوا بھاری گیند کو تھوڑی دور مشرق کی طرف لیجائیگی، اور ہلکی گیند کو بہت دور لیجائیگی، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں کو ایک ہی رفتار سے لیجائیگی، کیونکہ یہ فرق کہ وزنی چیز کم مسافت طے کرتی ہے، اور ہلکی زائد، حرکتِ قسریہ میں ہوتا ہے۔ حرکتِ عرضیہ میں نہیں۔

تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اپنے میل طبعی (Translation) کے خلاف حرکت کرے تو اس کو "حرکتِ قسری" کہتے ہیں۔ مثلاً پتھر کا اوپر جانا حرکتِ قسری ہے۔ کیونکہ اس کا طبعی میلان نیچے رہنے کو چاہتا ہے۔ اور اگر کسی چیز کی حرکت دوسری چیز کے تعلق کی وجہ سے ہو۔ جیسے ریلوے ٹرین کے مسافروں کی حرکت، یا جہاز کے مسافروں کی حرکت، تو یہ حرکت "عرضی" ہے متحرک حقیقت میں جہاز اور ٹرین ہے، مگر مسافروں کو اس تعلق سے کہ وہ اسکے اندر بیٹھے ہیں۔ متحرک کہدیا جاتا ہے۔

اب سمجھئے کہ اگر گیند نیچے سے اوپر پھینکی جائے تو بھاری ہونے کی حالت میں کم دور جائیگی، اور اگر ہلکی ہے تو زائد دور جائیگی، اب وہ دونوں فضائے ہوا میں معلق ہو کر مشرق کی طرف چلیں گی، (کیونکہ جہاں سے پھینکی گئی ہیں انھیں وہیں گرنا ہے۔ اور گیندوں کے نیچے زمین بھی جانب مشرق متحرک ہے) تو یہ حرکت عرضی ہوگی، اور اسلئے ان کی مقدارِ مسافت میں کوئی فرق نہ ہوگا، وہ دونوں ہوائی گاڑی میں بیٹھی ہوئی ایک ہی رفتار سے چلی جائیں گی جس طرح موٹے اور دبلے مسافر ریل گاڑی میں ایک رفتار سے چلے جاتے ہیں۔

جواب بالائی تردید

یہ جواب ایک سطحی خیال سے زائد وقیع نہیں ہے۔ اور حرکت عرضی و قسری کا یہ فرق بالکل دھوکا ہے۔ بدیہی بات تو یہ ہے کہ یہاں حرکتِ عرضی کا وجود ہی نہیں۔ جب ہم ایک پتھر اچھالتے ہیں، تو جبتک پتھر صعود کرتا رہتا ہے۔ اس کی حرکت قسری ہوتی ہے۔ اور جب وہ نیچے آتا ہے اس کی حرکت طبعی ہوتی ہے۔

یوں سمجھئے کہ اگر ہم جاری پانی میں دو لکڑی کے تختے ڈالدیں ایک دس سیر کا، دوسرا پانچ سیر کا، اور وہ دونوں روانیٔ آب کی سمت میں، محض پانی کی روانی کے ساتھ بہہ رہے ہوں، ذاتی حرکت ان میں بالکل نہ ہو تو ان کی یہ حرکت عرضی ہوگی، اب اگر خفیف و ثقیل کا امتیاز حرکتِ عرضی میں نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ وہ دونوں ایک ہی رفتار کے ساتھ بہتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بھاری تختہ پیچھے رہجاتا ہے۔ اور ہلکا تختہ آگے نکل جاتا ہے ٹھیک یہی صورت ہوا میں جانیوالی

گیندوں کی ہوگی۔ ہلکی گیند تو ممکن ہے کہ ہوا میں اسی رفتار سے چلی جائے جس رفتار سے ہوا زمین کے ساتھ جاری ہے۔ اور اسی مقام پر گر جائے جہاں سے پھینکی گئی تھی۔ مگر بھاری گیند اس رفتار سے نہیں جا سکے گی۔ اور اس ہوا کو چھوڑ کر جس میں وہ پھینکی گئی تھی دوسری پیچھے آنے والی ہوا میں رہجائیگی (جسطرح جاری پانی میں بھاری بہنے والی چیز اس پانی کو چھوڑ کر جس میں بہنا شروع کیا تھا پیچھے آنے والے پانی میں رہتی جاتی ہے) لہذا وہ اس مقام پر نہ گر سکے گی جہاں سے پھینکی گئی تھی، بلکہ اس کے مغرب میں گر گی۔

اور ریل کی مثال ایک قسم کا مغالطہ ہے۔ کیونکہ ہوا کا ہر ہر جزو الگ ہے۔ بھاری گیند کو لیجانے والی ہوا اور ہوگی، اور ہلکی گیند کو لیجانے والی اور۔ اگر دونوں گیند کو لیجانے والا ہوا کا ایک ہی جز ہوتا تو بیشک وہ دونوں ایک ہی رفتار سے حرکت کرتیں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اور ریلوے ٹرین میں گو درجہ مختلف ہیں مگر انجن کی وجہ سے ایک سلک میں منسلک ہو کر ایک ہی چیز ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گو بعض خاص مثالوں میں عرضی حرکت کے وقت متحرک کے وزن و سبکی سے رفتار میں کوئی فرق واقع نہ ہو۔ لیکن مسئلۂ زیر بحث میں ہوا کا تعلق ہے۔ اور اس میں فرق کا ہونا لازمی ہے غرض یہ کہ زمین کی حرکت پر اعتراض پوری طور سے قائم ہے۔ اور یہ جوابات کچھ مفید نہیں ہوئے۔

بطلان حرکت کی تائید میں چند صاف مثالیں

واقعہ یہ ہے کہ یہ کہنا کہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہوئی مشرق کی طرف بڑھتی جا رہی ہے اور اسی حرکت کی وجہ سے سورج اور دیگر ستارے طلوع و غروب ہوتے ہیں۔ لغو اور نا کارہ خیال ہے۔ اور اس باطل مسئلہ کے ثبوت میں یہ التزام کہ ہوائے محیط بھی زمین کے ساتھ ساتھ گردش میں ہے۔ اور بڑے بڑے پتھروں اور نہایت وزنی بار کو ہوائی جہاز کی طرح مغرب سے مشرق کیطرف لئے پھرتی ہے۔ "بنائے فاسد علی فاسد ہے"، یہ مانا کہ آفتاب ایک کرہ عظیم ہے۔ باقی دوسرے کرے اس سے چھوٹے ہیں۔ لیکن صرف بڑا ہونا اسکی دلیل کب ہو سکتا ہے، کہ تمام چھوٹے کرے اس کے گرد متحرک ہوں۔ رہا شب و روز کا ہونا موسمی تغیرات۔ اور کسوف و خسوف وغیرہ ان کا فلسفہ جداگانہ ہے۔

کسقدر کھلی ہوئی حقیقت ہے، کہ ہم چلتی ریل میں سے دو پتھر پھینکتے ہیں، جو مساوی الوزن ہوتے ہیں۔ ایک انجن کی جانب دوسرا گارڈ کے ڈبہ کی جانب، اگرچہ دونوں پتھر ایک ہی رفتار سے جا کر ایک ہی مساوی مسافت طے کرتے ہیں۔ مگر پچھلا پتھر ہمیں بہت دور گرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور آگے کی جانب پھینکا ہوا پتھر قریب ہی گرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ہم ریل کی رفتار کے ساتھ سنگ پیشیں سے قریب ہوتے جاتے ہیں اور

سنگ عقب سے بعید تر۔ اگر زمین متحرک ہو تو بعینہ یہ ریل والی مثال صادق آنی چاہیئے۔ اور ایک ہی وزن کے پھینکے ہوئے دو پتھر (ایک جانب مشرق۔ دوسرا جانب مغرب) ہرگز برابر گرتے ہوئے نظر نہ آنے چاہئیں۔ بلکہ مغرب والے پتھر کو بہت دور گرنا چاہیئے۔ اور مشرق والے پتھر کو قریب تر۔ اور یہ خلاف مشاہدہ ہے۔ اور لیجئے چونکہ زمین خشکی اور تری کے مجموعہ کا نام ہے، اگر زمین کو متحرک مانا جائیگا، تو سمندر کی حرکت بھی ماننی پڑیگی، دو جہاز فرض کیجئے، جو بالکل مساوی قوت والے انجنوں کے ذریعہ سے چلے ہوں۔ ان میں سے ایک مشرق کی طرف جا رہا ہے، دوسرا مغرب کی طرف۔ پہلا جہاز دو محرک طاقتوں سے متحرک ہوگا۔ ایک طاقت انجن کی، دوسری طاقت پانی کی جو کامل سرعت کے ساتھ مشرق کی طرف بڑھا جا رہا ہے۔ اسلئے اسکی رفتار بہت تیز ہوگی، اور وہ ہفتوں کی منزلوں کو گھنٹوں میں طے کریگا۔

بخلاف اس کے دوسرے جہاز کی رفتار نہایت ہی دھیمی ہوگی۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ ایک (انجن کی) طاقت سے چلیگا۔ بلکہ اسلئے بھی کہ پانی جو مشرق کی طرف جا رہا ہے اس کی رفتار میں مانع قوی ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب کشتی پانی کی رفتار کے خلاف چلتی ہے تو کسقدر سست رفتار ہو جاتی ہے۔ یہی صورت یہاں واقع ہوگی، اور مغرب کو جانیوالا جہاز اسقدر سست ہو جائیگا کہ مشرق کو جانے والے جہاز کے مقابلہ میں اس کی حرکت کا نفس احساس ہی مشکل ہو جائیگا۔ جبکہ ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ مساوی قوت والے انجنوں سے چلنے والے جہاز روانی میں اکثر ہم پلہ رہتے ہیں۔

اگر آپ یہ کہیں (جیسا کہ معتقدین حرکت کا زعم ہے) کہ ہوا جو سمندر کو محیط ہے وہ بھی زمین کی تبعیت میں مشرق کی طرف متحرک ہے تو اس سے دگنی خرابی لازم آئیگی، اور آپکے اس قول سے ہمیں تقویت پہونچیگی۔ کیونکہ اس صورت میں مشرق کو جانیوالا جہاز تین محرک قوتوں سے چلیگا۔ انجن کی قوت۔ روانیٔ آب کی قوت۔ رفتارِ باد کی قوت۔ اب اس کی رفتار اس قدر تیز ہو جائیگی کہ لمحوں میں فرسنگوں جائیگا۔ جبکہ دوسری جانب مغرب کو جانے والے جہاز کی روانی کا سبب تو صرف ایک انجن ہی کی قوت ہوگی، اور مکمز احم پانی اور ہوا جیسی دو زبردست طاقتیں ہونگی، جو ہمیشہ کیلئے مشرق کی طرف رواں دواں ہیں۔ اس صورت میں کچھ تعجب نہیں کہ اس جہاز کے لئے جگہ سے ہلنا ہی ناممکن ہو جائے ..... ! اسلئے ہمیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ زمین مشرق کی طرف نہیں گھومتی۔

اور تسلیم کیجئے کہ دو پرند ایک ہی پرواز سے اڑ رہے ہیں، ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی طرف اور ہوا زمین کی تبعیت میں مصروف روانی ہے۔ تو پھر پہلے پرند کی پرواز میں ہوا بہت معاونت کریگی، اور اس کی پرواز کو بہت

سریع بنا دیگی۔ اور دوسرے پرند کی پرواز میں ہوا سختی سے مزاحم ہوگی، اور وہ اسقدر سست پرواز ہوگا کہ اسکی پرواز کا احساس مشکل ہو جائیگا۔ حالانکہ دونوں پرندوں کی پرواز ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ قریب قریب ایک ہی درجہ پر رہتی ہے۔

مشاہداتِ مذکورۂ بالا کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ ہوا اور پانی کا ہمیشہ یہ خاصہ ہے کہ ان چیزوں کی رفتار میں جو ان کی جہتِ روانی کے خلاف چلتے ہیں ہمیشہ مانع اور معاوق ہوتے ہیں۔ اور ان چیزوں کی رفتار میں جو انکی جہت روانی کے موافق چلتے ہیں معاون ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر ہوا اور پانی کو مشرق کی طرف متحرک مانا جائے تو یہ سب استحالات لازم آئینگے۔ اور زمین اپنی رفتار کی سمت کے خلاف چلنے والے کی رفتار میں مزاحم نہیں ہوتی۔ اور نہ اپنی رفتار کی سمت کے موافق چلنے والے کی رفتار میں معاون ہوتی ہے۔

زمین کی تبعیّت میں ہوا متحرک نہیں ہے

یہ سب کچھ اس صورت میں تھا کہ ہم زمین کی تبعیت میں ہوا کو متحرک بالعرض مان لیں مگر یہ بہت ممکن ہے کہ ہم ہوا کو متحرک نہ مانیں۔ کیونکہ ابھی تک ہمارے پاس اس کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اکثر شواہد اس کے خلاف پر ہی ہمارے سامنے ہیں۔

مسلم ہے کہ ہوا رطب (Fluid) ہے۔ اور اس کے اجزاء میں تخلخل (Hollow) پایا جاتا ہے اور زمین منجمد (Solid) ہے۔ نیز اس کے اجزاء باہم گتھے ہوئے اور متکاثف (Dense) ہیں جب یہ ہے تو کیا ضرور ہے کہ ہوا بھی زمین کے اتباع میں ٹھیک اسی رفتار سے روان ہے۔ جس رفتار سے زمین چل رہی ہے۔ نیز یہ کیا ضرور ہے کہ ہوا کا جو جز زمین کے ایک جز کے اوپر ہے وہ ہمیشہ اسی کے اوپر رہے اور اس طرح اس گیند کو جو ہم ہوا میں پھینکیں، ہوا ٹھیک اسی جگہ گرائے جس مقام سے وہ پھینکی گئی تھی، اگر ہوا اور زمین ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے تو ہو سکتا تھا کہ اس مشابہت کی وجہ سے اس کے اجزاء میں بھی تشابہ رہتا۔ اور اجزائے زمین اجزائے ہوا کے ساتھ ساتھ حرکت کرتے۔ جب یہ نہیں ہے تو ہوا کی عرضی حرکت زمین کی حرکت کیلئے کسیطرح مفید نہیں ہو سکتی۔

نیز اگر ہوا زمین کی تبعیت میں متحرک بالعرض رہے تو اس کی ورزش بے انتہا تیز ہونی چاہئے۔ اس اعتبار سے ہوا کے کسی سمت چلنے کا ہمیں مطلقاً احساس نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ہوا کسی ایک طرف تیز چلتی ہوتی ہے تو دوسری جانب کم تیز، اور سست رو ہوا کا ہمیں احساس نہیں ہوتا۔ یہی صورت یہاں ہوگی

بلکہ وہ ہوا جو جانب مغرب رواں ہوگی اس کا تو نام کو بھی وجود نہ معلوم ہوگا۔ کیونکہ وہ کرۂ ہوا کے بالکل خلاف چل رہی ہوگی۔ جو اس سے کئی گنی سرعت کے ساتھ مشرق کی طرف چلا جا رہا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ اگر ہوا چاروں سمتوں سے کسی طرف چل رہی ہو، اور ہم اس ہوا کے خلاف یا موافق چلیں تو فوراً احساس ہو جاتا ہے۔ اب اگر مشرق کی طرف کرۂ ہوا حرکت کر رہا ہوتا تو اس کی کیا وجہ تھی۔ کہ ہم مشرق یا مغرب کی طرف جاتے ہوئے سریع ہوا کی حرکت کی اصلاً تمیز نہ کرتے۔

مذکورۂ بالا تمام دلائل اس امر کو باطل کر دیتی ہیں کہ کرۂ ہوا زمین کی تبعیت میں متحرک ہے۔ اس کے بعد وہ تمام اعتراضات جو زمین کی حرکت پر کئے جاتے ہیں، اپنی جگہ باقی رہتے ہیں۔ اور ماننا پڑتا ہے کہ یہ خاکی "گرد پیکر" آفتاب کے گرد گھومنے کے بجائے "ہمالیہ بر دوش" ساکن ہے۔

شہاب ٹونکی

ٹیلیفون پر لیلیٰ اور مجنوں کی دلچسپ ملاقاتیں

مجنوں کا مختلف کاروبار کے متعلق لیلیٰ سے مشورہ کرنا۔ لیلیٰ کا جواب۔ زندگی کے ہر شعبے پر تبصرہ۔ مسٹر مجنوں کبھی ایڈیٹر بنتے ہیں، کبھی لیڈر، کبھی مولوی، کبھی ڈاکٹر، کبھی حکیم، کبھی وکیل۔ لیلیٰ ان تمام حالتوں پر تنقید کرتی ہے۔ مسٹر مجنوں مہاراجہ اندور کی جانشینی کیلئے وائسرائے کے ہمدستیں ایک درخواست بھیجنا چاہتے ہیں۔ لیلیٰ انہیں بناتی ہے۔ یہ سب باتیں "مسٹر مجنوں" میں نہایت ظریفانہ مگر موثر الفاظ میں لکھی گئی ہیں۔ ہر بات سبق آموز ہے غفلت، سستی اور تساہل اسکے پڑھنے سے غائب ہو جاتے ہیں قیمت ۶

عورت ۱۹۷۵ء میں

عورتوں کی موجودہ آزادی، بے پردگی، دیکھتے ہوئے اب سے پچاس سال بعد کی معاشرت کا نمونہ "ارتقاء تمدن" میں دکھایا گیا ہے کہ پچاس برس کے بعد عورت کیا ہوگی۔ اور اس وقت مرد کا رتبہ کیا ہوگا مرد کیا چاہے گا اور عورت کی خواہشات کیا ہونگی۔ آخر عورت اپنی غلطی کا احساس کریگی اور مرد کی طالب و جویا ہوگی۔ اخلاقی پہلو سے یہ کتاب نہایت سبق آموز اور دلچسپ لکھی گئی ہے۔

قیمت ۴

ناظم پیمانہ بک ایجنسی قصر الادب آگرہ

علمی و ادبی مختصر معلومات

ـــ نہایت مسرت ہے کہ مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور نے اپنے کتب خانے کی تمام کتابیں جنکی قیمت ۲ لاکھ روپیہ ہے مسلم یونیورسٹی کی لائبریری کو نذر کردیں۔ مولوی صاحب کنوکشن کی شرکت کیلئے علیگڈھ تشریف لائے تھے۔ اسٹیشن پر نہایت گرمجوشانہ استقبال کیا گیا۔ ہم موصوف کے اس کار خیر کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ مولوی صاحب کے اس انتظام میں دور اندیشی کا پہلو نمایاں ہے۔

ـــ حضرت فانی بدایونی کا دوسرا دیوان چھپ چکا ہے۔ گو ابھی نظر نہیں گذرا لیکن یقین ہے کہ پہلے ایڈیشن سے بہتر ہوگا۔ سنا ہے کہ ارباب ذوق اور صاحبان دولت وجاہ نے دیوان کے چھپنے سے پہلے فانی صاحب کو بہت کچھ مالی امداد دی ہے۔ اگر مشاہیر شعرا کو ملک کے قدردان طبقہ سے ایسی اعانت ملتی رہے تو یقیناً ادبی تصانیف کی اشاعت میں بہت کچھ آسانی ہوسکتی ہے۔

ـــ علامہ ڈاکٹر سر اقبال پنجاب کونسل کیلئے نہایت کامیاب تائیدوں کے ساتھ منتخب ہوچکے ہیں۔ امید ہے کہ ایشیا کا یہ مقبول شاعر کونسل کیلئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر اقبال کو سیاسیات میں ہمیشہ دلچسپی رہی ہے اور ان کے ادبی کارناموں میں بھی یہ رنگ ہمیشہ جھلکتا رہا ہے پنجاب خوش نصیب ہے کہ اسکا قومی شاعر قومیات کی تنظیم کے لئے ایوان کونسل میں جارہا ہے۔ خدا کرے ڈاکٹر اقبال اس سیاسی انہماک میں اپنے ادبی تخیلات کو بدستور قائم رکھ سکیں۔ اور ملک انکی شاعرانہ تبلیغ سے محروم نہ ہوجائے۔

ـــ میں جنوری ۲۷ء سے ایک رسالہ موسومہ "مستقبل" اور شائع کر رہا ہوں۔ اس کا مستقر اشاعت علیگڈھ ہوگا ابتک علمی و ادبی برکات صرف "مسلم یونیورسٹی" کی حدود تک محدود ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ ان حدود سے باہر بھی جہانتک ہمسر کا تعلق ہے علمی و ادبی بیداری پیدا ہوجائے اس رسالہ کا مقصد وحید موجودہ نسلوں کو مستقبل قریب کیلئے تیار کرنا ہے۔ اگر آپ اسکا نمونہ ملاحظہ فرمانا چاہیں تو "دفتر مستقبل بالائے قلعہ علیگڈھ" کے پتہ پر مکتب بھیجئے۔

ـــ قصر الادب آگرہ سے رسالہ "ثریا" کی اشاعت کا اعلان کئی بار کیا جاچکا ہے لیکن بوجوہ وہ ابتک شائع نہیں ہوسکا تھا۔ اب جنوری ۲۷ء سے اسکی اشاعت کا مستقل انتظام ہوگیا ہے۔ یہ رسالہ اپنی نوعیت کا ایک نیا اور مفید رسالہ ہے۔ اسے ضرور دیکھئے اور اپنے بچوں کے نام جاری کرادیجئے۔ نمونہ ۴ سکے ٹکٹ بھیجنے پر "دفتر ثریا" قصر الادب آگرہ" سے دستیاب ہوسکتا ہے۔ اسکے مدیر علامہ سیماب اکبر آبادی کے خلف اکبر عزیزی شمشاد حسین منظر صدیقی اکبر آبادی ہیں۔

ـــ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء کو جمعہ کے دن دو تین روز فالج میں مبتلا رہکر مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی انتقال فرماگئے، یہ سانحہ ادبی دنیا میں نہایت افسوس تاک اور ناقابل تلافی ہے آپ کثیر التصانیف انشاپرداز اور اسلامی تاریخ کے بے شمار فسانے لکھنے کی حیثیت سے ایک ممتاز مورخ تھے۔

ساغر نظامی

یارانِ میکدہ

آپ نے سچ کہا کہ جو لوگ دوسروں کو خرِ نامشخص سمجھتے ہیں انھیں اپنے "خرِ مشخص" ہونے کا ضرور یقین ہوگا۔ انہیں اپنے تھان پر جگالی کرنے دیجئے۔ جب کہ ان کی شخصیت نے ان کا گدھا ہونا خود ہی تشخیص کر لیا ہے تو بوسیدہ پالانوں کا انڈینٹ بھی خود ہی کر دیگی۔ ورنہ موسم سرما میں ان کی مکروہ بانگ بے ہنگام کس سے سنی جائیگی!۔

پیمانہ کا "ایک خاص نمبر" شائع کرنے کی طرف آپ نے مجھے خاص توجہ دلائی ہے۔ اس کا خاص شکریہ قبول فرمائیے۔ میں اسکے متعلق انتہائے عدیم الفرصتی میں خاص طور پر غور کرونگا فرصت کے اوقات میں غور کرنیکا خاص نتیجہ تو یہ ہے کہ پیمانہ کا ہر نمبر خاص ہوتا ہے دو چار تصویریں بڑھا دینے اور حجم زیادہ کر دینے سے کوئی خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو لیجئے میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ خاص دسمبر ۱۹۲۶ء میں پیمانہ کا خاص نمبر شائع ہوگا اسمیں ایکہزار خاص تصویریں ہونگی پچاس ہزار خاص مضمون ہونگے، خالص ورق نقرہ پر سنہری چھپیگا خالص مشک سے لکھا جائیگا، اور قیمت وہی چار روپیہ سالانہ! ابتو خاص طور پر آپ خوش ہیں۔

مولانا محمد علی اور خواجہ حسن نظامی کی جنگ کو آپنے "جنگ زرگری" خوب لکھا۔ کہ اس سے دماغ میں لفظ "زرگری" کی لغوی تصریح خود بخود پیدا ہوگئی خواجہ حسن نظامی کو روپیہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ مولانا ابن سعود کے قابو میں نہ آنے اور قومی جیبوں کی جھونک سے ضرور غصہ میں بھرے ہوئے ہیں اور خواجہ صاحب کو زبردستی ابن سعود کا جانشین بنا کر سرمایہ پری کرنا چاہتے ہیں۔ اگر خواجہ کی ناکر مصفیِ خون ثابت نہوئی تو مولانا کی دماغی تیاری کے مقابلہ کیلئے اب کسی مویشی خانہ کے ڈاکٹر کو تیار ہو جانا چاہیے۔

گاندھی جی مہاراج بھی عجیب چیز ہیں۔ ۱۲ مہینے دم سادھ کر سمادھ سے پھر باہر نکل آئے۔ جو لوگ انکی پالیسی پر اپنے مذہب، بیوی، بچوں کو بھینٹ چڑھانا ایمانِ عقیدت سمجھتے ہیں انہیں بقرعید کے دنبوں کی طرح قربانی کیلئے تیار ہو جانا چاہیے۔

یاد ہے۔ خوب یاد ہے۔ جب ایک جمالِ ناطق کے اشارۂ لطیف پر شکم پری کے بعد بھی آپنے قیمہ اور بریانی کی چند پلیٹیں پیٹ کی بخاری میں خالی کر دی تھیں۔ اور یہ بھی یاد ہے کہ جب راستہ کے اندھیرے میں آپ ایک انسانی ہرن سے لپٹ گئے تھے

تو ایک دو بیویوں کے نابالغ شوہر نے "بہنیا سُر" میں آپکی ہم آغوشی کی بہار کبابد رد کر دی تھی۔ کیا اب بھی اپنے "مذاقِ مجسم" ہونیکا آپکو دعویٰ ہے؟

آپ بچکر کہاں جاتے ہیں! سنئے سنئے، نماز کے پردہ میں "ادائے فرض کی نجاست" کو نہ چھپائیے، "نشاط باغِ کشمیر" کے چشمۂ شیریں میں ایک غوطہ "حوض قاضی" پر ہزار مرتبہ وضو کرنے سے بہتر ہے۔ "چمن میں دفن ہوا اور سکول میں نکلا" اچھا جانے آپ غسل ٹھنڈا ہو رہا ہے!

جس جملہ میں عربی اور فارسی الفاظ کے اردو میں شریک کرنے پر علمائے ادب کو گالیاں دیجاتی ہیں اسی میں "استعمالات" اور "مرموزات" کے تیر بھی لٹکائے جاتے ہیں۔ واہ کیا پیارے پیارے اور سوندھے سوندھے بہاشا کے الفاظ استعمال کئے ہیں آپ شاہجہاں کے عہد میں پیدا ہوتے تو آئین اکبری کے مصنف آپ ہی بنائے جاتے۔ کیا اب بھی اپنی خطی بے ربطی پر آپکو افسوس نہیں ہے؟

میاں صاحبزادے! اپنے آپ میں رہو۔ جمون کے اسٹیج سے ڈھیلے کی طرح نیچے پھینکے جا چکے ہو، ایسے اگر بھکے تو دنیا کے اسٹیج سے تحت الثریٰ میں پھینک دئے جاؤ گے۔ فوق صاحب! سردی میں اس شخص کا دماغ خراب ہو گیا ہے لسی پلائیے لسی!

آپکو اپنے منتخب نہ ہونے کا ناحق افسوس ہے۔ وہاں تو رائیں زر نقد کے معاوضہ میں خریدی گئی تھیں آئندہ انتخاب کا حسین طریقہ بتا دوں؟ بس آگرہ میں ایک مشاعرہ، اور میرٹھ میں ایک مجرا! (باقی پھر)

مجھے آپکی شب بیداری پر (معاف کیجئے) زہد و تقویٰ کی بدگمانی تھی۔ آپنے یہ کہکر کہ "میرے کمرہ کی ہر تصویر رات کو زندہ ہو جاتی ہے" مجھے اپنی زندہ دلی کا یقین دلایا۔ اچھا میں آپ کے والد مرحوم کی تصویر واپس کرتا ہوں۔ اسے بھی اپنی خوابگاہ میں آویزاں کر لیجئے۔ . . . . . .

شراب نوشی — لاحول ولاقوۃ! قمار بازی — استغفر اللہ! — ترک نماز — نعوذ باللہ! — تھیٹر کا شوق — لعنت اللہ ——— اور رشوت ستانی — الحمد للہ!! — آپ سمجھے گناہ صرف وہ ہے جسے اپنا ضمیر بھی گناہ سمجھے کرے۔ ورنہ دنیا کے بکنے سے کیا ہوتا ہے؟ آپکا ضمیر انمیں سے کونسے گناہ پر الحمد للہ کہتا ہے؟ — "س"

الہامات

پیمانہ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء

خلاصۃ الباب :-

(۱) حضرت نوح ناروی۔
(۲) حضرت امیر بدایونی۔
(۳) حضرت درد کاکوروی۔
(۴) سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی۔

کلام المشاہیر

تازہ ترین اور غیر مطبوعہ

حضرتِ نوح ناروی

کام

ہائے کیا دن وہ تھے جب آرام ہی آرام تھا
ہم کو ان سے کام تھا اور ان کو ہم سے کام تھا

بعد مرجانے کے اطمینان تھا آرام تھا
عمر بھر انسان کو یہ فکر تھی وہ کام تھا

جو سلامت رہ گیا وہ موردِ الزام تھا
کوچۂ قاتل میں مرجانا بھی پہلا کام تھا

آرام

کھل گئیں آنکھیں یہ دنیا کی دورنگی دیکھ کر
اب ہمیں تکلیف ہے پہلے کبھی آرام تھا

مہربانی کی نگاہیں حشر برپا کر گئیں
خوگرِ آزار کو آزار بھی آرام تھا

عمر آخر ہو گئی اب وقتِ آخر یہ نہ پوچھ
کس قدر تکلیف تھی کتنا ہمیں آرام تھا

انجام

دل اُدھر آیا کہ آپہونچی اِدھر میری اجل
ابتدا میں انتہا آغاز میں انجام تھا

پھنس گئی لاکھوں طرح کے غم میں اپنی جان بھی
دل کسی کو نذر کر دینے کا یہ انجام تھا

سانس اکھڑی موت آئی مرنے والے مر گئے
چار دن کی زندگی کا بس یہی انجام تھا

پیغام

وہ جو پہلو سے اٹھا تو اُٹھ گئے دنیا سے ہم
ہجر کا پیغام گویا موت کا پیغام تھا

ہو گئے راضی وہ ملنے پر مری تقدیر سے
گفتگو کی گفتگو پیغام کا پیغام تھا

ہو گیا ظاہر ترے برتاؤ سے تیرا فریب
کچھ نہ تھا پیغام میں پیغام ہی پیغام تھا

نام

کھل گیا دشمن پر اے قاصد تجھی سے رازِ دوست
دے دیا کس کو مرا خط اور کس کے نام تھا

ابتدا کرتے اسی سے کیوں نہ اہلِ ذوق و شوق
عشق کے دفتر میں سرنامہ پہ اپنا نام تھا

اشک باری کی بدولت ہو گیا مشہور خلق
کیوں نہ میں طوفاں اٹھاتا نوحؑ میرا نام تھا

حضرتِ امیر بدایونی

خورشید کو کتنا ہی دعوٰے ہو تمازت کا
سایہ ہے مرے سر پر دامانِ شفاعت کا

رخ جس کی طرف ہر دم ہے کشتیٔ امت کا
معبر ہے تو اے مولا اس قلزمِ رحمت کا

یہ کارِ نمایاں تھا تبلیغ ہدایت کا
توحید کا گلشن ہے وادی تھا جو بدعت کا

برہم نہ ہو شیرازہ تا مجمعِ ملت کا
رشتہ کیا مستحکم قانون سے فطرت کا

منظور نظر ہے جو صنعت گرِ قدرت کا
تو وہ گلِ رعنا ہے گلزارِ حقیقت کا

کیا چشمِ تہی دیکھے سرمایۂ پنہاں کو
اے صاحبِ ما اوحیٰ، تو راز ہے قدرت کا

تو سیّدِ عالم ہے تو اشرف و اعظم ہے
اسرار کا محرم ہے ماہر ہے طریقت کا

تو نیّرِ ایماں ہے تو رحمتِ رحماں ہے
تو ہادیٔ گیہاں ہے شایاں ہے نبوت کا

تو کفر کا دشمن ہے اسلام کا ما من ہے
ایمان کا خرمن ہے عالم ہے شریعت کا

سردارِ عرب تو ہے عالم کا سبب تو ہے
مطلوبِ طلب تو ہے چشمہ ہے ہدایت کا

توحید خدا تو نے تعلیم کی عالم کو
وحدت سے لیا تو نے جو کام تھا کثرت کا

تعلیم ملی تجھ سے تحریم ملی تجھ سے
خاور ہے ترا اے مولا خورشید امامت کا

تو رازِ حقیقت ہے حق تجھ میں ودیعت ہے
حقاً کہ وہ تجھ میں ہے جو حق ہے حقیقت کا

آ، بردِ یمانی سے عالم کی شبانی کو
احوال زبوں تر ہے مولا تری اُمت کا

نادم ہوا میرا اپنے افراطِ معاصی پر
شاید کہ پذیرا ہو انداز ندامت کا

حضرت درد کاکوروی

شرفِ نیشِ الم کا دیکے الفت نے رگِ جاں کو
مزین کر دیا دیبا چۂ حسرت کے عنواں کو

نہ کر تو محو اس کیفیتِ عشرت فراداں کو
سکوں ہے تیری آغوشِ تصور سے رگِ جاں کو

حیات جاوداں کا راز اسی منسائے دل میں ہے
اسی نے بزمِ امکاں کر دیا ہے بزمِ امکاں کو

کہا دل نے، کہ اس کو جلوہ گر میں کسطرح دیکھوں
صدائے غیب آئی بند کر کے چشمِ حیراں کو

خدا رکھے وہ موجِ مضطرب ہوں بحرِ ہستی کی
کہ جس کی زندگی پر رشک ہے شہرِ خموشاں کو

اگر جذباتِ پنہاں کی کشش کا ہے یہی عالم
یہی ذرّے اڑا لیجائیں گے اک دن بیاباں کو

ہماری کامیابی کا اسی میں راز مضمر ہے
ڈبو دیں بحرِ ناکامی میں ہم کشتیٔ ارماں کو

مرا دل بزم میں ابھی طرح محسوس کرتا ہے
تبسم سے ترے ہر دم نوازش ہائے پنہاں کو

ہرے ہوں اور کانٹے آبیاری چشمِ گریاں کر
کہ ذوقِ درد سے مسرور پاتا ہوں رگِ جاں کو

سیماب صدیقی الواری اکبرآبادی

جہاں یہی دیکھنے والے تری تصویر دیکھیں گے
وہیں میری نگاہِ شوق دامنگیر دیکھیں گے

وہ جب رنگِ پریشانی کو خلوت گیر دیکھیں گے
تو اپنے ہر تصور میں مری تصویر دیکھیں گے

نظر جن کی محیطِ حلقۂ تدبیر رہتی ہے
وہ کیا انجام کارِ وسعتِ تقدیر دیکھیں گے

سنا ہے حسن کو وہ چند کر دیتا ہے یہ شیشہ
لگا کر اپنے دل میں آپ کی تصویر دیکھیں گے

مآلِ اہلِ غفلت ہو چکا بیدار دنیا میں
جو خود خوابیدہ ہیں کیا خواب کی تعبیر دیکھیں گے

وفا کا تذکرہ کیا اب تو یہ ارشاد ہے ان کا
کہ تم نالہ کرو ہم گرمیٔ تاثیر دیکھیں گے

گدازِ غم سے ہیں تحلیل کی نوعیتیں لاکھوں
وہ ہر آنسو میں دل کی اک نئی تصویر دیکھیں گے

حسابِ جرم و نقدِ عمر سب کہنے کی باتیں ہیں
کہاں تک وہ کسی کا دفترِ تقصیر دیکھیں گے

شکستہ ہر کڑی ہے ہر کڑی میں دل کے ٹکڑے ہیں
بڑی عبرت سے دیوانے مری زنجیر دیکھیں گے

جگر کو چھیڑتا ہے یا بڑھاتا ہے خلش دل کی
ہم اک دن اپنے پہلو میں مذاقِ تیر دیکھیں گے

خیالِ عشر و فکرِ نشر اے سیماب لاحاصل
کہ ہے تقدیر میں جو کچھ بہر تقدیر دیکھیں گے

چار نکاح کیجئے

دنیا کی حالت کو دیکھتے ہوئے آپ کو میری گذارش مبالغہ آمیز اور غلط معلوم ہوگی لیکن صرف ایک بات کہکر آپ کی تمام بدگمانیوں کو دور کر دینا چاہتا ہوں یعنی لعنت اللہ علی الکاذبین (جھوٹوں پر خدا کی لعنت) امید کہ اس آیت قرآنی کو درمیان میں لانے کے بعد آپ میرے بیان کو غلط اور مجھے عام جھوٹے اشتہار بازوں کی طرح لغو گو تصور نہ کریں گے اور میں اپنی حیرت انگیز ایجاد لطف شباب کے متعلق جو کچھ عرض کروں گا اسے حروف بحروف صحیح تصور کریں گے۔

لطف شباب کیا ہے؟

سفوف و طلا۔ اس طلا سے ہموارگی اور یکسانگی پیدا ہو جاتی ہے اور اصلی قوت عود کر آتی ہے رگ اور ٹھوں کو طاقت بخشتا ہے اور سختی پیدا کرتا ہے۔ سفوف سے بدن میں غیر معمولی طاقت پیدا ہوتی ہے خون صالح پیدا ہو کر رنگ نکھرتا ہے غلط کاریوں یا کثرت مباشرت کی وجہ سے جو طاقت زائل ہو چکی ہے وہ از سر نو واپس آجاتی ہے وہ تمام عوارض جو بعنوانیوں اور شرمناک حرکات سے پیدا ہو گئے ہیں اس کے استعمال سے رفع ہو جاتے ہیں دل میں نئی امنگ دماغ میں نئی جولانی اعضا میں نئی روح پیدا ہوتی ہے اور مادہ تولید کی ایسی کثرت ہوتی ہے کہ ایک بیوی پر قناعت دشوار ہے اسلئے اس نسخہ کو صرف وہی اشخاص منگائیں جن کے مذہب میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہو۔ قیمت رعایتی چار روپے محصول ۔

اکسیر جریان

اگر تحریر کے موافق نہ ہو تو حلفیہ تحریر آنے پر قیمت واپس

یہ دوا خدا کے فضل و کرم سے احتمال خواص میں جواب نہیں رکھتی ہر موسم میں استعمال ہو سکتی ہے ہر مزاج والے استعمال کر سکتے ہیں بعض اوقات بڑے بڑے قیمتی نسخے اس کے سامنے ہیچ ثابت ہوتے ہیں اگر اشتہاری بے احتیاطی سے کام نہ لیا جائے تو اس دوا کی بہت سی خوبیاں گنائی جا سکتی ہیں مگر صرف اظہار حقیقت سے کام لیکر صرف وہی باتیں بیان کرینگے جو بار ہا تجربہ میں آچکی ہیں (۱) یہ دوا اعصاب رئیسہ دل دماغ کی نئی اور پرانی کمزوری کو رفع کرتی ہے اور دیرپا قوت بخشتی ہے (۲) خلط صالح پیدا کر کے بدن کو فربہ اور قوی بناتی ہے (۳) مادہ باہ یعنی ریح و روح دوم کو بڑھاتی ہے (۴) جریان سرعت اور کثرت احتلام کے لئے نہایت مفید اور مادہ تولید کی مغلظ و ماہیہ (۵) مقوی اعضا ہے (۶) قوت باصرہ کی معین اور بینائی کو بڑھاتی ہے۔ (۷) زائد تی پیشاب کو روکتی ہے چہرہ کو نہایت خوشرنگ و گلگوں بناتی ہے نہایت معتدل اور بے ضرر ہے۔ بخشکی باوجود اتنی خوبیوں کے قیمت صرف عشر المشتہر

حکیم مولوی نظیر علی لکھنوی مکرہ بنگش دہلی

پیمانہ کا جوبلی نمبر

اخلاقی۔ تاریخی اور علمی مضامین کا ایک لاجواب ذخیرہ

منگانے سے پہلے فہرستِ مضامین ملاحظہ فرمائیے

(۱) ہندوستان کا عظیم الشان دارالعلوم علیگڈھ کی مفصل تاریخ (۲) مخترعان علم البرق (۳) تاریخ پر ایک اجمالی تبصرہ۔ (۴) تفسیر علم القرآن (۵) انسان (ڈراما)۔ (۶) آوازیں آرہی ہیں۔ (۷) مسلم یونیورسٹی پچاس سال کے بعد (۸) پروفیسر محمد اکبر خاں اکبر حیدری (۹) مذکرہ گلبدن بیگم (۱۰) ثریا کی کامیابی (فسانہ)۔ (۱۱) اردو شاعرہ عورتوں کا تذکرہ (۱۲) ملکۂ موسیقی۔ (۱۳) اسکندریہ کے دو قدیم مینار۔ (۱۴) گرینوچ کا ہیئت خانہ (۱۵) قدیم مصری رسم الخط۔ (۱۶) مشاہدات۔ (۱۷) صحافت حاضرہ پر ایک نظر

حصۂ نظمیات

(۱) مسلم یونیورسٹی سے خطاب۔ (۲) سرسید کی لوحِ تربت۔ (۳) تنقید شعر (۴) درسگاہ۔ (۵) فرشتے کی سیر۔ (۶) فکر تبسم (۷) اپچ پچ کی روح سے (۸) جامۂ فطرت۔ (۹) مشعل صحرا۔ (۱۰) بہار (۱۱) ہمارا دارالمطالعہ (۱۲) تیتری کا مدرسہ

اس نمبر کی تصویریں

(۱) گروپ۔ سرسید احمد خاں۔ سید محمود۔ وقار الملک۔ محسن الملک۔ عالیہ حضرت بیگم صاحبہ بھوپال۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں۔ ڈاکٹر ضیاء الدین (۲) عروسِ علم۔ (۳) اسکندریہ کے مینار (۴) مولانا شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی (۵) نواب محمد اسحاق خاں مرحوم کا عکس خط۔

کلام المشاہیر

(۱) مولانا سیماب اکبرآبادی۔ (۲) حضرت آزاد انصاری (۳) حضرت اکبر حیدری۔ (۴) حضرت وحشت کلکتہ۔ (۵) حضرت امیر مینائی (۶) مولانا نظم طباطبائی لکھنوی۔ (۷) حضرت جوش ملیح آبادی۔

کاغذ دبیز سفید چکنا۔ ٹائٹل رنگین قسم اعلیٰ۔ حجم ۱۴۰ صفحات علاوہ ٹائٹل

اس نمبر کی قیمت دسمبر ۱۹۲۵ء میں عہ تھی صرف تھوڑی سی جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی اہل ذوق کے ہاتھوں تک پہنچ جائیں۔ اسلئے اسکی قیمت بجائے عہ کے صرف ۸ر مقرر کی جاتی ہے۔ وی پی میں ۱۲ر خرچ ہونگے اسلئے ۸ر کے ٹکٹ (دو دو پیسے والے) بھیجدیجئے اتنے خفقانہ مبسوط مضامین۔ ایسی ایسی دلچسپ ادبی نظمیں۔ اور اتنی تصویریں صرف ۸ر میں۔ بالکل ارزاں ہیں۔ چند روز کے بعد یہ نمبر پانچ روپیہ میں بھی دستیاب نہ ہوگا۔ دو نمبر منگانے والوں کو صرف ۱۵ر میں وی پی کیا جاسکتا ہے۔ خط آج ہی لکھدیجئے ایسا نہ ہو کہ آپ اس ادبی و علمی خزانہ کے حصول میں ناکام رہیں۔

منیجر پیمانہ بک ڈپو۔ قصر الادب۔ آگرہ

ارزاں مال اسلامی دوکان سے خرید فرمائیے

زنانہ چوڑیدار رسٹ واچ

اس سنہری چوڑیدار گھڑی کو معزز گھرانوں کی بیگمات کام کی چیز اور خوبصورتی کا زیور سمجھ کر کلائی پر باندھتی ہیں یہ گھڑی خوبصورتی اور پائداری میں کیتا ہے گارنٹی، سال قیمت فیعد دلعہ، علاوہ محصول۔

افغان سنہری رسٹ واچ

یہ گھڑی بالکل نئے فیشن کی ہے اور اس کی زنجیر اصلی رولڈ گولڈ کی بنی ہوئی ہے خوبصورتی اور پائداری میں کیتا ہے اگر پسند نہ آئے تو قیمت واپس کر دینگے۔ گارنٹی، سال قیمت فیعد دلعہ، علاوہ محصول ڈاک پیکنگ وغیرہ

ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ

یہ گھڑی پائداری اور خوبصورتی میں کیتا ہے اسکا ٹائم ریلوے ٹائم سے ملتا رہتا ہے اور بہت دن چلتی ہے قیمت قسم اول فی عدد صیہ گارنٹی ۶ سال

اصلی سلکی مشہدی قسم لنگی ۲ گز فیعد دصیہ ۱۲ قسم اول۔ اصلی سلکی ریشمی ٹسری صافہ ۲ گز فیعد دصیہ، کلاہ مخملی زرین استرداز فیعد دصیہ، سلکی ریشمی زنانہ رنگین کامدار چادریں جو کہ ہزاروں کی تعداد میں معزز اصحاب اپنی بیگماتوں کیلئے موسم سرما میں منگواتے ہیں کام کاج کے وقت نہایت موزوں چیز ہے ۳ گز طول ۱½ گز عرض فی عدد للعہ ۱۲ زنانہ سلکی ریشمی ساڑھی پھولدار ۵ گز فی عدد دلعہ، زنانہ سلکی ریشمی بنیان نہایت خوبصورت کیے، اصلی خالص اونی کمبل فی عدد درجہ اول ۵ عہ ریشمی ازار بند زری دار صراحیدار قسم اول عہ قسم دوم صہ، مال انشاء اللہ نہایت عمدہ روانہ ہوگا ناپسند ہو تو واپس کردیں۔ آرڈر کے وقت رسالہ پیمانہ کا حوالہ ضرور دیں۔ ملنے کا پتہ

منیجر سید عباس علیشاہ اینڈ کمپنی سوداگران لدھیانہ (پنجاب)

رسالہ دلکش لاہور

اگر آپ ادبی دلفریبیوں۔ دلچسپ فسانوں نتیجہ خیز کہانیوں اور وجد آفریں نظم و نثر کا لطف اٹھانا چاہتے ہیں۔ تو رسالہ دلکش ملاحظہ فرمائیں جسکا سالانہ نمبر جنوری ۱۹۲۷ء میں بڑی شان اور خاص اہتمام سے ۲۰×۳۰/۸ سائز ۸۰ صفحات کی ضخامت اور ۸ عدد سادہ و رنگین تصاویر سے مزین ہوکر شائع ہوگیا ہے ٹائیٹل کی رنگینی بہت زیادہ دلکش ہے۔ ہندوستان کے مشہور و مستند اہل قلم حضرات نے اسکی سرپرستی منظور فرمائی ہے آج ہی ۲ کے ٹکٹ بھیجکر دلکش کا سالانہ تین رنگ کا کیلنڈر طلب فرمائیے جس سے دلکش کی ظاہری و باطنی خوبیوں کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکیں گے قیمت سالانہ تین روپیہ سالانہ نمبر میں ملیگا نمونہ کے لئے ۸ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔

منیجر رسالہ دلکش۔ لاہور

سالانہ تعطیلات کا آغاز

کے لئے بھی سب سے پہلا مقام

پیمانہ بک ایجنسی کی سالانہ تنظیم

وہ نایاب اور مفید کتابیں جنکی صرف ایک ایک دو دو جلدیں باقی رہگئی ہیں انتہائی ارزاں قیمت پر بیچی جارہی ہیں

نام کتاب	تشریح موضوع	حجم	قیمت
ابلیس	خطبہ صدارت جوبلی کے موقع پر	۱۲۴	۸ر
المعراج	معراج کے متعلق ایک کامیاب نظم	۱۶	۳ر
امام اعظم	حضرت امام اعظم کی سوانحعمری	۸۰	۶ر
ارشاد احمد	منظوم اقوال رسول اللہ صلعم	۳۲	۲ر
ب			
بیاض آزاد	آزاد مرحوم کی بیاض کا انتخاب	۱۶۸	عہ
بگڑے دل	(ڈراما)	۹۳	۸ر
بیاض شاد	حضرت شاد کا فارسی اردو کلام	۱۰۱۰	عہ
پ			
پیغام اسلام	(نظم)	۳۲	۲ر
ت			
تخت سلیمانی	بچوں کی قتل پر ناولٹ، ۳ مضامین	۱۲۳	۸ر
تربیت	بچوں کی تربیت کیلئے بہترین باتصویر کتاب	۱۵۶	عہ
تیغ دو زبان	(نظم)	۱۶	۲ر
تین و پیماں	(ڈراما)	۹۵	۸ر
تخمیس (نعتیہ)	مولانا محسن کاکوروی کی غزل پر	۴۰	۸ر
تذکرہ خواتین دکن	(تذکرہ)	۶۴	۸ر
تشریح اشفا	سر سے پاؤں تک کا علاج منظوم	۴۴	۴ر
تفریح شاد	مصنفہ مہاراجہ کشن پرشاد وشاد	۱۰۰	عہ
ترانہ حبیب	(نعتیہ نظم)	۴۰	۵ر
ج			
جان طراوت	(ڈراما)	۱۰۴	۱۲ر
ملنے			
جذبات احمق	حضرت احمق کا مذاقیہ کلام	۶۸	۶ر
جمال ہمایوں	انتخاب ۸ شاعرات	۳۴	۲ر
جان سخن	علم عروض کے متعلق مکمل کتاب	۱۱۲	عہ
چ			
چاند چھاند	بچوں کے لئے پیارکہانیاں	۴۸	۵ر
ح			
حکمت	اہل کشمیر کی ذہنی قابلیت کا نچوڑ	۴۸	۴ر
خ			
خانہ کیفی	انتخاب کلام حضرت کیفی	۶۴	۶ر
د			
درِ یتیم	نظم	۹۳	۸ر
دیوان خافی	نہایت کارآمد اور دلچسپ کتاب	۳۲	۳ر
دیار حبیب	مدینطیبہ کی صحیح و مفصل تاریخ	۸۰	۱۲ر
دیوان درد	دہلوی خواجہ میر درد کا منتخب کلام	۹۲	عہ
ڈ			
ڈکروٹل	دلچسپ کتاب ہے	۴۸	۳ر
ر			
روایات اسلام	اسلامی تاریخ کے سبق آموز واقعات	۴۸	۶ر
راز عروض	عروض کے ابتدائی قاعدے	۴۸	۴ر
روح سیاست	(ڈراما)	۱۴۵	عہ
زنانہ عاقر	عورتوں کی ذہانت کے واقعات	۷۲	۶ر

پتہ لکھئے

پیمانہ بک ڈپو (قصر الادب) آگرہ

ستان

مصنفہ مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی مدیر ماہنامہ

ایڈیشن بہت جلد ختم ہو رہا ہے

منیجر پیمانہ

پیمانہ بک ایجنسی کی نادر الوجود و نایاب کتابیں

تصانیف مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی

سیرۃ الحسین جناب امام حسین علیہ السلام کی مکمل لائف بدلائل ۔ سے شہادت تک ۔ متعدد نقشہ جات ۔ قیمت ۴؍

سوانح زیب النساء بیگم خاندان اللہ تعالیٰ کی ایک معزز خاتون کی باتصویر لائف ۸؍

چراغ داغ نصیح الملک مرزا داغ دہلوی کی مکمل اور مستند سوانح عمری مع تصویر قیمت ۴؍

سیرۃ الکبریٰ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مکمل لائف مع نقشہ مزار شریف قیمت ۸؍

سوانح امام حسین علیہ السلام مختصر مکمل قیمت ۴؍

حالات حالی شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی کی سوانح عمری مع تصویر قیمت ۶؍

بنت الرسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مختصر لائف قیمت ۶؍

سوانح امام حسن علیہ السلام مختصر مکمل قیمت ۴؍

سوانح نور جہاں بیگم نور الدین جہانگیر بادشاہ کی محبوبہ اور ملکہ کی لائف مع تصویر قیمت ۸؍

سوانح غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات مع متعدد نقشہ جات و فوٹو محرر

انوار العلا حضرت خواجہ میر سید ابو العلا اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر لائف قیمت ۳؍

انمول موتی ۔ پوری ایک سو مفید و مکمل کہانیاں ۔ قیمت ۔ ۳؍

محصول ڈاک قیمت کے علاوہ ہوگا ۔ تمام کتابیں یکجائی منگانے والوں سے محصول نہیں لیا جائیگا ۔

ناظم قصر الادب پیمانہ بک ایجنسی آگرہ سے طلب فرمائیے

جوانی کی ۶۴ تصویریں

کے رنگوں اور فردوسی کیفیتوں میں نہایت نظر فریب دلکش اور دلپذیر مکینی ہوئی حضرت ساغر نظامی دطیگ
کا مجموعہ رباعیات ملاحظہ فرمایئے۔ ۶۴ رباعیاں پاکٹ سائز نہایت صاف اور خوش خط چھاپی گئی ہیں "رباعیات"
ی جوانی کی ایک خوبصورت اور قابل دید تصویر ہے اصلاً دو کا ایک عدیم النظیر نمونہ ہے بہت کم جلدیں باقی رہ گئی ہیں
تی ۱ر۔

ہلاک جستجو

نیا افسانہ۔ جس نے شائع ہوتے ہی ہندوستان میں دھوم مچادی۔ جسپر کئی رسالوں میں تنقیدیں بھی ہوئیں۔
کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے بہ اعتبار واقعات تیمر العقول ہے۔ قیمت فی جلد رعایتی ۴ر

دغا

کے مہلک نتائج پر ایک عجیب وغریب بااثر ناول۔ سچا واقعہ۔ زبان نہایت سلیس۔ قیمت فی جلد ۶ر

نور ایمان

لیسمح صاحب بیدل مصنف انوار ساطعہ کا مشہور و مقبول نعتیہ دیوان۔ میلاد شریف گھر گھر میں پڑھنے کے قابل قیمت ۱

بہار معرفت

رفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا مجموعہ کلام۔ جناب حکیم عمر صاحب عمر اکبرآبادی کا دلچسپ اور قابل دید دیوان
نرکیں ملے کرنے کا آسان ذریعہ۔ مجاز حقیقت اور کثرت و وحدت کا عجیب و غریب آئینہ۔ عاشقانہ اور صوفیا
لوخانہ مع تصویر مصنف قیمت ۱ر

فضایل آیتہ الکرسی

کی فضیلتیں اور علیحدہ عمل پڑھنے کے مجرب، مفید اور مستند طریقے۔ حل مشکلات کی آزمودہ ترکیبیں۔ شائقین اور اوظائف
ماانول تحفہ۔ قیمت مجلد ۱ر

کشمیر کا مستقبل

غر نظامی کی ایک الہامانہ نظم جو سال گذشتہ میں کشمیر کانفرنس گجرانوالہ میں پڑھی گئی تھی۔ ہر ہندو سے ایک
ایک پیام ملتا ہے۔ شاعرانہ پیشین گوئیاں دماغ میں محفوظ کر لینے کے قابل ہیں۔ قیمت صرف ۲ر

ناظم قصر الادب پیمانہ بک ایجنسی آگرہ سے طلب فرمایئے

محصول ذمہ خریدار

سے کم قیمت کی کتابیں روانہ نہیں کی جاتیں سب کتابیں ایک ساتھ منگا لیجئے تو آپ سے محصول نہ لیا

وہ کون تیل ہے

جو بال بڑھانے میں درجہ اول ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جو دماغی خشکی اور کمزوری کو دور کرتا ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جو دل و دماغ دونوں کو معطر کرتا ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جو درد سر۔ نزلہ۔ زکام کو دور کرتا ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جو بالوں کو گھنگھریالا اور چمکدار بناتا ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جو گرے ہوئے بالوں کی بجائے نئے بال پیدا کرتا ہو ؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے بال چمکیلے نظر آتے ہیں ؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہیں ؟ سندری سہاگ ہے
جس کے استعمال سے عورت مرد دونوں خوش ہوں ؟ سندری سہاگ ہے

لہٰذا جب سندری سہاگ میں تمام خوبیاں موجود ہیں تو پھر آپ کے مانگنے میں کیا تامل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کیا جائے

قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول علاوہ

سندری اسنو

بدن پر ملنے سے جلد میں جذب ہو جاتا ہے اور رنگت کو نکھار دیتا ہے۔ رنگت کو نکھار دیتا ہے۔ چھپ مہاسے۔ جھائیاں۔ بھینسی اور گرمی دانوں کو دور کرتا ہے۔ عورت و مرد بچوں کے استعمال کے موسم سرما کے موسم میں لگاتے ہیں۔ قیمت فی پاٹ بارہ آنہ۔ محصول علاوہ

مشکی خضاب

جادو اثر ہے کہ کشتی خضاب اور سیاہی میں سب سے بہتر ہے۔ سوا گھنٹے پانی میں گھول کر لگایا جائے اور صرف دو مرتبہ لگانے سے بال ہمیشہ کے لئے سیاہی کے ہو جاتے ہیں۔ قیمت فی شیشی

اولوطن سندری بہار

موسم بہار کے لئے بالخصوص تیار کیا گیا ہے۔ خوشبو نہایت ملائم پر لطف ہے۔ سر کی علامات کے لئے مفید اور دماغ کو تازہ رکھنے والی ہے۔ بلکہ بھینی بھینی خوشبو اصلی اور تازہ پھول کے مطابق ہے۔ دماغ کو مسحور کر دیتی ہے۔ زنانہ حال کے لئے مردانہ حال کے لئے بھی بہت پسند کیا ہے اس کی خوشبو اس قدر دیرپا ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ کپڑوں کو اس سے بسا لیجئے۔ کئی روز تک برابر اس میں قائم رہے گی۔ قیمت بڑی شیشی دو روام والی ۱۲ر چھوٹی شیشی نصف تولہ والی ۱

علیجناب منیجر صاحب رسالہ ہذا نے دسمبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں تحریر فرمایا ہے کہ سندری سہاگ تیل اور سندری اسنو دونوں چیزیں میں نے خود استعمال کی ہیں۔ تیل تمام اجزاء اور کیمیاوی ترکیبوں سے بنایا گیا ہے کہ سر کو راحت اور دماغ کو فوری طور سے محسوس ہوتی ہے۔ سندری اسنو بھی بہت اچھا ہے۔ اسنو کے استعمال سے چہرہ کی خشکی دور ہو جاتی ہے۔ اور ایک شبنمی بھینی بھینی خوشبو سے [illegible]

اظم قصر الادویہ ایم۔ اے۔ بی۔ بخشی اینڈ کمپنی موجد سندری سہاگ آئل

اگر آپ عدیم الفرصت

یا اگر آپ شاعر نہیں ہیں اور آپ کو قوم و ملک یا دوست احباب کے سامنے اپنا کا
حاصل کرنی ہے یا اگر آپ کو کوئی کتاب اپنے نام سے لکھوانی ہے تو بے تکلف معتمد دارالا
کو اطلاع دیجئے۔

اعلیٰ درجہ کی غزلیں قدیم و جدید رنگ میں عجیب و غریب فسانے، ناول، کتابیں آپ
کے لئے مضامین اور نظمیں تصنیف کی جاسکتی ہیں۔ غرضکہ تمام ادبی، علمی کام آپ کے
ہیں۔ یہ شعبہ ۱۹۲۳ء سے برابر کام کر رہا ہے۔ اس کی خدمتیں ملک میں مقبول و مستند ہو چکی
اپنا وقار و اعتبار قایم کیا ہے کہ تمام ارشادات کی تعمیل بصیغۂ راز ہوتی ہے۔ اور خطوط
اسکول کے طلبا۔ مدرسین اور عدیم الفرصت یا مبتدی شعرا کے لئے نہایت اچھا سو
قطعات تاریخ، پیدائش، اور تاریخ وفات لوح مزار پر کندہ کرنے کے لئے بہتر سے بہتر مادہ
ہر چیز کا معاوضہ اتنا کم اور مناسب رکھا گیا ہے کہ ایک معمولی سے معمولی شخص بھی آسانی
آپ ایک مرتبہ کسی مشاعرہ کے لئے کوئی غزل طلب فرمائیں۔ اس مشاعرہ میں صرف آ
فسانہ لکھوائیے ہر رسالہ اسے متوں سے شائع کریگا۔ غرض کہ آپ کوئی ادبی خدمت
میں چار چاند لگ جائیں گے۔

شرائط کارکا ٹکٹ بھیجکر آج ہی طلب فرمالیجئے۔ جو مطبوعہ ہیں۔ اور جن میں یکم
ہے۔ معاوضہ میں کافی کمی کردی گئی ہے۔

ہر خط کی تعمیل فوراً ہوتی ہے۔ اور ہر خط بجنسہٖ واپس کردیا جاتا ہے۔ رازداری کا حلفاً یقین

ناظم و صدر الا [illegible] معتمد دارالاصلاح و دارالترجمہ [illegible] دفتر پیما

[illegible] دفتر پیما

نگارخانۂ ارضِ تاج کا نقشِ مصوّر

نگینہ

مدیر
صدیقی الوارثی اکبرآبادی

مدیر ثانی
ساغر نظامی (علیگ)

جنرل منیجر ملک [illegible]

جرمنی کی حیرت انگیز و عجیب و غریب اشیاء

جیبی چھاپہ خانہ

اس کے ذریعے آپ بلامدد پریس کارڈ۔ لیبل۔ اور ایڈریس وغیرہ خود چھاپ سکتے ہیں۔ جس نام کی چاہیں بنالیں۔ یہ ایک مکمل بکس ہے جس میں انگریزی حروف ہیں۔ ٹوتھ برش لائننگ۔ دوم ہے۔ سوم ہے۔ چہارم ہے۔

سوئٹزرلینڈ کی بنائی ہوئی رسٹ واچز

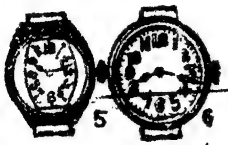

یہ رسٹ واچز سنہری یا سفید کیس سلنڈر مشین اور نہایت خوبصورت قیمتی ڈائل کی ہیں دیکھنے میں پچاس روپیہ کی معلوم ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بیضوی۔ چوکور۔ چھ کونی اور آٹھ کونی موجود ہیں۔ قیمت فی عدد چھ روپیہ۔ بستہ مفت دیا جاتا ہے۔ محصول ڈاک معاف

اگر اوپر کی گھڑیوں میں سے ایک گھڑی چھ آنہ میں لینا چاہتے ہیں۔ تو آپ پیٹ ایک روپیہ چھ آنہ مدیر منی آرڈر بھیجکر اپنا نام رجسٹر کروائیں۔ ہم آپ کو پانچ عدد کوپن ٹکٹ ارسال کریں گے۔ آپ ان میں سے چار عدد اپنے چار دوستوں کو ہر ایک چھ چھ آنہ میں فروخت کردیں۔ آپ کو مبلغ ایک روپیہ آٹھ آنہ نقد وصول ہوگا۔ پھر آپ اپنے انہیں چار دوستوں کو کہیں۔ کہ وہ ہر ایک ایک روپیہ آٹھ آنہ مدیر منی آرڈر ہم کے جو آپ سے خریدا تھا مدیر منی آرڈر ہم کو بھیجکر آپ کی طرح پانچ ٹکٹ کوپن ہم سے منگوائیں۔ اور آپ کی طرح ان میں سے چار عدد اپنے چار دوستوں میں فروخت کردے جس وقت آپ کے چاروں دوستوں کے روپے مع کوپن نمبر ہمارے پاس پہنچ جاویں گے۔ ہم آپ کو بہترین اعلیٰ اور خوشنما گھڑی ارسال کریں گے۔ آپ بھی وہ چاروں دوست بھی آپ کی طرح گھڑی لے سکتے ہیں۔ کیسا اچھا موقعہ ہے۔ +++

جرمن دوربین۔ قیمت کے لحاظ سے

نہایت عمدہ اور تفریح کا نادر موقعہ۔ تھیٹر کے سٹیج کا منظر رہ اور دور کی چیزیں دیکھنے میں نہایت کارآمد چیز ہے۔ قیمت عہ

بیکٹروں پر بیل بوٹے نکالنے کی مشین

ہر ایک گھر میں ضرور ہونی چاہیے۔ یہ مشین کپڑوں پر بیل بوٹے۔ گلماں۔ لونیاں۔ آہنی سلاخیں اور دیگر بے شمار چیزیں بناتی ہے۔ ہزاروں بک چکی ہیں خریدار کو کام دفتر میں مفت سکھایا جاتا ہے۔ قیمت رعایتی ۲۵ روپیہ دوم ہے۔ محصول ڈاک معاف۔ تفصیل حالات مفت طلب کریں۔ نقالوں سے بچے رہیں +

حیرت انگیز فلیتی

یہ فلیتی چوہدا اور بلاؤں کا کام دیتی ہے۔ مثلاً گلا کٹ۔ ناخنی تراش۔ رومال چاقو۔ چھوٹا دا غیرہ بڑے کام کی چیز ہے۔ قیمت ۲ محصول معاف۔

فوٹو ہینڈ کیمرہ۔ اس میں فوکس ملانے کی ضرورت نہیں۔ جب دل چاہے۔ اٹلے جانور۔ چلتے پھرتے آدمی اور دوڑتی ریل گاڑی کا فوٹو اتار لو۔ سلائیڈ اور فوکسنگ گلاس مفت۔ بڑا سائز عہ۔ چھوٹا سائز ۲ روپے محصول ڈاک معاف۔

کارآمد سفری چولہا

اس میں سیرٹ جلتی ہے۔ جو سڑک پر سے مل سکتی ہے۔ مسالہ بھاجی اور چاء وغیرہ فوراً تیار ہو جاتی ہے۔ پیتل کا بنایا ہوا ہے۔ قیمت

کپڑے سینے کی مشین

سلائی کرتی ہے۔ لڑکیوں کو کام سکھانے کے لئے مفید اور اعلیٰ چیز ہے۔ ہمارے ۷ روپے انچ ہے۔ قیمت رعایتی لکھیں۔ محصول ڈاک معاف۔

سینما میٹوگراف۔ اگر آپ کے رنگا کے عجیب و غریب مظاہرے دیکھنا چاہتے اور اپنے عزیزوں کا دل بہلانا چاہتے سینما میٹوگراف منگوائیں۔ فلم اور پلیٹ مفت دیئے جائینگے۔ درجہ اول ۱۰ روپے۔ دوم ۵ روپے

بجلی کے جیبی لیمپ

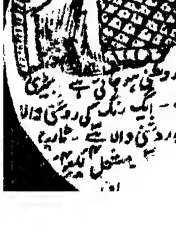

ہر بڑے لیمپوں میں نہیں کسی ضرورت کے وقت صرف بٹن دبانے سے روشنی ہو جاتی ہے ہمراہ مفت دیا جاتا ہے۔ ایک رنگ کی روشنی والا ۔ تین رنگ کی روشنی والا ۔ خامرہ مستقل ۱۲ روپے

دو

ہر فرد ہونا

لگانے عمل

مجرب نسخہ ایک

بلا صابی

ب خواہ کیا

جب تک

دگانیں

ری کی خلیفہ

ہوتا ہیں،

مانگنے۔ ترکر وانڈ کمپنی ۱۸۱ ۔

اگر آپ کو

یا آپ کے دوست احباب کو

کسی قسم کے سامان کھیل مثلاً

کرکٹ فٹ بال والی بال

ہاکی ٹینس بیڈ منٹن وغیرہ

کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست

اسکولوں کلبوں کے قاضی دیرینہ

خادم کارخانہ

ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ

کو لکھا کریں۔

ہر یمین ۲/۱۲ پر یا خوبصورت سامان تحفہ پیسہ

قیامت سے واحد

مدیر پیسہ اخبار کا

کی ہر روا لوٹ

قیمت رعا رفقا لوں

کے دھوکے

ایک بالکل

اردو لٹریچ

ان کھیل

اپنی عمدگی مضبوطی اور بستگاں ارزاں ہونے کی وجہ سے لاثانی ثابت ہو چکا ہے جن جن صاحبان نے ایک مرتبہ

بے پروگی

ہمارا سامان کھیل بطور نمونہ کے منگوایا۔ انہوں نے تعریف کی بڑے بڑے قیمتی آرڈروں سے مستفید ہو

عمدہ سرٹیفکیٹ لکھ بھیجنے کے علاوہ کمپنی کے ممبر اشتہار بن گئے۔

مولانا عہ مارنٹی

جو اصحاب جسے کوئی چیز منگائیں گے۔ وہ اگر بیگل پسند ہوں تو فوراً واپس کر کے اپنی قیمت منگا لیں یا کوئی ہماری تیار کردہ چیز

جلد خراب ہو جائے۔ جس کو یا جائے کہ صرف کردہ رقم حرام ہوئی تو اس کے بدلے ہم نیا مال مفت دیں گے۔ اس وعدے سے

ہو کہ ہم کبھی بُرا سامان روانہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم اپنی کا رخانہ کو شہرت دینا چاہتے ہیں نہ کہ اپنی محنت اور روپیہ کو برباد کرنا۔

عرفان

دیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے جس پر ۲ رنی روپیہ کی رعایت دیجائیگی حسب ضرورت لکھکر طلب کریں

تصرف

جذبات	فہرست سامان ہاکی	فہرست سامان کرکٹ	فہرست سامان فٹ بال	فہرست سامان والی بال
	ڈی ہیچک ریٹر سپرنگ ہاکی ہینڈل پر ربڑ گرفت	ڈی ہیچک ریٹر سپرنگ لیدر ریبن ہینڈل لیدر گرفت	ڈی مناسک ٹکڑہ کا مکمل نمبر ۵ فٹ بال	ملک والی بال بنتی رنگ کا مکمل
	بنوری چمڑہ لپٹا ہوا۔ قیمت ۔ ہر	ڈی مارشل ڈبل سپرنگ بونڈ ہینڈل لیدر گرفت	ڈی ہیچک ۳ ٹکڑہ کا	مناسک والی بال " "
آ	ڈی ہیچک ڈبل سپرنگ الٹا مضبوط چمڑہ	ڈی ہیچر سپرنگ ٹوائین بونڈ	ڈی ہیچر سہرے والی	ملک والی بال جال بیرون رنگ کا
	سیاہ ہوا نہایت اعلیٰ ہاکی۔ قیمت ہر	ڈی مارشل ڈبل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہینڈل	ڈی ہیچر سادہ مضبوط	ملک والی بال جال سفید رنگ کا
	ڈی مارشل ڈبل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہینڈل	چھوٹے بچوں کے نمبر ۱۲ سے نمبر ۵	ڈی سپیشل پریکٹس سوڈا پر مکس کے لیے ہیچر	بلیڈر والی بال نمبر ۵ اندر نلکی والا
	ڈی مارسن سنگل سپرنگ " " ہلیر	چھوٹے بچوں کے نمبر ۵ سے نمبر ۴	چھوٹے بچوں کے نامکمل فٹ بال نمبر ۳	ملک والی بال بول فٹ سٹ
	ڈی آل کین ہینڈل ہاکی " " اللہ	کرکٹ بال ملک اللہ مناسک۔ کمپنی	نمبر ۳ اللہ نمبر ۴ نمبر ۵ فیصد وہ	مناسک والی بال " "
	ڈی سپیشل گرفت ہاکی پر چمڑہ لپٹا ہوا اعلیٰ	پریکٹس بال چھوٹے بچوں کے اعانی عدد	بلیڈر کنی رنگ زمی والے نمبر ۵	ملک والی بال کا مکمل سٹ
	چھوٹے بچوں کی ہاکی سے پریکٹس	لیگ گارڈ چمڑہ کے سلے زین کے صر	نمبر ۳ اللہ نمبر ۴ نمبر ۵ ایرانی قسم نمبر ۵	مناسک والی بال کا مکمل سٹ
	ہاکی بال مناسک لے بیچ اعلیٰ چھوٹے۔ ہر	وکٹ کیپنگ گلوز ربڑ پیٹنگ گلوز	بچگانہ کاری بڑی ہے اور دیرپا فٹ بال	توازن والی بال اردو ۲ ہر اکبر تری ۱۲

تفصیل حالات کے لئے ہماری مکمل فہرست بالتصویر مفت طلب کرو۔

سامان بذریعہ وی پی روانہ ہوگا

ڈاک یا پارسل اور کرایہ ریل بذمہ خریدار

جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ (پنجاب)

ضمیمہ پیمانہ

ایک رات میں کالا جادو

آپ بھی اگر زندگی کا حظ اٹھانا چاہتے ہیں دنیا میں [illegible] سرخرو ہونا چاہتے ہیں عقبیٰ میں تو کسی پری رخسار سے دل لگانے عمل حب کا ایک نہایت سہل الحصول پر تاثیر اور مجرب [illegible] مجرب نسخہ ایک فقیر سے ہمارے ہاتھ لگا ہے صرف ایک رات میں [illegible] ہے کسی دریا کے کنارے یا قبرستان جانا نہیں پڑتا۔ [illegible] ہی پتہ دل کیوں نہ ہو ہی بے آب کیطرح تڑپ اٹھیگا۔ اور [illegible] ملاقات نہ کریگا اسکو کسی پہلو قرار نہ آئیگا تا زیست علیحدہ [illegible] نسخہ بعد کامیابی قواعد صرف دو روپیہ (شرط) راز دار [illegible] تحریر ہمراہ آنی لازمی ہے ورنہ تعمیل ہرگز نہ ہوگی (جملہ حقوق [illegible] محفوظ ہیں

اکسیر

حصول دولت و مسرت

اس کتاب کے ذریعہ متوسط اور اوسط درجہ کے آدمی جلد دولتمند اور دولتمند اصحاب اپنی دولت کو بے انتہا فروغ دے سکیں گے۔ قرض اور سود کی مصیبتوں سے نجات پائیں گے۔ کوئی صاحب اپنی آمدنی کے شاکی نہ رہیں گے اگر آپ زندگی کے ضروری مرحلوں تاجرانہ رازوں سے کفایت شعاری کے طریقوں، انمول نصیحتوں اور دیگر بے انتہا مفید باتوں سے واقف ہو کر عورت اور مرد بے فکری، آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہوئے ہمیشہ خوشحال اور خوشدل اور شاداں رہنا چاہیں تو ضرور منگائیں ہمیں دس بائیس قیمت مجلد کتاب ایکروپیہ عہ

انمول نصائح سوا سو تصحیحیں صدا روپیہ کا فیض پہنچانیوالی بالکل مفت منگائیں

ملنے کا پتہ: مشہور عام کتبخانہ نمبر محلہ سرائے بالا علیگڈھ ۲/۱۲ — دی آل انڈیا ایجیکیشنل ہاؤس ملتان شہر

گدڑی میں لعل

منظور ہے گذارش احوال واقعی — سچ کہتا ہوں کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

آج دنیا کو میں اُس بزرگ ہستی سے متعارف کرانا چاہتا ہوں جو باوجود کمال علوم ظاہری و باطنی کے دنیا میں شہرت حاصل کرنا نہیں چاہتے اور [illegible] اپنی زندگی کا اصل الاصول ہی بقول علامہ اقبال ؎

"شہرت کی زندگی کا بھروسہ نہیں ذرا — صدیوں رہا ہے نام جسکا رہا نہیں"

مدار دے رکھا ہے عالم طبابت میں گمنام اور بے لوث زندگی بسر کر رہا ہے۔ حالانکہ دنیا طب کو ایک شخصیت کی ضرورت ہے جو دنیا کی موجودہ فضا کو تار عنکبوت کیطرح توڑ کر پائے حقارت سے مسل دے۔ اور اس کلنک کے ٹیکے کو جو موجودہ اشتہاری حکیموں نے مادر وطن کی پیشانی پر لگا رکھا ہے اسطرح مٹا دے کہ صفحہ روزگار پر انکا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس بار گراں کو حضرت مولانا مولوی جناب حکیم سید عبدالخالق صاحب سندیانہ نے اپنے سر لیا ہے آپ درویش صفت حاجی اور فیض تمش آدمی ہیں۔ اور مجھے بفضل ایزدی اپنے پورہ بھروسہ ہے کہ وہ اس کام کو بخوبی سرانجام دیں گے اور اُن مریضوں کو جو کچھ توانی بدا خلاقیوں اور کچھ اشتہاری حکیموں کی دیدہ دلیریوں کا شکار ہو کر اپنی زندگی کو موت کے انتظار میں بسر کر رہے ہیں عیسےٰ صفت سہارا دیکر انہیں دوبارہ اس قابل بنا دینگے کہ وہ میدان کارزار میں فخر سے قدم مار سکیں۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا مولوی حکیم سید وجیہ الدین صاحب اور مولانا مولوی حکیم سید بدر بخش صاحب ریاست بہاولپور میں بڑا نام پیدا کر چکے ہیں تجربہ ثابت کر رہا ہے کہ ہندوستان میں ۹۵ فیصدی ایسے نوجوان ہیں جو اپنے ہاتھوں اپنی بیماری اور بیش قیمت زندگی کو تباہ کر رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ نوجوان ہی ہر ملک کی آئندہ ترقی کا دارومدار ہے مگر یہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں اپنی نادانی سے زوال ہے تو وہ ملک قوم کی ترقی میں کب تک معاون ہو سکتے ہیں ان کے دماغ معطل، حواس مختل، اعضاء کمزور، ارادے سست، نزلہ، زکام، زرد رو، گویا بڑھاپے کے تیلے ہیں کہ کسی نامعلوم طاقت کی گردش میں ہیں پیارے نوجوانو بہانہ خدا کیلئے اپنی حالت پر رحم کرو اور بجائے شرم و حیا کو اس وقت تک کے لئے اظہار کہہ کر تباہی شہر کیلئے زندگی جو یقیناً تباہی ہمراہ ہوگی نہیں نظروں سے گرا دے۔ آؤ اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے زندگی نو، کا ایک بس استعمال کرو۔ یہ ادویات انشاء اللہ العزیز دو تین ہفتہ میں تمہیں اس قابل بنا دینگی کہ تم دنیا میں عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکو یہ ادویات تمام کمزوریوں کے لئے نہایت فائدہ بخش ثابت ہوئی ہیں۔ دو امنگوائے وقت عمر اور بیماری کی کیفیت پورے طور پر تحریر کریں خط لکھتے وقت اعتبار یا رسالا کا حوالہ ضرور دیں خط و کتابت محفوظ رکھی جاتی ہے۔ قیمت بکس مرتوزندگی، اچھا روپے علاوہ محصول ڈاک قیمت فی عشتی تین

جوانی کی ۶۴ تصویریں

قیامت کے رنگوں اور فردوسی کیفیتوں میں نہایت نظر فریب دلکش اور دلپذیر دیکھنی ہوں تو حضرت ساغر نظامی (علیگ) مدیر پیمانہ کا مجموعۂ رباعیات ملاحظہ فرمایئے۔ ۶۴ رباعیاں پاکٹ سائز نہایت جلی اور خوش خط چھاپی گئی ہیں "شباب" کی ہر رباعی جوانی کی ایک خوبصورت اور قابل دید تصویر ہے دو روپیہ دو کا ایک عدیم النظیر نمونہ ہے بہت کم جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت رعایتی ۱ر۶

ہلاک جستجو

ایک بالکل نیا افسانہ جس نے شائع ہوتے ہی ہندوستان میں دھوم مچادی جس پر کئی رسالوں میں تنقیدیں بھی ہوئیں۔ اردو لٹریچر کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے بہ اعتبار واقعات متحیر العقول ہے۔ قیمت فی جلد رعایتی ۴ر

دغا

بے پردگی کے مہلک نتائج پر ایک عجیب و غریب با اثر ناول۔ سچا واقعہ۔ زبان نہایت سلیس۔ قیمت فی جلد ۶ر

نور ایمان

مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل مصنف انوار ساطعہ کا مشہور و مقبول نعتیہ دیوان۔ میلاد شریف گھر میں پڑھنے کے قابل قیمت ۱ر

بہار معرفت

عرفان و معرفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا مجموعہ کلام۔ جناب حاجی محمد عمر صاحب عمر اکبرآبادی کا دلچسپ اور قابل دید دیوان تصوف کی نزاکتیں طے کرنے کا آسان ذریعہ۔ مجاز حقیقت اور کثرت و وحدت کا عجیب و غریب آئینہ۔ عاشقانہ اور صوفیانہ جذبات کا جلوہ خانہ۔ مع تصویر مصنف قیمت عدر

فضایل آیۃ الکرسی

آیۃ الکرسی کی فضیلتیں اور بطور عمل پڑھنے کے مجرب، مفید اور مستند طریقے۔ حل مشکلات کی آزمودہ ترکیبیں۔ شائقین اوراد و وظایف کے لئے ایک انمول تحفہ۔ قیمت مجلد ۱۰ر

کشمیر کا مستقبل

جناب ساغر نظامی کی ایک الہامانہ نظم جو سال گذشتہ میں کشمیر کانفرنس گجرانوالہ میں پڑھی گئی تھی۔ ہر بند سے ایک جوش اور ایک پیام ٹپکتا ہے۔ شاعرانہ پیشین گوئیاں دماغ میں محفوظ کر لینے کے قابل ہیں۔ قیمت ہر ف ۲ر

ناظم قصر الادب پیمانہ بک ایجنسی آگرہ سے طلب فرمایئے

محصول ذمہ خریدار

(ایک روپیہ سے کم قیمت کی کتابیں روانہ نہیں کیجاتیں) سب کتابیں ایک ساتھ منگوا لیجئے تو آپ سے محصول نہ لیا جائے گا۔ منیجر

وہ کون تیل ہے

جو بال بڑھانے مین درجہ اول ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جو قوت بصارت کو بڑھاتا ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جو دماغی خشکی اور کمزوری کو دور کرتا ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جو دل و دماغ دونون کو معطر کرتا ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جو درد سر۔ نزلہ۔ زکام کو دور کرتا ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جو بالون کو گھونگھریدالا اور چمکدار بناتا ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جو گرے ہوے بالون کی بجاے نئے بال پیدا کرتا ہو ؛ سندری سہاگ ہی
جس کے استعمال سے بال سفید نہین ہوتے ؛ سندری سہاگ ہی
جسکے استعمال سے بال سفید ہونے سے محفوظ رہتے ہین ؛ سندری سہاگ ہی
جسکے استعمال سے عورت مرد دونون خوش ہین ؛ سندری سہاگ ہی

لہذا جب سندری سہاگ مین تمام خوبیان موجود ہین تو پھر آپ کے نہانے مین کیا تعمل ہے۔ کیا ایک شیشی ارسال خدمت کیجاے

قیمت فی شیشی ایک روپیہ تین شیشی کی قیمت عہ محصول علاوہ

اُدبوٹ سندری بہار

موسم بہار کے شگفتہ پھولون کا جوہر کشیدہ کرکے بڑی جانفشانی سے تیار کیا گیا ہی۔ خوشبو نہایت روح پرور ہے۔ مثل معمولی عطریات کے کرخت اور دماغ کو ناگوار ہونے والی نہین ہی بلکہ بھینی بھینی خوشبو اصلی اور تازہ پھول کے موافق ہے جو دل و دماغ کو معطر کردیتی ہے۔ زمانہ حال کے انگریزی روش کے اشخاص نے بھی اسے بہت پسند کیا ہی اسکی خوشبو اس قدر دیرپا ہی کہ ایک مرتبہ کپڑون کو اس سے بسا لیجیے۔ کئی روز تک برابر اوسمین خوشبو قائم رہے گی۔ قیمت بڑی شیشی دو ڈرام والی عہ قیمت چھوٹی شیشی ایک ڈرام والی ۱۲ر چھوٹی شیشی نصف ڈرام والی ۹ر

سُندری اسنو

ہاتھ اور منہ دھونیکے بعد چہرہ پر ملتے ہی جلد مین جذب ہو جاتا ہی اور رنگت کو نکھار دیتا ہی۔ چہریکے گڑھے اور زنگت کو نکھار دیتا ہی۔ چھیپ مہاسے۔ جھائیان۔ داغ۔ دھبے پھنسی اور گرمی دانون کو دفع کرتا ہے۔ عورت و مرد سب کیلئے یکسان مفید ہے۔ سردی کے موسمین تو اس کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ قیمت فی پاٹ بارہ آنہ۔ محصول علاوہ

مشکی خضاب

ہمارا دعویٰ ہے کہ مشکی خضاب سب سے اچھا اور دنیا ہی مین سب خضابون سے بہتر ہے معمولی ٹھنڈے پانی مین گھول کر لگایا جاتا ہی اور صرف دو منٹ مین برف جیسی بالون کی مثل قدرتی سیاہی کے بھورا کردیتا ہی۔ قیمت فی شیشی سہ تین شیشی کی قیمت عہ

عالیجناب منیجر صاحب رسالہ یمانہ اپنی دسمبر ۱۹۵۶ء کی اشاعت مین تحریر فرماتے ہین۔

سندری سہاگ تیل اور سندری اسنو دونون چیزین مین نے خود استعمال کی ہین۔ نیل تمام جاپانی اور ولایتی تیلون سے بہتر ہے اور کچھ ایسی کیمیاوی ترکیبون سے بنایا گیا ہی کہ سر کو راحت اور دماغ کو فوری فرحت محسوس ہوتی ہے۔ سندری اسنو بھی ہیر لرن اسنو اور سلما اسنو سے کم اثر نہین ہی۔ اسنو کے استعمال سے چہرہ کی خشکی دور ہو جاتی ہے۔ اور ایک شبنمی بھینی بھینی خوشبو سے شانہ بیدار رہتا ہے۔

کارخانے ایس۔ ایچ۔ بخشی اینڈ کمپنی موجد سندری سہاگ تیل کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴ کلکتہ

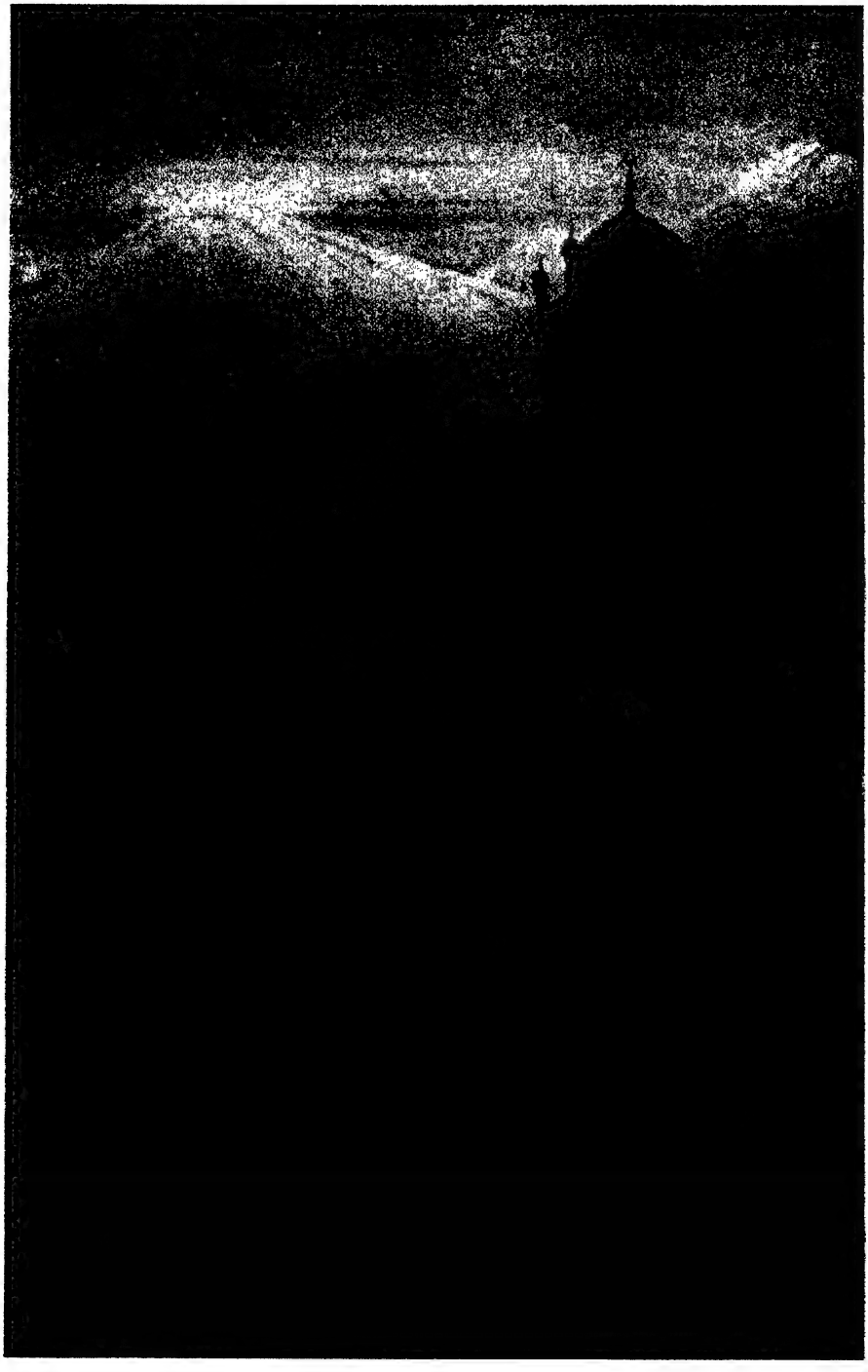

شہیدِ عشق کی بر

(اثر:— عابد جمال سیمابی)

سیاہی پھیلتی ہے جب چمکتے آبشاروں پر
شفق جب خون برساتی ہے ہندلے کوہساروں پر

فضائے دشت سے اُڑتے ہیں شعلے رنگ بن بن کر
اُداسی بن کے چھا جاتی ہے حسرت سوگواروں پر

پہنکر عاملانِ چرخ اپنے ماتمی حلّے
رواں شب بھیجتے ہیں اکثر یادگاروں پر

حجابِ شام میں چھپکر نقابِ خامشی بر لب
حسین جاتے ہیں لے کر ہاتھ میں شمعیں مزاروں پر

ہوائے گرم آہِ سرد بن کر خوب چلتی ہے
عروسِ شام عبرت سیرِ عشرت کو نکلتی ہے
نظر کے ساتھ ہر منظر کی اک دنیا بدلتی ہے

وہ افسردہ نگاہی اور ویرانی خیالوں کی
تخیل کی وہ آرزش اور وہ کاوش ملالوں کی

مٹا لینا وہ شانیں حسن کی چیں جبیں ہو کر
چھپا لینا لٹیں دانستہ لیلےٰ فام بالوں کی

رہِ دشوار و پائے ناز، پھر اس پر یہ محویت
نہ کچھ کانٹوں کی پروا ہے نہ کچھ پروا ہے چھالوں کی

میں وجہ تیرگیِ ظلمتِ آثار اب سمجھا
بکثرت جمع ہو جاتی ہیں روحیں مرنے والوں کی

غمِ ماضی سے ہو کر سیر سیرِ حال کرنے کو
چلی آئی ہیں خود زائر کا استقبال کرنے کو
شکستِ حال کا نظارہ یا مال کرنے کو

نشاں پیدا کیا اے مرنے والو بے نشاں ہو کر
نمود دائمی کی تم نے حاصل رائیگاں ہو کر

ہزاروں فوارے کر دیئے تیار، پیدا چشمِ بینا میں
تمہارا خون اب تک لالہ زار آسماں ہو کر

مٹے تھے کارواں سے دور ہو کر راہِ الفت میں
اُبھر آئے نشانِ جادۂ صد کارواں ہو کر

فسانوں کو تمہارے رات دن دہرائیگی دنیا
رہو گے صفحۂ ہستی پہ باقی داستاں ہو کر

مٹائے لاکھ کوشش سے زمانہ مٹ نہیں سکتا
فنا سے بھی فروغِ عاشقانہ مٹ نہیں سکتا
کبھی اس طرح مٹنے کا فسانہ مٹ نہیں سکتا

قیمت سالانہ (۳ روپیہ) ہندوستان میں
قیمت ششماہی (۱۸ آنے)

تعارف

ممالک غیر سے (قیمت سالانہ آٹھ روپیہ
قیمت ششماہی ۴ شلنگ)

جلد نمبر (۵) | پیمانہ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء | نمبر (۶)

نمبر شمار	عنوانات	ناظم یا ناشر	صفحہ نمبر
	تصاویر:- (۱) شہید مشق کی تربت (رنگین)		
۱	شہید مشق کی تربت (نظم)	جناب حامد جمال سیانی	۳
۲	تعارف	ایڈیٹر	۴
۳	جرمات	ایڈیٹر	۵
	ادبیات		۷
۴	عماد الملک سید حسین مرحوم	ایڈیٹر	۸
۵	لسان العصر تبصرہ	میاں تصدق حسین خالد ایم اے	۹
۶	قانون تمدن اور سیاسیات ملی	مولانا اعجاز (عدیم) الہ آبادی	۱۵
۷	شاعری کی صداقت (نظم)	مولانا محمد اسرائیلی	۲۰
۸	رشتۂ ازدواج اور نظریۂ ارتقاء	حضرت عزیز	۲۱
۹	بگار خاطر چین	"رشید"	۲۵
۱۰	زیب (نظم)	مسٹر نذیر حسین ایم اے (علیگ)	۳۴
۱۱	رنج و شکاری (افسانہ)	ایڈیٹر	۳۶
۱۲	سیار	ایڈیٹر	۴۸
	نسائیات:-		۵۱
۱۳	سکوت شام (نظم)	سلطان اقبال	۵۲
۱۴	شعر العجم (مرتبہ شبلی نعمانی) اور شاعر عورت		
	تذکرہ	ایڈیٹر	۵۳
۱۵	تو بھر عورت کیوں خاموش ہو	سلطان اقبال	۶۲
	معلومات:-		۶۳
۱۶	بحری منارۂ روشنی	مولانا جلال الدین شہاب	۶۴
۱۷	(۱) منارۂ روشنی کی ضرورت		۶۴
	(۲) بحری منارۂ روشنی (۳) یونان کا قدیم ترین محل یا عجوبہ		
	(۴) منارۂ روشنی کی تعمیر	مولانا جلال الدین شہاب	۶۵
	(۵) رسیلے کنارہ پر مینار بنانا	"	۶۵
	(۶) چٹانوں پر مینار بنانا	"	۶۶
	(۷) اسکاٹ لینڈ کا مینار	"	۶۶
	(۸) ایچی ہیڈ کا مینار (ہوائی سلسلے	"	۶۷
	(۹) مینار کا اندرونی حصہ	"	۶۸
۱۷	یونان کا ایک قدیم ترین محل یا عجوبہ		
	کچھ تیرہ تذکرہ حالات	ایڈیٹر	۶۸
۱۹	**تحقیقات و معلومات**:-	"	۷۱
	(۱) مارکیس کے ذریعہ گرج حاصل کرنا	"	۷۱
	(۲) مسجد دل کی عمریں	"	۷۱
	(۳) یورپ میں زندگی کے حالات	"	۷۲
	(۴) یورپ کی ایک تیئیس سالہ کامیاب مصنفہ	"	۷۳
	(۵) لندن میں موٹروں کی کثرت	"	۷۳
	(۶) ہفتاد سالہ لوگوں کا شہر	"	۷۳
	(۷) عجیب نوعی قصہ حیات	"	۷۴
	(۸) انکشاف بعد الموت	"	۷۴
	الہامات:-	مشاہیر شعرائے ملک	۷۵
۲۰	کلام المشاہیر تازہ تر		۷۸ تا ۸۰
۲۱	اشتہارات	مشتہرین	۸۱ تا ۹۲

میسرز وطیر اینڈ کمپنی کے ہر بک اسٹال سے "پیمانہ" طلب فرمائیے

جرعات

پیمانہ کے شائع ہوتے ہی ملک کے ہر گوشہ سے اسقدر تہنیت نامہ وصول ہوئے کہ پیمانہ کی مقبولیت کا مجھے قطعی یقین ہو گیا معلوم ہوتا ہے کہ پیمانہ کا فراق حقیقتاً ارباب انتظار پر شاق تھا اب مجھے اس کی اشاعت پر ایک نازش آمیز خوشی ہے اور میں ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں، جنہوں نے خطوط اور تاروں کے ذریعہ میری عیادت اور "پیمانہ" کی نوازش فرمائی ہے۔

گذشتہ نمبر میں میرے محترم بزرگ مولانا سیماب مدظلہ العالی نے جن محبت آمیز الفاظ میں میری ان محنتوں پر ریویو کیا ہے جو میں نے اپنی ادارت کے تہنا زمانے میں "پیمانہ" پر صرف کیں، میں انکا شکریہ ادا کرنا اپنی عین سعادت سمجھتا ہوں اور اسی انتہائے ہمدردی تسلیم کرتا ہوں، کہ مجھے ناتواں دیکھکر مولانا نے پیمانہ کا بار اپنے بازوؤں پر بھی لے لیا میں پیمانہ کے ذریعہ ارباب ذوق کی جو خدمت کر رہا ہوں اس سے سبکدوش ہونا خود میرے لئے غیر ممکن ہے کہ سحر شباب کی نہ رکنے والی موجوں کے لئے پیمانہ کے سوا اور کہاں گنجائشیں نکل سکتی ہیں، پیمانہ نے ادب اردو کا شباب چمکایا ہے اسی مطلق سے ناطق بنایا ہے اور اسکے عرض میں جوہر پیدا کئے ہیں پیمانہ میری انتہائے مسرت کا ایک پیکر تر کیبی ہے جس سے جدا ہونا گویا میری روح کا اپنے جسم سے جدا ہونا ہے پیمانہ میرا ہے اور میں پیمانہ کے لئے ہمہ وقت وقف و نثار ہوں۔

میرے مکرم و محترم دوست سید علی اصغر صاحب ناظم نیما ہیڑہ نے اگست ۱۹۲۶ء کے "مرقع" میں مجھے اپنی اس لغزش کی طرف توجہ دلائی ہے جو اکتوبر ۱۹۲۵ء کے پیمانہ میں میرے قلم سے نادانستہ ہو گئی تھی قلم کی جمع قلمین "میرے مذہب میں بھی غلط ہے "مختلف قلم مرتب کرینگے"، صحیح ہے میں قلم کی تذکیر کا معتقد ہوں اور اسکا ثبوت میرا وہ مضمون ہے جو فروری ۱۹۲۵ء میں۔ "میرے قلم کا مذہب"، کے عنوان سے پیمانہ میں شائع ہو چکا ہے میں ان توجہ نمائی کا شاکر ہوں لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کی لغزشوں کا بار راقم کے کاندھوں پر ڈالنا اصابت نظر کے خلاف ہے ایسی لغزشیں کس سے نہیں ہوتیں، اور کہاں نہیں ہوتیں؟ "مرقع" کے زیر بحث نمبر میں صفحہ ۱۵۰ پر بعنوان "تحقیقات امیر"، جو نوٹ حضرت وصل بلگرامی نے دیا ہے اس کا یہ جملہ ملاحظہ فرمائیے۔

"مجھے امید ہے کہ اس سے بہت کچھ صاحبان فن و تحقیق کو فائدہ پہونچے اور میرا یہ انتخاب ملک کیلئے کارآمد ثابت ہو"
ظاہر ہے کہ یہاں "مجھے امید ہے"، کا محل استعمال باتفاق رائے غلط تسلیم کیا جائیگا لیکن یہ بھی ایک لغزش ہے جس کا الزام حضرت وصل بلگرامی پر نہیں لگایا جاسکتا، اور ذہن خود اس لغزش کی تلافی کر سکتا ہے۔

نہایت مسرت کا موقع ہے کہ مجلس اضعان قانون صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ کے اجلاس منعقدہ اپریل ۲۶ء میں آنریبل وزیر تعلیمات نے ہندوستانی اکاڈمی کے قیام و انعقاد کے لئے پچیس ہزار روپیہ کی منظوری دیدی، گو یہ رقم آنریبل وزیر تعلیمات کی نگاہوں میں بھی حقیر ہے تاہم ابتدائی امور کی انجام دہی کے لئے غنیمت ہے۔ اکاڈمی کی تحریک پنڈت بچن نرائن اپادھیا نے دسمبر گذشتہ میں کی تھی، اور حافظ ہدایت حسین صاحب۔ ایم۔ ایل۔ سی بیرسٹر ایٹ لا کانپور نے، ۱۷ اپریل ۱۹۲۶ء کو تحریک مزید کی۔

ہم ان دونوں ادب دوست اور علم نواز حضرات کی اس بیدار خیالی کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد اکاڈمی کے متعلق ایک اسکیم مرتب کر دے تاکہ تحریک فضائے عمل میں رونما ہو، اس اکاڈمی سے صوبۂ متحدہ میں علمی ترقیوں کا امکان یقیناً صحیح و سریع ہو جائیگا۔ کیونکہ ملک کی مشترک و مستند زبانوں کو اس سے ایک معتد بہ فائدہ پہونچنے کا قطعی یقین ہے۔

میں اب خدا کے لطف سے اچھا ہوں تبدیل مقام کی خوشگوار یت برابر اثر کر رہی ہے فضائے پنجاب کی عدم نوازش کا ممنون ہوں اور وطن کی نوازش کا شاکی کہ نگارستان حسن و صحت کی سیر مستقل سے محروم کر دیا مگر اس مراجعت پر میرے ایک دوست نے مجھے خوب یاد دلایا کہ "محمود غزنوی بھی ہندوستان پر پہلے ہی حملے میں فتحیاب نہیں ہو گیا تھا" تاہم مجھے مسرت ہے کہ گو میں پنجاب میں نہیں ہوں لیکن میرے صوبہ کے اکثر فاضل دوست پنجاب میں اپنے فیضان قلم سے آب باری فرما رہے ہیں

اس اشاعت میں "مقدس سانپ"، کا باقی حصہ بوجوہ شائع نہیں ہو سکا لیکن دسمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ فسانہ تمام و کمال شائع کر دیا جائیگا، ناظرین بد دل نہ ہوں۔

ساغر نظامی

ادبیات

خلاصۃ الباب:-

(۱) نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم	ایڈیٹر
(۲) لسان العصر (تبصرہ)	میاں تصدق حسین — خالد۔ ایم۔ اے
(۳) قانون تمدن اور سیاسیات مدن	مولانا اعجاز (علیگ) الہ آبادی
(۴) شاعر کی صدا۔ (نظم)	مولانا محمود اسرائیلی۔
(۵) رشتہ ازدواج اور نظریۂ ارتقاء۔	حضرت عزیز
(۶) افکار عالی (غزل)	پروفیسر ملک عنایت اللہ
(۷) نگارخانۂ چین۔	"وحید اعظم"
(۸) فتنے	عابد جمال سیمابی
(۹) فریب (نظم)	مسٹر ظہیر حسین — (ایم اے) علیگ
(۱۰) روح کا فنکاری (فسانہ)	ایڈیٹر
(۱۱) معیار۔	ایڈیٹر

نواب عماد الملک علامہ سر سید حسین بلگرامی مرحوم

بلگرام اپنی مردم خیزی کے اعتبار سے ایک نہایت ممتاز خطہ ہے، جس نے نواب عماد الملک جیسے رخشندہ گوہر پیدا کئے۔ مگر افسوس کہ انقلاب روزگار اُنکی قدر نہ کر سکا۔ نواب عماد الملک بہادر ہندستان کے اُن مخصوص اصحاب علم و فضل میں سے تھے جنکی موت پر قیامت تک دنیا آنسو بہائے گی اور جن کا نعم البدل سو سال تک پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ مرحوم ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوئے پندرہ سال کی عمر میں عربی کی تکمیل کی۔ بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ پھر کیننگ کالج لکھنؤ میں پروفیسر رہے۔ لکھنؤ میونسپلٹی کی ممبری کی۔ ۱۸۸۷ء میں سر سالار جنگ اول نے آپ کو حیدرآباد بلا لیا۔ یہاں آکر آپ نے پرسنل سکرٹری سے برار کے مسئلہ کو سلجھایا۔ انگلستان کا سفر کیا پھر حیدرآباد میں نظم تعلیمات ہوئے۔ معتمد امور عامہ قرار دیئے گئے اور اسکے بعد حضور نظام کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہو گئے۔ ——— دوران ملازمت میں مرحوم نے سیر محمود علیخاں مرحوم سابق نظام حیدرآباد موجودہ سلطان دکن اور ولیعہد بہادر کی آتالیقی کا فخر بھی نواب عماد الملک مرحوم کو حاصل ہوا۔ مدرسہ اعزہ۔ مدرسہ فوقلیہ مدرسہ نسوان، قائم کئے۔ اورنگ آباد و حیدرآباد و رونگل میں صنعتی مدرسے کھولے۔ دارالعلوم کا افتتاح فرمایا، کتب خانہ آصفیہ کی بنیاد رکھی، دائرۃ المعارف قائم کیا۔ اور سینٹرل ٹریننگ اسکول قائم کر کے معلمین کیلئے ایک خوشگوار راستہ کھول دیا ——— گورنمنٹ کی طرف سے ۱۹۰۲ء میں یونیورسٹی کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے ۱۹۰۸ء میں وزیر ہند کی کونسل کی رکنیت حاصل کی، سی ایس آئی کا خطاب پایا۔ ۱۹۰۹ء میں شیر المہام مقرر ہوئے اور حیدرآباد کی ملازمت سے دست کش ہو گئے ——— مرحوم عربی فارسی انگریزی فرانسیسی اور بنگالی کے ادیب تھے۔ کتب بینی کا بڑا شوق تھا۔ آپکی ذاتی لائبریری بہت جامع تھی۔ گلبرگہ میں عماد الملک لائبریری بھی آپ ہی کی یادگار ہے۔ اور آپکے ادبی کارنامے دور حاضر کی صحافت میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہیں ——— افسوس کہ یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد ۳ جون ۱۹۲۶ء کو آپ نے کشمکش زار ہستی کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ دیا۔ اور دنیا آپ کے کمالات سے مستفید نہ ہو سکی ۸۲ برس تک ملکی اور قومی اصلاحات کرنے کے بعد جو شخص ہم سے علیحدہ ہو جائے۔ اُسکی علیحدگی بیحد افسوس اور ماتم کے قابل ہے۔ مگر ایسی تو موت نہیں کہی جا سکتی بلکہ ایسی زندگی سے تعبیر کی جاتی ہے۔ زندگی کا مآل موت ہے۔ پھر کسی مبارک ہے وہ موت جسکا مآل زندگی ہو۔ اور وہ بھی جاودانی۔ مرحوم نے اپنی عمر عزیز کا معتدبہ حصہ اصلاح و فلاح قومی کی نذر کیا۔ اور ایک فاتح کی طرح مسرور و نازاں دنیا کو چھوڑ دیا۔ یہی بہترین مآل حیات ہے۔ جو ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا آپ کے بعد آپکے خلف اکبر جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر آپکی ایک زندہ یادگار ہیں اور مرحوم کا نقش صحیح سمجھے جاتے ہیں۔ آپ میں اپنے والد مرحوم کی بیشتر خصوصیات موجود ہیں جنکے اظہار و اعلان کا وقت آچکا ہے توقع ہے کہ نواب عماد الملک مرحوم کی وفات سے ملک میں جو کمی ہو گئی ہے، نواب مہدی یار جنگ کی اعلےٰ قابلیت اور اصلاحی ہوئی ذہنیت اُسے پورا کر سکیگی اور نواب عماد الملک کے انتقال سے جو غم دلوں میں پیدا ہو گئے ہیں وہ آپکی مسیحا نفسی سے بہت جلد بھر جائینگے۔ ہمیں افسوس ہے کہ یہ مضمون رسالہ کی توقیت اشاعت سے وقت پر شائع نہ ہو سکا۔ لیکن ایک ایسا سانحہ جسے ادبی سائل میں بطور یادگار ضرور محفوظ رہنا چاہیے، وقت کی اس تاخیر کے بعد بھی ان اوراق سے نہیں نکالا جا سکتا۔

"عرفی تو نمیشیت کز اوباد نماند"

ایڈیٹر

لسان العصر

(سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی (مرحوم) اور اُن کے کلام پر ایک مسلسل و مبسوط تبصرہ)

(مسلسل)

(از: میاں تصدق حسین — خالد۔ ایم۔ اے)

اکبر کا پیغام

مشرق اور مغرب کی شاعری میں جہاں اور بہت سا فرق ہے۔ وہاں ایک یہ بھی ہے۔ کہ مغرب میں ہر قابل شاعر رب النوع ہوتا ہے۔ وہ اپنا نصب العین قائم کرتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ایک نیا فلسفہ لاتا ہے۔ اسکا فلسفہ ہے چشم تخیل کے لئے حسن اور حقیقت کے نئے مناظر۔ تاکہ جیسا اس نے دنیا کو پایا اس سے بہتر چھوڑے۔ وہاں ہر شخص فطرت کا مطالعہ کرتا ہے اور ہمیشہ ایک نئے اور اچھوتے نتیجے پر پہنچتا ہے۔ اس سے ہماری مراد شعرائے مشرق کی تذلیل یا تضحیک نہیں۔ مشرق کے لئے اس شاعری کا پیدا کرنا ہی ناممکن تھا۔ صلاح الدین، خدا بخش مرزا غالب کے عنوان پر عرصہ ہوا انڈین ریویو میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"علم ادب قومی زندگی کا آئینہ ہے۔ اور قومی زندگی مختلف تاثرات کا ماحصل۔ ان تاثرات میں سے بعض انسان کے تابع ہیں اور بعض نہیں جیسا کہ آب وہوا۔ ماحول۔ ندرت طبعی۔ سیاسی آزادی یا سیاسی محکومیت۔ یہ اور بہت سے تاثرات اسقدر سربرہن ہیں کہ نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ مثال کے طور پر کئی اصناف شاعری ایسی بھی ہیں کہ جو مشرق میں ہو نہیں یا سکتیں۔ مشرق بحری شاعری سے ناآشنا ہے جیسا کہ ہم ہائی نے یا سونبرن یا ہیوڈا واٹس ڈنٹن میں دیکھتے ہیں مشرق — حریت اور آزادی کے ان رفیع نغموں سے معمور ہے جنہیں ہم ملٹن کو لنز ٹیلے یا وکٹر ہوگو کے ہاں پاتے ہیں۔ ہمارے یہاں حسن و لطافت کی وہ عبارت نہیں۔ جس سے گیٹس کا کلام مخصص ہے۔ ہمارے یہاں وہ لبریز امید اور ناقابل تسخیر ..... بھی نہیں جن ..... کی فطری تصنع سے اور نہ ہمارے یہاں فطرت کی وہ جدید جدت ہے جو ورڈزورتھ کا ایمان ہے۔"

صرف اسی ایک موضوع پر مرکوز ہوتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جدت کا کوئی موضوع ۔ اور وسعت نہیں جو ہم یورپین شاعری میں دیکھتے ہیں۔ اور اسی لئے ہمارے یہاں جدت کی اس چاشنی کی کمی ہے۔ جس پر مصنفین فرنگ ہم پر طنز کناں ہیں"۔

چند ادب طراز ہستیوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے دلی و دکن سے لے کر امیر داغ و جلال کے زمانہ تک ہماری شاعری تنگ اور قدیم شاہراہ پر چل رہی تھی۔ کہ اگر دورِ جدید میں مغربی ادبیات کا مطالعہ اپنا اثر نہ دکھاتا۔ تو اردو شاعری فنا ہو چکی ہوتی۔ اور اب بھی اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ کہ اگر کوئی ادب آفرین ہستی اپنی ندرت نگاریوں سے کام لیتی ہے۔ تو "پنچایۂ تنقید" کا فتویٰ قضائے برم کی طرح نازل ہو جاتا ہے۔ کہ "قدیم شعار کا تبحر فن اس سے اجنبی اور غیر مانوس تھا"۔

اکبر اردو کے ان نہایت ہی محدود شعرا میں سے ہے۔ جنہوں نے ایک مخصوص موضوع سخن پر طبع آزمائی کی۔ کہ اس کا سبب ایک خاص حد تک عصرِ جدید ہے۔ اگرچہ اکبر کے انتخاب موضوع خصوص کے اسباب اور ہیں جنکا ذکر ہم آگے چل کر کرینگے۔

اکبر کے کلام پر ایک نظر مجموعی ڈالنے سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ وہ چیز جو اس کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ یعنی "ظرافت انداز بیان اور مزاج آمیز رنگِ سخن" ابتدائے کار سے اس کے حصہ میں نہ آئے تھے۔ اکبر حالی کی طرح قدیم شاعری کا استاد مسلم الثبوت ہے اور اس کے دیوانوں کا ایک بڑا حصہ انہیں دقیانوسی، فرسودہ، پامال، متبذل اور یکمک مضامین کا مجموعہ ہے "جس کے تشکست و ریخت میں عمر کا بڑا حصہ ضایع کیا گیا ہے" جس سے کسی ترقی کی امید نہیں ہو سکتی جس میں ایک بھی ایسی محرک اثر کیفیت یا رفعت جذبہ نہیں۔ جو دنیائے جدید کے آسمانِ زندگی کی طرف راہنما ہو سکے۔

اکبر کی ابتدائی شاعری ہجر و وصال، زلف و رخ، خط و خال، گل بلبل اور مسی چوٹی کے طومار بے معنی سے بھری پڑی ہے۔ اور نہ ہی اکبر نے اس صنف سخن میں کوئی خاص امتیاز حاصل کیا۔

اخبار وکیل کے قابل مدیر نے ۷ ستمبر ۱۹۲۱ء کے مقالۂ افتتاحیہ میں اکبر کے ابتدائی کلام کی عذر خواہی بایں الفاظ فرماتے ہیں "کہ تمام نامور شاعروں کی یہی کیفیت رہی ہے۔ طبع کی خامی کی حالت میں عشق عریاں نظر آتا ہے۔ لیکن جب طبیعت میں پختگی اور رائے میں اصابت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو یہ رنگ غائب ہو کر زیادہ سنجیدہ صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور وہ پرانے قصے تقریم پارینہ بن کر رہ جاتے ہیں"۔

اگرچہ ہر پرانا قصہ زمانہ کی دست برد سے تقریم پارینہ نہیں بن جاتا تاہم اسمیں اہل بصیرت کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ کہ اکبر کی ابتدائی کارگذاریاں جلد روشناسِ عدم ہو جائینگی۔ ہم فاضل نقاد کی اس عذر خواہی سے بھی ہم خیال نہیں ہو سکتے۔ ہمارا مشاہدہ مضامین بسلی خیالات اور غیر رفیع جذبات کے نظم کرنے کو طبع کی خامی کا نتیجہ بتاتی ہے۔ ہم یہاں یہ نہیں کہنا چاہتے۔ کہ اکبر نے ان مضامین کو کیوں تکلم کیا وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ وقت اور واقعات اس قسم کے تھے کہ اسے ہر قسم کے خیالات نظم کرنے پڑتے تھے شاید شاعری کے پیشرو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے متقدمین کے بعد شعرا اور اکبر کی طرز میں بہت فرق تھا۔ .....

یہاں تک کہ خود آجتک بھی تمہاری زلف خود دل مانگ لے گئی" کے اخلاق سوز اور بے ہنگام نغمے الاپے جارہے ہیں اور پیران ایاس تک پہنچنے کی وجہ سے عشق کے ناقابل اور بچوں کی طرح معصوم ہو چکے ہیں۔ ان تقدس آلودہ خیالات پر کرے

صاف تھا جب تک کہ مطلع تو جواب صاف تھا　　اب جو خط آنے لگے شاید کہ خط آنے لگا

خدائے سخن مانا جاتا ہے۔

اکبر نے چھوٹی عمر میں شعر کہنا شروع کیا۔ اور جیسا کہ مشرق میں ہر شاعر کے لئے ضروری خیال کیا جاتا ہے وحید الہ آبادی کے شاگرد ہوئے جنہیں ناسخ یا آتش سے شرف تلمذ تھا اس کی شاعری میں لکھنؤ کا مذاق سخن اسی لئے زیادہ نمایاں ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ اکبر کے کلام میں وہ آتش بیانی یا وہ جوش ہے جو آتش کی شاعری کی خصوصیات ہیں بالبتہ اکبر کا رنگ طبیعت شعرائے لکھنؤ کی تتبع سے وہی ہو گیا جو اکثر شعرائے لکھنؤ کا ہے۔ لیکن اکبر اپنے ساتھ ایک زود اثر طبیعت لایا تھا۔ وقت حالات اور چند مسلسل واقعات نے اس کے رنگ سخن کو بدل ڈالا۔

اکبر اور الم پرستی

غالباً اسکی روشنی کافی ترہے کہ ہر شاعر اپنے عہد کی ملکیت ہوتا ہے کیونکہ ایک زبردست شاعر یا مہتم بالشان ہستی کی تابندگی اس کے ماحول کے ساتھ بالالتزام ہم آہنگی ظاہر کرتے ہوئے بتاتی ہے کہ وہ اپنے گرد و پیش ہی کا نتیجہ ہے۔ ہر ایک عصر اپنے ساتھ ایک ایسا عنصر لاتا ہے جس کے رعب انگیز غلبہ کے آگے ہر شخص سر تسلیم ہی خم کر دے پروفیسر ہڈسن لکھتا ہے:-

"دنیا میں بڑے سے بڑا انسان بھی چاہے وہ غیر معمولی خداداد ذہانت اور اکتسابی ملکہ کا اہل ہی کیوں نہو ناگزیر اس سوسائیٹی کی تہذیب، دماغی اور اخلاقی رجحان اور مقاصد کے سانچے میں ڈھل جائیگا جسمیں وہ پیدا ہوا ہو اس لئے اس کی تصانیف کا رنگ بھی ایک معتد بہ حصہ تک انہیں تاثرات کا نتیجہ ہوگا"

اگر ایک زبردست شخصیت زمانہ آفریں ہوتی ہے۔ تو وہ اس کے ساتھ ہی اپنے عصر کے تاثرات کو بھی قبول کر لیتی ہے اور اسکی تصانیف کی کامیابی خواہ وہ کتنی ہی جدت طراز کیوں نہو) قبول عامہ پر منحصر ہوتی ہے۔ اب لوگوں کی طبیعت کا رجحان اس کی طرف پلٹ آیا ہو۔ یا اس نے عالم رجحان کو بیش از وقت معلوم کر لیا ہو ان معنوں میں چونکہ مصنف اپنے عصر کا نتیجہ ہوتا ہے اسلئے اسکی تصانیف کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے ہمیں ان تاثرات کی نوعیت کو دیکھنا ہوگا جو اسکے خیالات کی تشکیل کے باعث ہوئے جنہوں نے اس کے مذاق کی رہنمائی کی اور اس کے کلام کو امتیاز خصوصی بخشا۔

بعض اوقات یہ تاثرات محض ادبی ہوتے ہیں۔ یعنی تصانیف یا مصنفین کا اثر مثلاً بسبیل تذکرہ اگر جدت آفرین طبیعت اور رفعت تخیل نے کلام اقبال کو کتنا ہی روح اور حقیقت کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ پھر بھی اسے مغربی ادب کے مطالعہ کا نتیجہ ہی کہا جائیگا لیکن وہ تاثرات جو اکثر ادبیات کی دنیا میں انقلاب برپا کرتے ہیں۔ ادبی نہیں ہوتے وہ تاثرات تصنیفات یا مصنفین سے نہیں بلکہ عام زندگی، سیاسیات اور سوسائیٹی سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو ایک عصر کی زندگی میں تازہ خیال

اور دلچسپیاں پیدا کر دے۔ ہر وہ اثر جو اسکے خیالات اور حیات کے وجود تسلسل میں تنوع کی روح پھونکدے۔ ادبیات کی تصنیف میں متاع زندگی ہو کر داخل ہوتا ہے ہمیں کبھی کسی ایسی کتاب کا خیال ہی نہیں کرنا چاہئے۔ جسے وقت اور ملک کے تاثرات سے محفوظ ہو کر لکھا گیا ہو۔

اگر کراموں کے عہد کی تمام کتابوں میں مذہبی رنگ ضیا پاش ہے تو انقلاب فرانس کے مختصر زاعصر میں ہر شاعر نوائے حریت بلند کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ خود اردو ادب کی موجودہ تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ہر مصنف کو اپنے عہد کے تاثرات قبول کرنے پڑتے ہیں اور اس کے خیالات قومی زندگی اور قومی جذبات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس موقع پر اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ تمام متمیز ہستیاں جو دنیا میں کسی شعبہ میں طرۂ امتیاز حاصل کرتی ہیں۔ وقت اور حالات کو تبدیل کرنے میں اکثر کامیاب ہوتی ہیں۔

اکبر کا بچپن غدر کے پُر آشوب زمانہ میں گذرا جبکہ اسلام کے جاہ وحشم کی سرفرازیاں ہندوستان پر سات سو سال جلوہ گر ہو کر یہیں کے زوال اور خاک میں سیر دیکسی ہو گئیں۔ یہ زمانہ ایک ایسا زبردست انحطاط کا زمانہ تھا کہ اسلام کی شان و شوکت ختم ہو رہی تھی۔ جاہ و وقار رہن چکا تھا۔ مسلمانوں کا ستارۂ اقبال افق ہند پر جھلملایا۔ اور جھلملا کر رہ گیا ؎

نحوست پس و پیش منڈلا رہی تھی فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی تھی

اس کے بعد سرسید مرحوم کا دور آیا۔ اور وہ تمام تمدنی۔ مذہبی۔ تعلیمی اور ملکی مشاغل جو ان کی ذات بابرکات سے وابستہ ہیں اکبر کی آنکھوں سے گزرے۔ مسلم لیگ۔ نیشنل کانگریس۔ اور ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ ہم جو دور حاضرہ کی سیاسی اور علمی مجالس ہیں اسی زمانہ میں معرض وجود میں آئیں انکی مفصل تاریخ یا اُس زمانہ کے حالات کا بالتفصیل تذکرہ چنداں ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ واقعات حاضرہ ہیں جن سے جملہ احباب واقف ہیں۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ شاعری پیغمبری کا جزو ہے۔ شاعر اہل ملک اور اہل قلم کے لئے ایک پیام لاتا ہے یہ پیام اکثر ملک اور قوم کو رفیع بنانے کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ ہر صورت پہلو اور طریقہ سے اپنا پیغام پہنچاتا ہے یہ پیغام شاعر کی حیات طبعی حقیقت فطرت اور اضطرار جذبات کا آئینہ ہوتا ہے۔ وہ واقعات کا عمیق مطالعہ کرتا ہے وقتی حالت پر ایک پرجوش نظر ڈالتا ہے۔ معاملات تمدنی اور سیاسی کے جن میں قومی ہیجان اور ملی حیات کا راز مضمر ہے ان کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے دل و دماغ تعجب انگیز مخیالات اور علویات کی جولانگاہ بنے رہتے ہیں اسکی زندگی محشرستان خاموش ہوتی ہے اور بالآخر اسکے واردات قلبی اور احساسات ذہنی ایک پیام کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ملکی اور ملی خدمت کو اپنا فرض موقت اور کار منصبی سمجھتے ہوئے وہ جس پیام کو زندگی کا ماحصل سمجھتا ہے قوم اور ملک کے کانوں تک پہنچا کر رہتا ہے اُس کی سب سے بڑی آرزو یہ ہوتی ہے کہ اسکو درس عمل بنا دیا جائے۔

لفظ پیغمبر کے ان خاص اور محدود معنوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اکبر پر صادق آسکتا ہے۔ کہ وہ اُردو زبان کے ان

نہایت محدود شعرا میں سے ہے جو ملک اور قوم کے لئے ایک پیغام لائے۔

اکبر کا زمانہ سیاسی۔ ادبی قدیمی اور علمی تبدیلیوں اور سرگرمیوں سے ممتاز تھا۔ نئی تحریکات اور نئے خیالات ملک کے نوجوانوں پر اثر انداز تھے۔ اکبر جیسی ممتاز اور مشخص ہستی جو فطرتاً سوز اندوز واقع ہوئی تھی۔ ان تاثرات کو خاموش نہیں دیکھ سکتی تھی دیرینہ رنگ بدلا انقلاب نے کروٹ لی ملک کی پرانی بزم آرائیاں بھی نقش دیوار طاق نسیاں ہوگئیں ؎

پوچھ نہ پوچھ اے ہمنشیں میرا نشیمن تھا کہاں "اکبر"
اب تو یہ کہنا بھی مشکل ہے وہ گلشن تھا کہاں

اب تو اکبر نے بھی اپنا فرض پہچانا۔ کہ وہ بھی ان تحریکات میں حصہ لے۔ ملک و ملت کی خدمت بجا لائے اس نے حالات ماضی و حال کو پیش نظر رکھ کر اپنا نصب العین قائم کیا۔ لیکن اسکی پیدائش اور پرورش قومی زوال اور انحطاط کے زمانہ میں واقع ہوئی تھی اور اسکی داغی ساخت قوم کی شان جلالی کے کھوئے جانے پر تفکر صوفیانہ حسرت آگین اور صرف تخیل ہو چکی تھی اس لئے وہ فطرتاً یاس پرست رہگیا۔

یہ ملی انحطاط کا واحد یاس۔ انگیز سین نہ تھا جس نے اکبر کے کلام کو مرقع غم بنا دیا۔ فطری رجحانات سے قطع نظر کرتے ہوئے اکبر کی طبیعت پر بہت سے بیرونی تاثرات ایسے پٹ پڑے جن کا تعلق خود ان کے گھر سے تھا۔

اکبر کی پہلی تا مطبوع منکوحہ خاص طور پر اس کی بدنصیبی کا سب سے بڑا سبب تھی عورت انسانی زندگی کا بہترین سرمایہ ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں نہ ہوگا کہ حیات انسانی پر سب سے زیادہ گہرا اور دیرپا اثر صنف نازک کا ہوتا ہے واقعات کے تخالف نے اکبر کی زندگی کو تلخ کر دیا۔ جسکا نتیجہ گھر کی چار دیواری کے اندر محدود نہ رہا۔ اکبر کی طبیعت لاابالی ہوگئی جس نے آخر کار صدہا اضطرار پیہم اور کاوش پنہاں کا سامان مہیا کر دیا۔

عنفوان شباب کے جذبات نہایت سرکش واقع ہوتے ہیں۔ اور اپنے اندر وہ قوت تسخیر رکھتے ہیں کہ طبیعت کو جس رنگ میں چاہیں رنگ لیں اگر اکبر کی نفرت اپنی پہلی منکوحہ کے حق میں انتہا تک پہنچ گئی تھی۔ تو دوسری اہلیہ کی محبت بھی اپنی نظیر آپ ہی رکھتی تھی لیکن ؎

باوجود دلجمعی خواب گل پریشاں ہے

مشیت ایزدی کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ اکبر کو حقیقی مسرت حاصل ہو اس لئے جہاں اسکا نحیف و زار جسم ہمیشہ طبیبوں اور حکیموں کا تختہ مشق بنا رہتا ــــ وہاں روحانی صدمات بھی ہمیشہ اس کے حرمان نصیب دل پر حملہ آور ہوتے رہتے۔

اکبر نے اپنے لخت جگر کو اس سرزمین میں تعلیم و تعلم کے لئے بھیجا جہاں اس کے قول کے مطابق بوٹ ہے بی اے دین خدا بھول جاتے ہیں اور وہ فلرٹ کا تھا اپنے گھر کو بھول گیا اور ایسا بھولا کہ واپس آنا قسم تھا ایک باپ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا صدمہ ہو سکتا ہے؟ مغربی تعلیم اور اس کے تاثرات کے متعلق جو اس کے خیالات ہوئے۔ انکو برطرف

کیجئے۔ پھر دیکھا جائیگا لیکن جو رد حانی قلق اس حرماں نصیب کو ہوا ہوگا وہ ان اشعار سے ٹپک رہا ہے جو اسنے اس محبوبہ پر کہے ہیں

عشرتی گھر کی محبت کا مزا بھول گئے — کھا کے لندن کی ہوا عہد وفا بھول گئے
بہلے ماں باپ کو اغیار کے چرچوں میں پڑا — سایۂ کفر پڑا۔ نورِ خدا بھول گئے
کیسے کیسے دلِ نازک کو دُکھایا تم نے — خیر فیصلۂ روزِ جزا بھول گئے
بخل ہے اہل وطن سے جو وفا میں تم کو — کیا بزرگوں کی وہ سب جود و عطا بھول گئے

کیا تعجب ہے جو لڑکوں نے بھلایا گھر کو
جب کہ بوڑھے روشِ دین خدا بھول گئے

دل تھہر ہی کیوں نہ ہو پھر دل ہے عشرت دوبارہ وطن میں "دل نازک" کیلئے سامان عشرت ہوا لیکن ؎

ہر روز آفتیں ہیں دل پُر محن کے ساتھ
اک داغ تازہ اور ہے داغ کہن کے ساتھ

عشرت کا وہ تجربہ وہ تجربہ نہ تھا۔ جسے اکبر بھول جاتا اس لئے اپنے لڑکے ہاشم (مرحوم) کو مشرقی تعلیم کے درخشان زیور سے مزین کرنا چاہا اور اسکی تربیت ویسے ہی قدیمانہ روش پر کی۔ جیسے کسی زمانہ میں مسلمان اپنے بچوں کی کیا کرتے تھے لیکن اکبر کو جسکی تمنا تھی وہ دن دیکھنا نصیب نہوا۔ اجل کے بیرحم ہاتھ نے اکبر کی تمام اُمید و بیم پانی پھیر دیا اور زندگی اس کے لئے ایک ایسا تاریک غار ہوگئی جسے ہزاروں آفتاب کی ضیا پاشیاں بھی روشن نہ کر سکتی تھیں ہائے ؎

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
"رو رو"
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں چلے

اور تو کون اس آڑے وقت کام آتا ہاں اُسکی جوان بیوی تھی۔ کہ شریک غم بنی رہی۔ مگر چند روز بعد قضا و قدر کی دستبرد سے وہ بھی نقاب ہوتے ہی سدا کو روپوش ہوگئی۔ اِنا للہ وَاِنا اِلیہ رَاجِعُون ؎

اب تو اکبر کی آنکھوں تلے اندھیرا آگیا اور وہ دنیا میں یوں تھا گویا کہ نہیں تھا۔ یہ تھے وہ واقعات جن کے باعث اکبر یہ کہنے پر مجبور ہوا ؎

جانتا ہوں میں کہ خواہش موت کی بھی ہیچ ہیں — زندگی بے لطف ہو جائے اگر تو کیا کروں

اور یہ تھے وہ اسباب جنہوں نے اکبر کو وہ ہستی بنا دیا جسے انگریزی میں (Pessimist) یاس پرست کہتے ہیں۔

قانون تمدن اور سیاسیات مدن

کتاب السیاست

(مسلسل)

ملک قدرت

اکثر یہ اعتراض بہت اہم سمجھکر کیا جاتا ہے۔ کہ کیا لوگ کبھی ملک قدرت میں نہیں تھے یا اب نہیں؟ اس کے جواب میں فی الحال صرف یہ کہدینا کافی ہوگا کہ چونکہ تمام آزاد سلطنتوں کے حکمراں قدرت کی سلطنت میں ہیں لہذا اس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کبھی ایسی نہ تھی اور نہ رہے گی کہ لوگ ملک قدرت میں نہ ہوں۔ ہر معاہدے سے ملک قدرت کا خاتمہ نہیں ہوجاتا۔ بلکہ صرف اس معاہدے سے جس میں انسان ایک قوم کی حیثیت سے اور ایک ہی سیاسی انجمن کے تحت میں رہنے کا اقرار کرتا ہے یوں تو بہت سے عہد نامے ہوتے ہیں اور انسان پھر بھی ملک قدرت ہی میں رہتا ہے۔

سالڈنیا کے دو آدمیوں کا باہم تجارت کے لئے عہد و پیمان کرنا یا ایک فرانسیسی اور ایک ہندوستانی کا امریکہ کے جنگلوں میں خرید و فروخت کے لئے معاہدہ کرنا ہر دونکو پابند کردیتا ہے۔ حالانکہ جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے وہ لوگ قطعاً ملک قدرت ہی میں ہیں اور ایک کا دوسرے پر اعتماد کرنا بہ حیثیت انسان کے ہے نہ کہ ایک خاص جماعت کے رکن ہونے کی حیثیت سے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ انسان کبھی ملک قدرت میں نہ تھا۔ ان کے خلاف ہم صرف دانشمند ہوبز کے ہی کا قول ذیل میں پیش کرکے اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ ہر شخص فطرتاً اس ملک قدرت میں ہے اور اسوقت تک رہتا ہے۔ جب تک وہ خود کسی سیاسی جماعت کا رکن نہیں ہوجاتا ——— ہم اس بات کو آئندہ واضح طور پر بیان کرینگے ..... ہوبز کے الفاظ یہ ہیں :-

وہ قوانین جن کا ذکر اب تک آچکا ہے۔ یعنی قوانین قدرت ـــــ آدمی کو بالکل پابند کر دیتے ہیں۔ اگرچہ ان میں کبھی کوئی طے شدہ شراکت نہ تھی کبھی کوئی اقرار نامہ ہی ہوا تھا۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اور کیا نہ کرنا چاہیئے لیکن چونکہ ایک شخص میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ اپنی زندگی کی ایسی تمام ضروریات خود ہی مہیا کرلے جو اس کے لئے ضروری ہیں تاکہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ جو انسانی زندگی کہے جانے کی مستحق ہو۔ لہٰذا یہ کمی پوری کرنے کی وجہ سے جو محض تنہا رہنے کے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے ہم فطرتاً مائل ہوتے ہیں کہ دوسروں سے ارتباط اور رفاقت پیدا کریں۔ اور یہی وجہ تھی جس نے انسان کو فطرتاً سیاسی جماعتوں میں شرکت کرنے پر مجبور کیا۔"

دوسرا باب

حالت جنگ

حالت جنگ دشمنی اور تباہی کی حالت ہے۔ اس لئے زبان یا فعل سے اظہار جنگ کرنا اگرچہ وہ تند مزاجی اور عجلت کے بجائے متین اور پرسکون ارادہ کے ساتھ ہی کیوں نہو۔ پھر بھی نظر اپنے حریف سے حالت جنگ پیدا کرنیکا باعث ٹھہرتا ہے اور اپنی جان حریف یا اس کے شریک مدافعت کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اس لئے کہ یہ بالکل معقول اور درست ہے کہ ہم کو حق ہے۔ اس شخص کے ہلاک کر دینے کا جو ہم کو ہماری تباہی کی دھمکی دیتا ہے۔ کیونکہ فطرت کے بنیادی قانون کے رو سے انسان کو اپنے ہم جنس کی جان اسوقت تک بچانی چاہیئے جب تک کہ ممکن ہو۔ لیکن اگر کسی موقع پر سب کی جان نہ بچائی جاسکتی ہو تو بے گناہ کی حفاظت مقدم ہے۔ ہر شخص کو اپنے اُس حریف کی جان لینے کا اختیار ہے۔ جس کے متعلق اُسے یہ علم ہو جائے۔ کہ وہ شخص اس کی ہستی کا دشمن ہے۔ یا واقعی اس سے جنگ کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا شمار خونخوار درندوں میں ہے اور ہم کو اختیار رہے کہ بھیڑیئے یا شیر کو ہلاک کر ڈالیں۔ اس لئے کہ یہ جانور عقل کے قانون عام سے باہر رہتے ہیں ان کے پاس بجز جبر و استبداد کے اور کوئی قانون نہیں۔ لہٰذا ہم کو بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی پیش آنا چاہیئے جیسا ایک شکاری جانور کے ساتھ کیونکہ یہ خونخوار اور خوفناک جانور یقیناً اس شخص کو مار ڈالیں گے جو اُن کے پنجہ میں آجائیگا اسی طرح جو شخص کسی دوسرے کو اپنے اختیار مطلق میں کرنا چاہتا ہے گویا اس سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ اور اس اعلان کو اس کی زندگی کا استیصال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عقل یہ بتاتی ہے۔ کہ جو شخص ہم کو اپنے قبضۂ قدرت میں بغیر ہماری ضمانتی کے لے لیگا۔ وہ جس طرح چاہے گا۔ ہم کو اپنے صرف میں لائیگا۔ یہاں تک کہ اگر اُس کا جی چاہے تو ہم کو ہلاک بھی کر سکتا ہے کیونکہ کوئی شخص ہم کو اپنے اختیار مطلق میں نہیں لاسکتا ہے جبتک کہ ہماری آزادی کے خلاف ہکو مجبور نہ

کرے۔ یعنی اپنا غلام بنالے۔ ہماری بقا کا راز صرف ایسی ہی قوت مخالفانہ سے رہائی حاصل کرنے میں مضمر ہے۔ اور عقل مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم ایسے شخص کو اپنا دشمن سمجھیں جو کہ ہماری وہ آزادی چھینتا ہے۔ جو ہماری زندگی کا حصار ہے لہٰذا وہ شخص جو ہمکو غلام بنانے کی فکر میں ہے ہم سے اعلان جنگ کرتا ہے ملک فطرت میں اگر کوئی شخص کسی غیر کی آزادی غصب کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اُس کی ہر شے چھین لینے کا ارادہ رکھتا ہے اس لئے کہ یہی آزادی کل کائنات کی بنا رہے اگر کوئی شخص کسی جماعت میں رہتے ہوئے اس کے کسی رُکن کی وہ آزادی غصب کرنا چاہے۔ جو اس کی ملکیت ہے تو یقین کر لینا چاہئے کہ غاصب اس کی بقیہ اور چیزوں کو بھی ہضم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کو حالت جنگ میں خیال کرنا چاہئے۔

یہی دلیل اسبات کو بھی جائز قرار دیتی ہے۔ کہ انسان اس چور کی جان لے سکتا ہے جس نے اس کو ذرا بھی چوٹ نہیں پہنچائی۔ نہ اس کی جان لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بجز اس کے اس نے کچھ نہیں کیا۔ کہ اس کو اپنے قبضہ میں زبردستی اس لئے کرنا چاہا تھا کہ اس کا مال یا اور کوئی چیز۔ جو اسکا جی چاہے لے لے کیونکہ اس موقع پر جبر سے کام لینا جہاں ایک شخص کو حق حاصل نہیں ہے کہ ہمکو اپنے قبضہ میں کرلے خواہ اس کا عذر کچھ بھی ہو۔ ہم کسی طرح سے نہیں مان سکتے کہ جس نے ہماری آزادی سلب کرلی ہو ہماری اور چیزیں بھی نہ چھین لے گا اس لئے ہم کو یہ حق ہے کہ ایسے شخص سے ہم وہ برتاؤ کریں جو محارب سے کرنا چاہئے۔ یعنی اگر ہو سکے تو اسے مار بھی ڈالیں۔ کیونکہ ایسا شخص جو قانون شکنی کرکے حالت جنگ پیدا کرتا ہے حقیقتاً اپنے کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔

اب یہاں حالت فطرت اور حالت جنگ میں بین فرق نظر آتا ہے۔ گو کہ بعض لوگوں نے مخلوط کردیا ہے لیکن دونوں میں اتنا ہی فرق ہے۔ جتنا کہ صلح اور عداوت۔ خلوص اور بغض۔ معاونت اور تشدد۔ حفاظت اور بربادی میں انسان کا عقل کے ساتھ بلا کسی امتیاز فوقیت کے باہم رہنا اور ہر فرد کو فیصلہ کا اختیار حاصل ہونا صحیح معنی میں فطری حالت ہے اور اگر کوئی شخص کسی پر تشدد یا اظہار تشدد کرتا ہے۔ جبکہ روئے زمین پر اس کی دادرسی کے لئے کوئی مشترک حاکم نہیں ہوتا تو ایسی صورت کو حالت جنگ کہتے ہیں۔ دادرسی کی یہ کمی اُسکو قانون شکن کے خلاف جنگ کرنیکا اختیار دیدیتی ہے اگر یہ قانون شکن ہم جماعت اور رفیق کار ہی کیوں نہ ہو۔ چور کے ساتھ یوں تو ہم بجز اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ قانون سے چارہ جوئی کریں لیکن جبوقت ہمارے مال و متاع چرانے کے لئے ہماری ذات پر حملہ کرے اُسوقت ہم اُسکو ہلاک کر سکتے ہیں کیونکہ وہ قانون جو کہ ہماری محافظت کے لئے بنایا گیا ایسے وقت میں ہماری جان نہیں بچا سکتا۔ اور اگر جان چلی گئی۔ تو پھر کسی طرح اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اور یہی قانون ہمکو حفاظتِ خود اختیاری اور جنگ کی بھی اجازت دیتا ہے۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ یہ آزادی بھی دیتا ہے کہ قانون شکن کو ہم جان سے مار ڈالیں۔ کیونکہ وہ ہمکو اتنی مہلت بھی نہیں دیتا۔ کہ ایک مشترک حاکم سے فریاد کریں تاکہ قانون اسکا فیصلہ کرے۔ ایک مشترک اور صاحب اختیار حاکم کی ضرورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان عالم فطرت میں ہوتا ہے لیکن بغیر حق کے کسی شخص پر تشدد کرنا حالت جنگ پیدا کردیتا ہے خواہ کوئی حاکم ہو یا نہ ہو۔

جب ظاہری تشدد ختم ہو جاتا ہے تو ان فریقین کی جنگ کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جو یکساں ایک حاکم کے تحت میں ہیں اس لئے ایسی نزاعی حالتوں میں جہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حاکم کون ہوگا؟ یہ نہیں طے کیا جا سکتا کہ جھگڑے کا خاتمہ کون کرے گا۔ افتاح[1] کا قول ہے کہ احکم الحاکمین فیصلہ کرے گا جہاں روئے زمین پر کوئی حاکم نہیں ہوتا۔ وہاں فریاد رس صرف خدا ہے لیکن سوال مذکورۂ بالا کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ یہ فیصلہ کون کریگا کہ حقیقتاً اس نے ہم سے جنگ کی ہے اور ہم کو افتاح کی طرح خدا سے اپیل کرنے کا حق بھی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ اپنے ایمان سے صرف ہم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو قیامت کے دن میدان حشر میں سب سے بڑے حاکم کے روبرو جواب دینا ہے۔

تیسرا باب

غلامی

انسان کی فطری آزادی یہ ہے۔ کہ وہ دنیا کے ہر اقتدار سے آزاد ہو کسی انسان یا قانونی اختیار کا محکوم نہ ہو بلکہ اپنی ہدایت کے لئے صرف قانون فطرت کا پابند رہے۔ انسان کی آزادی متمدن جماعت میں کسی قانونی اختیار کے زیر اثر نہ ہونی چاہیئے۔ بجز اس قانون کے جو جمہور نے بغیر جبر و اکراہ کے صرف اپنی رضامندی و خوشی سے بنایا ہو۔ آزادی وہ نہیں۔ جس کی سر رابرٹ فلمر[2] یوں تعریف کرتا ہے۔ کہ آزادی اس کا نام ہے کہ ہر شخص جو چاہے کرے جسطرح چاہے زندگی بسر کرے اور کسی قاعدہ قانون کا پابند نہو، نہیں بلکہ انسان کی آزادی نظام سلطنت میں یہ ہے کہ کسی قانون مقررہ کا پابند ہو کر رہے اور وہ قانون بلحاظ تمدن ایک جماعت کے ہر فرد کے لئے یکساں ہو۔ اور جسکو اس جماعت نے بنایا ہو جسکو قانون بنانے کا حق دیا گیا ہو وہاں ان باتوں میں البتہ ہم اپنی رائے کو کام کر سکتے ہیں جنکے لئے کوئی قانون قاعدہ نہو بشرطیکہ ہماری رائے کسی غیر مستقل غیر یقینی ناقابل رواج اور جابرانہ حکم کے ماتحت نہو۔ جیسے کہ ہماری وہ آزادی جو فطرت سے عطا کی گئی ہے۔ بجز قانون فطرت کے کسی کے دباؤ میں نہیں ہے خودرائی اور مطلق العنانی سے رہائی انسان کی بقا کے لئے اسقدر ضروری اور اس سے اس قدر وابستہ ہے۔ کہ انسان کسی طرح اس سے علیحدہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اور اگر وہ الگ ہوگا تو اسے اپنی محافظت اور زندگی دونوں سے ہاتھ دھونا پڑیگا چونکہ انسان کو اپنی زندگی پر اختیار نہیں ہے اسلئے نہ تو وہ اپنی رائے سے اور نہ کسی معاہدے

---

[1] افتاح (Jephthah) دیکھو انجیل مقدس عہد نامۂ قدیم۔ قاضیوں کی کتاب باب ۱۱ (یوں)۔

[2] سر رابرٹ فلمر (Robert Filmer) نے یہ تعریف اپنی کتاب (Observations upon Aristotle's Politics) کی ہے یہ شخص اپنے وقت کا نہایت جید عالم جبکی کتاب (Patriarcha) بہت مشہور ہے

سے اپنے کو کسی کا غلام بنا سکتا ہے۔ اور نہ اپنے کو کسی کی مطلق العنانی اور خود رائی کے سپرد کر سکتا ہے۔ کہ جب چاہے۔ وہ اس کی جان لے لے۔ کوئی شخص کسی غیر کو وہ اختیارات نہیں دے سکتا جس کا کہ وہ خود مالک نہیں جس کو اپنی جان لینے کا خود اختیار نہیں۔ وہ اسے دوسرے کے بھی اختیار میں نہیں دے سکتا۔ بے شک اگر کوئی شخص کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو جس کی سزا موت ہے۔ تو وہ شخص جس کو اسکی جان لینے کا حق حاصل ہو گیا ہے۔ اگر چاہے تو جان لینے میں تاخیر کر سکتا ہے۔ اور مجرم کو اپنی خدمت میں رکھ سکتا ہے۔ اس فعل سے مجرم کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ جو قت غلامی کی صعوبت موت کی تلخی سے تجاوز کر جائے تو مجرم اپنے مالک کو جان لینے پر مجبور کر سکتا ہے۔ یہ غلامی کی مکمل حالت ہے جو فاتح اور مفتوح کے درمیان میں ایک جنگ مسلسل ہے کیونکہ اگر ایک مرتبہ فریقین میں معاہدہ اس شرط سے ہوا۔ کہ ایک نے طاعت کا وعدہ کیا اور دوسرے نے محدود اختیارات کا تو جنگ اور غلامی اس وقت تک معطل ہیں۔ جب تک کہ عہد شکنی نہ ہو۔ کیونکہ کوئی شخص معاہدہ سے کسی دوسرے کو اختیارات نہیں دے سکتا۔ جو اس کو خود نصیب نہ ہوں۔ (یعنی اپنی جان کا اختیار)

ہم کو تسلیم ہے۔ کہ ایسی مثالیں یہودیوں میں ذمیز دیگر اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ کہ لوگوں نے اپنے کو فروخت کر دیا تھا۔ لیکن یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ فروخت غلامی نہ تھی۔ بلکہ مزدوری۔ کیونکہ یہ امر مسلم الثبوت ہے۔ کہ فروخت شدہ آدمی کسی مطلق العنانی اور جابرانہ قوت کا محکوم نہ تھا۔ آقا کو کسی وقت اپنے خادم کی جان لینے کا اختیار نہ تھا۔ اور وہ مجبور تھا کہ ایک وقت معینہ پر اسکو آزاد کر دے۔ جان لینا تو کجا۔ اگر خادم کی ایک آنکھ یا دانت بھی ضائع ہو تو آقا اس کو آزاد کر دینے پر مجبور تھا۔

(باقی)

اعجاز (علیگ الہ آبادی)

شاعر کی صدا

(اثر: مولانا محمود اسرائیلی)

گوشۂ محفلِ عالم میں کھڑا ہوں مایوس
اہلِ محفل مرے واقف نہ میں اُن سے مانوس

ہمزباں کوئی نہ ہمدرد نہ ہمراز کوئی
ہو کے آزاد بھی گویا ہوں قفس میں محبوس

فرشِ گیتی پہ ادھر پائے تجسس ہے اُدھر
رقص ہے پیکرِ ہستی کا بشکلِ طاؤس

خرقۂ شیخ سے ہوتا ہے عیاں رنگِ مجاز
ہے تنِ زاہدِ صد سالہ ریا سے ملبوس

شورِ دنیا طلبی دیر و حرم میں معمور
کیسی آوازِ اذاں اور صدائے ناقوس

عشقِ حیواں صفت اک جذبۂ فاسد کا کفیل
فکرِ انجام نہ اندیشۂ ننگ و ناموس

حسنِ مشتاقِ تنک ظرفی و دولت طلبی
منزلت اپنی عیاں اور نہ فطرت محسوس

خوئے پیماں شکنی بلبلِ ہر جائی میں
بوئے گل رازِ گلستاں کی جہاں میں جاسوس

کاوشِ فکرِ عبث، سودِ تخیل معلوم
گلشنِ دہر کا جگنو ہے خرد کا فانوس

اُس جہاں کا ہوں میں گم گشتۂ منزل محمود
ہے جہاں کاسہ گدائی کا سرِ کیکاؤس

نظریۂ ارتقاء اور رشتۂ ازدواج

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہاں البتہ عورت کو اتنی آزادی نہیں دی گئی جتنی کہ مرد کو۔ کیونکہ مرد عموماً فراخ حوصلہ، تجربہ کار۔ اور نباہ کرنے والے ہوا کرتے ہیں۔ اسواسطے وہ اپنے اختیارات کے استعمال میں ذرا غور و تامل سے کام لیں گے، اور ان کا استعمال با محل اور با موقعہ ہوگا۔ اسکے خلاف عورتیں متلون مزاج اور عام طور پر جلد باز ہوتی ہیں اسواسطے ان کے اختیارات ابھی محدود ہیں۔

کیا یورپ کی عدالتیں یہ بتا سکتی ہیں۔ کہ اس غیر فطری آزادی سے انہیں آج کل کس مشقت کا سامنا ہے اور ایسے مقدمات کی تعداد کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہے؟

ان لوگوں کی زندگی کتنی تلخ ہے جو اپنے رفیق زندگی سے ناسازگاری کی وجہ سے گرفتار پنجۂ بلا ہیں۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن وہ ایسے رسم و رواج کو جنکا خمیازہ انکو بھگتنا پڑا ہے۔ کس کس نام سے نہ یاد کرتے ہونگے۔

چونکہ انگلستان کے قانون نے عورت کو طلاق کے پورے اختیارات دیدیے ہیں اسواسطے بیچارے مردوں کی کیسی گت بنتی ہوگی؟ اور ان کو اپنی بے بسی اور بے کسی پہ رہ رہ کے کیسا رنج ہوتا ہوگا؟ کہ وہ اپنے پیدائشی حق کو کسطرح صنف نازک کے تبسم دلفریب کی قربان گاہ پہ بھینٹ چڑھا رہے ہیں۔

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد وائے گر در پس امروز بود فردائے

ہاں اس موقعہ پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہم نے عموماً ہندوستان کی ہر قوم میں بہ نسبت اور اقوام کے زیادہ جوش، و خروش پایا ہے، اسواسطے اس اعتراض کی حقیقت واقعات کی قابل تردید آمد کے سامنے پر کاہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

اسکا جواب بالا یہ ہے کہ جو لوگ یہاں ہمیں نظر آتے ہیں یہ وہ منتخب ہستیاں ہوا کرتی ہیں جنہیں اپنے اخلاق و اعمال و رعب سے ہندوستان پر حکومت کرنا ہے۔ اسواسطے ضروری ہے کہ یہ ایسی بدعنوانیوں کے شکار نہ ہوں۔ اور اگر واقعات ناخوشگوار ہو بھی جائیں تو بھی صبر کے تلخ گھونٹ پی کے رہ جائیں تاکہ قومی روایات کے سفید دامن پر بد نما دھبہ نہ پڑے اسواسطے یہ لوگ اتمام حجت کے لئے پیش نہیں کئے جا سکتے۔

(۲) چونکہ یہ لوگ بہ نسبت ہم لوگوں کے زیادہ فراخ حوصلہ اور نباہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسواسطے یہ چار ناچار نباہ کر ہی لیتے ہیں۔ ہندوستان کی محکوم قوموں میں ہندوؤں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ اور تاریخی لحاظ سے یہ زیادہ پرانے بھی ہیں۔ اسواسطے مسلمانوں سے پہلے ان کے تمدن پر تبصرہ کرنا شاید زیادہ موزوں اور مناسب ہوگا۔

(۱) ستی کی رسم آجتک ہندوؤں میں چلی آئی، گورنمنٹ برطانیہ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اس نے ہندو کو اس وحشانہ رسم سے نجات دلوائی، اگر ہم یہاں اس کے مفاد و منافع پر بھی مفصل بحث کریں، تو غالباً ہم تبیع اوقات کے مجرم ہونگے۔

(۲) بچپن کی شادی جس سے آج ہندو بہزار حجت پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ مگر نہیں چھوٹتا۔ کتنے رتباہ کن اور زہریلے جراثیم کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ مذہبی رہنمائے اسے کوئی مذہبی رنگ دے کر پیش کریں۔ مگر خلاف فطرت اور ناقابل عمل ہونیکا الزام ہرگز نہیں مٹ سکتا یہی وجہ ہے۔ کہ ہندو باوجود دولت مند اور فارغ البال ہونیکے مسلمانوں کے مقابلہ میں کمزور ہیں ہمارا مقابلہ ان مسلمانوں سے نہیں جو مزدورانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بلکہ ان سے ہے جو نہایت امیرانہ ٹھاٹھ میں ہیں۔

(۳) عورتوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ کہ وہ رانڈ ہوجانے کے بعد دوسرا نکاح کرسکیں، ہماری آنکھوں نے ایسے ایسے مناظر دیکھے ہیں۔ کہ ان کا خیال کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں (۴) مرد اور عورت میں تعلق نکاح ابدی اور لابدی ہوتا ہے اس کے نقائص پر ہم نے گذشتہ حصے میں کافی سے زیادہ بحث کی ہے بداخلاقی کے جراثیم عام ہوجاتے ہیں۔ اور عریانی یہانتک پہونچ جاتی ہے۔ کہ گناہ کو گناہ نہیں خیال کیا جاتا بلکہ یورپ کے ماہرین کو حالات سے مجبور ہوکر گناہ کی تعریف کرنا پڑی ہے کہ گناہ وہ ہے جسمیں کسی ایک فریق کو نقصان پہنچے یا دوسرے کی بہبودی نہ حاصل کیجائے اسطرح تدبیر منزل کی اصلی غرض وغائت فوت ہوجاتی ہے۔

اب آخر میں ہم اسلامی قانون کے متعلق چند باتیں لکھ کر مضمون کو ختم کرنا چاہتے ہیں

(۱) اسلامی شریعت میں عورت و مرد دونوں کو حسب الحال ایک دوسرے سے علیحدگی کے اختیارات حاصل ہیں جس کی بحث اوپر ہوچکی ہے۔ لیکن نہایت افسوس کا مقام ہے کہ چونکہ عوام مسلمان غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لئے وہ صحیح طور پر ان اختیارات کو استعمال نہیں کرسکتے۔ اور ہر جا وبے جا اور ہر معمولی و غیر معمولی خانگی تنازعات میں طلاق کی دھمکی دیجاتی ہے۔ یا طلاق کا وقوع ہوجاتا ہے اور جب ذرا طبیعت کا پارہ اترتا ہے۔ اور نشیب و فراز کو سوچا جاتا ہے تو اسوقت اپنے قابل نفرت فعل پر افسوس کیا جاتا ہے اور آخر پھر انہیں زن و شوئی کے تعلقات کو بحال کرنے کے لئے تحلیل شرعی کی آڑ میں پناہ لینا پڑتی ہے۔ اور پھر تحلیل کا طریقہ بھی ایجاد بندہ ہے جسکو شاعر اعظم نے بہت بڑے بڑے القاب سے یاد کیا ہے۔ مگر دنیا ہے۔ کہ اندھا دھند اُدھر ہی جارہی ہے۔

مسئلۂ طلاق و شرعی نے جسقدر اسلام کو مہذب قوموں کی نظر میں قابل عزت ٹھہرایا۔ اسیقدر موجودہ طریقۂ تحلیل نے مہذب تو کیا، غیر مہذب قوموں کو اسلام پر ہنسایا بھی۔ تاہم واقف کار سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قانون کا یا مقننین کا قصور نہیں بلکہ ان لوگوں کا قصور ہے جو اپنے معاملات خانگی خصوصی سے مجبور ہوکر قانون کی تمسیخ کے درپے ہیں۔ تو گویا موجودہ طرز عمل جو وحشانہ

طرز عمل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اسلام کو مطعون کر رہا ہے۔ اور اسقدر عام ہوگیا ہے۔ کہ اسلامی شریعت کی صحیح روایات ان کے مقابلہ میں تقویم پارینہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتیں

عام تاریکی اور جہالت کیوجہ سے مرد تو جاؤ بے جا اپنے اختیارات استعمال کر لیتے ہیں خواہ بعد میں ان کو افسوس ہی کرنا پڑے۔ لیکن چونکہ عورتیں مطلقاً جاہل ہیں۔ اور اسلام کے احکام سے ناواقف محض، اس لئے انہیں یہ علم ہی نہیں کہ شریعت نے ناسازگاری باہمی کے پنجۂ بلا سے نجات پانے کے لئے انکی جانب داری بھی مرعی رکھی ہے کہ وہ ایک معمولی حیلہ جہاکے بعد بڑی آسانی سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔ اور ایسی ناخوشگوار قابل زندگی سے کنارہ کر سکتی ہیں۔

ایک غریب کی مختصر سی کٹیا اور ایک امیر کا محل دونوں برابر ہیں۔ اگر ان کے رفیق زندگی انکی طبیعت کیموافق اور ان کے مزاج کے مطابق ہے۔ لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ فیصدی کتنے آدمی ایسے ہیں جو خوش متا بلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں

کسی ایک خاص حد تک تو مجھے اتفاق ہے کہ دنیا میں انسان کو بہت کچھ جد و جہد کرنا پڑتی ہے۔ کبھی اپنی حسن تدبیر و خوبی قسمت سے کامیابی اور کبھی بدقسمتی سے ناکامیابی ہوا کرتی ہے اس ناکامی کا نام انسان نے مصیبت، بلا، تکلیف وغیرہ رکھا ہے لیکن اگر ہمارا رفیق زندگی ہماری طبیعت کیموافق ہے تو یقین کر لیجیے کہ غمہائے عالم جب ہم دہلیز میں قدم رکھتے ہیں ہمارا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور ہم گھر کی چار دیواری میں ویسے ہی خوش و خرم واپس ہوتے ہیں جیسے کہ ہم گئے تھے کیا اسوقت ہمارے گھر پر بہشت کی تعریف نہیں صادق آتی ہے؟

یہ سب کچھ ہے لیکن حیرت انگیز امر تو یہ ہے کہ ہم ان آسایشوں کے بہم پہنچانے میں کیوں بخیل ہیں کیا محض اس لئے کہ ہم آبائی روایات کی سرحد کو پھلانگنا نہیں چاہتے؟

گنوار اور ان پڑھ دنیا کیلئے نہ تو میں کوئی لائحہ عمل پیش کر سکتا ہوں اور نہ یہ امر میرے فرائض میں داخل ہے ان کے تمام سوالات کا جواب یہی دیا جا سکتا ہے کہ ہم عالم با سود دنیائم۔ ہاں البتہ تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے لوگوں کیلئے چند ایک ضروری باتیں تحریر کرتا ہوں۔

لڑکے کے مذاق کا ضرور خیال رکھا جائے اور اسی مذاق کو پیش نظر رکھ کر اس کی رفیق زندگی کی تلاش کی جائے نہ یہ کہ ہر کہ پیدا مے شود از دور پندارم توئی "کیونکہ بہت ممکن ہے۔ کہ خر پیدا شود۔ لڑکے کے مذاق کا صحیح اور درست اندازہ ایسوقت لگایا جا سکتا ہے جبکہ وہ تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد برسر روزگار ہو جائے گو آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس عمر سے پہلے کے تعلقات اس قسم کی احتیاط کے بغیر بھی خوشگوار ثابت ہوئے ہیں لیکن انکا ذکر اتفاقات کی ذیل میں کیا جا سکتا ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تک لڑکے کے تیمر کڑ کا ذمہ دار کون ہوگا؟

اس سوال کے جواب کے سلسلہ میں ہم یہ بھی کہدینا چاہتے ہیں کہ یہ عین مصلحت ہوگا کہ نسبت کیوقت جو کہ ضروری ہے کہ شادی سے کچھ عرصہ پہلے ہو۔ لڑکے اور لڑکی کا آپس میں تعارف کرا دیا جائے اور آمد و رفت کا سلسلہ قائم رہے ان حالات میں اگر لڑکے کو اپنی رفیق زندگی سے اُنس ہو گیا ہے تو اُنکی خاطر اپنے تیمر کڑ کو ملوث ہونے سے بچائے رکھیگا اس کے متعلق وقتاً

وقتاً اسے اپنے رفیق زندگی سے یاد دہانی ہوتی رہے گی۔ میرے اس بیان کی تصدیق میں میرے پڑھنے والوں کا ذاتی تجربہ کافی سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔

گو بعض والدین اپنی متانت اور سنجیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے میری تجویز کو ہذیانیات کی فہرست میں درج کرینگے لیکن انہیں یقین کر لینا چاہئے کہ ان کی متانت اور سنجیدگی کی برقراری اتنے معینہ اور خوشگوار نتائج پیدا نہ کریگی جتنا کہ انکے نورِ نظر کے ذہن و شوئی تعلقات کی خوبی۔

اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ شریعت ان تمام امور کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن ہم ہیں۔ کہ شریعت سے کوسوں دور پڑے ہیں اور اپنے اعمال کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

عزیز

افکارِ عالی

(اثر از۔ ملک عنایت اللہ صاحب پروفیسر گارڈن کالج)

ما ساغرِ شرابِ حقیقت گرفتہ ایم — حرفِ طلاق بر سرِ عالم نوشتہ ایم

از مانے تو ان کہ سر خود بروں کشیم — از خویش رفتہ ایم و بہ زلفِ تو بستہ ایم

ما رہروانِ جادۂ اسرار بودہ ایم — پائے طلب بدامنِ منزل شکستہ ایم

تا جرعۂ ز شیشۂ مغرب چشیدہ ایم — از خود گسستہ ایم و بہ اغیار بستہ ایم

ما ہندیاں کہ تاجِ سرِ فلاکیاں بُدیم — امروز جام و ساغر و مینا شکستہ ایم

نگارخانۂ چین

تائے الفو کا ہین[1] درخت

اس مضمون میں "ٹیننٹ برگوائز" نے نہ صرف ایک درخت کے عجیب و غریب تاریخی حالات منضبط کئے ہیں۔ بلکہ ضمن میں چینی عقائد، چینی مذہب اور چینی نقاشی پر نہایت دلچسپ حکیمانہ بحث کی ہے "ریویو اور ریویٹ" میں یہ پُر از معلومات مضمون جس محنت اور خوبصورتی سے لکھا گیا ہے اُسی محنت اور حسن سے اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے جس کا کریڈٹ مسٹر وحید اعلم کے قلم کو ہے جو میرے نہایت مکرم دوست حاجی رحیم بخش صاحب وکیل و رئیس لاہور کے خلف اعلم ہیں وہ پہلی مرتبہ میرے اصرار سے اس میدان میں آئے ہیں اور اُن کا یہ نقش اولین اُن کے مفید مستقبل کا پتہ دیتا ہے طالب علمانہ زندگی بسر کرنے والے اس قسم کے کاموں سے اکثر بھاگتے ہیں۔ اس لئے کہ اُنہیں اپنے قلم اور اپنی قابلیت پر اعتماد نہیں ہوتا وہ اسی بے اعتمادی میں اُلجھے رہتے ہیں اور اپنی قوتوں سے کام لینے کے لئے اُنہیں کوئی موقع نہیں دیا جاتا تعلیم کے اُس اسٹیج پر پہنچکر جہاں اس وقت مسٹر وحید اعلم کھڑے ہیں۔ اگر ہر طالب علم اپنی قوت کا امتحان کرے تو اُسے یقین ہو سکتا ہے کہ جن زمینوں کو وہ ہمیشہ فکر کے لئے سنگلاخ سمجھتا ہے محنت اور کوشش کی برکتوں سے پانی ہو سکتی ہیں مسٹر وحید کی یہ پہلی کوشش ہے اس لئے بیحد قابل اعتراف ہے اگر اُن کی یہ دلچسپی باقی رہی تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلد اچھے لکھنے والوں کی صف میں پہنچ جائیں گے۔

ایڈیٹر

[1] اس درخت کی وجہ تسمیہ برگوائز یہ لکھتا ہے کہ ہین خاندان کے ۲۰۶ء حکومت میں ۲۰۶ قبل مسیح سے ۲۲۱ء تک کسی دور میں یہ درخت تائے الفو کے کسی مندر کے پائیں باغ میں جو کہ مقدس پہاڑ تائے شان کے دامن میں واقع ہیں لگایا گیا تھا۔ اور باقی صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ کیجئے

"نخل چمن ایک جسم مرکب ہے۔ یا اجسام کی ایک جماعت۔ جس کا ایک رُکن غنچہ بھی ہے یہ ارکان اپنی حیات کے دن پورے کرتے ہیں۔ مرجھاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں کہ شاہراہ حیات کی آخری اور اٹل منزل موت ہے لیکن مرنے سے پہلے یہ اپنے جانشین چھوڑ جاتے ہیں اور یہ جماعتیں حیات استمرار حاصل کرتی اور صدیوں تک باقی رہتی ہیں کم از کم طاقتور جنوں کا تو یہی حال ہے جیسے درخت جو خزاں کے تھپیڑے کھا کر بھی قایم ہے حالانکہ یہ کمزور اجناس کے لئے حیات سوز ہیں یہ ہے راز، حیرت خیز اشلہ کی عمر دراز کا"

یہ خیالات، خواص الاشیاء کے ماہر فرانس کے مایۂ ناز الیف۔ ایچ۔ نیب رے نے اپنی کتاب "ونڈر بک آف پلانٹ لائف" (Wonder Book of Plant life) میں تحریر فرمائے ہیں اُس کو انتقال کئے شاید ابھی کوئی دس ہی برس گذرے ہونگے اس علامۂ بے بدل نے درخت کی ترکیب پر بحث کرتے ہوئے بلوط، شاہ بلوط، بابل اور کیلیفورنیا کے لیکوآئی کی بے شمار مثالیں دی ہیں جنہیں منظر ہستی پر کھڑے ہوئے ایک ہزار برس سے پانچ ہزار برس گزر چکے ہیں جس طرح اُنہوں نے حیوان اور کیڑوں کی زندگی پر بحث کی ہے اُسی طرح پھولوں اور پودوں کی حیات کی تشریح ایسے بیّن اور صاف الفاظ میں کی ہے۔ کہ وہ تمام اصول جو قدرت مختلف اقسام کی تکمیل پرورش اور حیات استواری کے لئے برتتی ہے ایک ایک کر کے سامنے آجاتے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی عقل نکتہ رس نے ابھی تک نوع انسان کو اُس "طریق" پر گامزن کرنے کی کوشش نہیں کی۔ جس پر چل کر پودا نشو ونما پاتا ہے اور ایک دراز عمر تک پہنچتا ہے یعنی اس کی نباوٹ ایک مرکب جسم کی صورت میں آجاتی ہے۔

فرد واحد میں کثرت کی موجودگی کا خیال ہزاروں سال ہوئے کہ مغرب میں مٹتے مٹتے مٹ چکا۔ یعنی یہ حقیقت کہ ہم عمل قدرت کا ایک صحیح وسالم جزو ہیں جو ہیں ہماری فہم و ذکا سے دُور کسی خاص بیش بینی سے خواستہ نخواستہ کسی سانچے میں ڈھالے جاتی ہے۔

> مغرب میں اقوام کی ہستی کے قوانین کی بنا عموماً مسلح فوج کی ترتیب کے اصولوں پر رکھی جاتی ہے اس لئے ہر ایک فرد قوم کے اندر اندر اپنے ضمیر کے تحت رہتا تھا اور قوم کی سیل (cell) بن کر اپنے گردپیش کے حالات سے متاثر ہوتا ہوا جمہوریت یا خود مختاری کی شان سے عیاں ہوتا رہا۔ (رچرڈ ولہم)

موجودہ زمانے کے علم الاشیاء نے عقائد پیشینہ میں جنہوں نے ہمارے قومی جسم میں روح پھونک دی ہے اور ہم میں ایک خلیج حائل کر دی ہے۔ اور اب ہم بتدریج اُن ظفری مقاصد و مطالب کے سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو قومی

زندگی کے نشوونما ارتقا میں ممد و معاون ہیں۔ میرے علم میں آجتک صرف ایک ہی ملک فطرت کی تیار کردہ شاہراہ پر گامزن رہا ہے چین کی دراز عمر جو اس کے موجودہ سات ہزار سال کی بتاتے ہیں۔ ایک اتفاقی امر نہیں۔ بلکہ فطری فلسفے کا اثر ہے۔ جو ایک ذراعت پیشہ قوم کی عقل ذاتی (Commonsense) سے پیدا ہوا۔

"ان لوگوں کے لئے جو زراعت کو مقصد حیات بنائیں۔ یہ ازبس ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی زندگی کی روش کو قوانین قدرت اور خواہشات فطرت کے عین مطابق بنائیں اور نظام انسانی کو نظام عالم کے پرتو سے مجلی کریں" (رچرڈ ولہم)

ہر وہ مبصر جو چین کی نفسیاتی سے ذرا بھی مس رکھتا ہے۔ یہ تسلیم کرنے میں ذرا بھی متامل نہیں ہوگا۔ کہ صرف فن لطیف کا بہترین نمونہ ہی اس کے پیش نظر نہیں۔ بلکہ وہ اعلےٰ ترین اہل النظر سائنس دانوں سے بھی دو چار ہے چینی تصاویر کا ایک مرقع تاریخ قدرت کی تنقیح کرنے اور اس پر روشنی ڈالنے کے لئے بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ نہ کہ مغربی مصوروں کے نقوش کی طرح نیچر کی غلامانہ اطاعت کرتا ہے۔

زمانہ قدیم میں زندگی، چین کے سرسبز و شاداب مرغزاروں کے ذرے ذرے میں نفوذ کر چکی تھی۔ حیات اس کے گل کی۔ ثمر کی۔ شجر کی۔ حجر کی حیوان کی اور سب سے بڑھ کر انسان کی رگ رگ اور نس نس میں اس تیزروی سے دوڑ رہی تھی۔ کہ وہ تمام مرکبات کو پشت ہا پشت تک مدارج نشو و ارتقا تک پہنچاتی ہوئی انہیں موافقت و یگانگت پیدا کرتی رہی۔ نیچر کا قدیم تین ہمسایہ۔ اس کا کہنہ تریں ہمدم و ہمراز چین کا کسان ہزارہا سال تک اسکے چہرے پر حیات کے ناتناہی انکشافات کا بغور و خوض معائنہ و مشاہدہ کرتا رہا۔ جو منطق کے طریق (On a logical method) پر ہر ایک جنس کو اسکی تعمیری صلاحیت کے مطابق معراج کمال تک پہنچاتی رہی۔ اور نے اسی قومی ابتدا سے، چین کا ننھا سا پودا ایک دیو نژاد درخت بن گیا۔ جسکی جڑیں نیچر کے سینے میں مضبوطی سے پیوست تھیں۔ تنا فطرت کے طریق پر (ٹاؤ) چلکر زور پکڑتا گیا۔ اور شاخیں چاروں طرف پھیلی ہوئی طاقت کے ساتھ ساتھ جس نے ابتدا تخم کی پرورش کی تھی۔ اور اسکو کئی نسلوں اور خیالوں میں پھیلایا تھا پھیلتی گئیں۔

علم التاریخ کے لحاظ سے آثار کی پرستش کے باعث چینی اپنے مرکز مشترک (آسمان۔ حاکم اعلےٰ ترین) کی طرف جہت کرتے رہے۔ جہاں سے قدرت طلوع ہو کے نر و مادہ میں منقسم ہوتی ہوئی جو اپنے مسلسل دائرے تجدید احدیت (ٹائی جی۔ قدم) اسے پورے کرتے ہیں۔ وسعت میں پھیل جاتی ہے۔ (دیکھو آئی۔ کنگ مصنفہ وون وانگ)

وقت اور مکان سے بالاتر اور وحدانیت سے قدیم عنصر حیات امروز (Knife breaking classes) (وُوجی) موجود تھا۔ جسے عالم و جاہل ہر دو اپنے دل کی آنکھوں سے تو دیکھ چکے تھے۔ لیکن تصور اس کی تشکیل سے، ناطقہ اس کی تعریف سے قاصر تھا — اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ حق پرستی معقولہ مدلہ کی بنیاد پڑ گئی۔ جو حیات رواں کی عقلی

اور روحانی تشریح میں برابر کی قوت رکھتی ہے۔

"وہ یعنی چینی کسی خدا۔ کسی روح اور کسی دوسرے جہان کے متعلق خاک بھی نہیں جانتا تھا۔" (لگا یملو)

"چینی نے قادرِ مطلق کی کوئی تصویر اختراع نہیں کی۔ کیونکہ اُسکی تشکیل کا خیال تک بھی اُس کے وہم و گمان میں نہ آیا تھا۔ اُنکی مذہبی کتب کسی دوسرے عالم میں جزا و سزا کے خیال سے بالکل تہی ہیں۔ نیکی کی تحریص اور بدی سے تنبیہ غشائے الٰہی کی علیت پر مبنی ہیں۔ اُنکے خیال میں نیکی کا صلہ اور بدی کی سزا یقیناً اسی جہاں میں ملے گی" (لیگ)

"قدیم چینی کا خدا فی الحقیقت اُس کے تخیل اور اُسکی ذاتی عقل کی مخلوق تھی ہمارے دس حکموں اور انجیل کی طرح اُن پر کوئی الہامی کتاب نازل نہیں ہوئی" (سرتھ)

قدرت کے طریق ماؤ کے تسلسل کو دوامی بنانے کے لئے سب کچھ جو ایک فردِ واحد کے لئے لازمی و لابدی تھا۔ وہ صرف اپنے ہاتھ سے اپنی تعلیم تھی۔

"ہر وہ شخص جو ازمنۂ قدیم کے طریق کو سمجھ سکتا ہے۔ اپنے زمانے پر حکومت کر سکتا ہے اور اس طرح تمام ازمنہ کی ابتدا پر۔" (لاؤتزے)

اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حیات عیاں و پنہاں عالمین کے ساتھ کُلیّۃً ہم آہنگ معلوم ہوئی۔ جو کہ دوائر میں کام کرتی ہے۔ اور ہمیشہ مشترک سرچشمے (تی) سے نکل کے پھیلتی ہے۔ پھولوں کی طرح کھلتی اور شگفتہ ہوتی ہے جو حُسن کی خدمت کرتے ہیں۔ اور اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پس موت حیاتِ واحد کی اپنے اصل کی طرف واپسی ٹھہری۔ چنانچہ ہیبت ناک تقدیر کا خیال تک بھی اُنہیں نہ آیا۔

اِس طرح کسانوں کی حقیر قوم قدرت سے استدلال کر کے نتائجِ معقولہ کا وعدہ اخذ کرتے کرتے دنیا میں سب سے پہلی آزاد خیال جماعت بن گئی۔ اور اُنکے حکمار کو بھی عوام کی عقلِ عمومی کی پیروی کے بغیر چارہ نہ رہا۔ چنانچہ اُنہوں نے قوم کے خود ساختہ بنیادی اصولوں کو مرتب کیا۔ توضیح کی اور صفحۂ قرطاس پر نقشِ دوام بنا دیا۔ کہ آئندہ نسلوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں۔ اور وہ دیکھیں کہ چین کا قومی جسم کس لئے مرتب و منضبط ہے۔

لاؤتزے اور کنگ فوتزے نے جو چین کی حکمتِ قدیم کے بہترین نمونے پیش کرتے ہیں۔ حیات کے نہایت آسان عمل کو جو کہ قوم کو قدیم ترین زمانے میں معلوم ہو چکا تھا۔ چھوٹی چھوٹی کہانیوں۔ عمدہ افسانوں اور حسین نظموں سے۔ دو مختلف زاویوں پر مزیّن و مکلّف بنایا۔ لاؤتزے اپنے فلسفے کی ابتدا سرچشمۂ ازل (حق پرستی) سے کرتا ہے۔ کہ جس سے وہ پھوٹ کر مختلف

قوتوں میں منقسم ہوتی ہوئی زندگی ارتقا و حیات کے طریقے پر سے گزر کر وسعت میں پہنچتی ہے۔ اور بتاتا ہے کہ کسی ایک فرد کو۔ اپنی درماندگی کے باوجود برق رفتار سیل حیات کی کس طرح ہمراہی کرنی چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے ذریعہ سے اپنی جنس کے فائدے کے لئے قوت خلقت کو پورا پورا کام کرنے کا اختیار دے سکے۔ کنگ فوتزآبا کی عقل فاتی (Race Reason) کی راہ سرچشمۂ حیات کی طرف پرواز کرتا ہے۔ وہ قوم کے قلوب کو ایک مرکز پر لاکر اُس مرکز میں قدرت کے ساتھ ہم آہنگ عمل ہونے کی بے انتہا قوت محسوس کراتا ہے۔ اور اس طرح وہ قوم کی رہنمائی فرد واحد سے ایک حد مشترک کی طرف جو کہ قدامت بعید ترین میں تھی کرتا ہے۔ اور حیات اجتماعی کے فطری عہد کو مسلسل عمر کے قدیمی قانون کے ساتھ ساتھ رہنے کے لئے استوار کرتا ہے۔ منطقی عمل کے احساس کے ساتھ رسم اور موسیقی کو (Music & Communion) کر کے۔ اور اولاد قوم (Family) کو حسن اور فنون لطیفہ کے گہوارے میں پرورش کر کے اُس نے اپنی تعلیم کو اسقدر جلادی۔ اور اتنا پائدار بنایا۔ کہ ادنیٰ ترین انسان بھی زندگی کے بے ثبات حالات میں عشرافت کے اعلیٰ ترین مدارج طے کر گیا۔

اگر ہم ان نتائج کا دوسری تہذیبوں سے موازنہ کریں۔ تو اُس قوم کی تہذیب کا فرق جو اپنی ترقی کی منازل پستی سے شروع کر کے بلندی کی طرف طے کرے۔ اُس تہذیب سے جو اپنے نقوش افتخار بلندی سے لے اظہر من الشمس ہے۔ جہاں دوسرے حالات میں ہمارے دلوں کی اجتماعیت سے بے رغبتی اور صفات پرشیفتگی نے قرن بالترین تک علوم کو حکمران قوموں واعظوں اور راہبوں ہی کی اجارہ داری میں دے رکھا تھا۔ اور وہ عوام کی خواہش سے مجبور ہو کے ہی کبھی دوسروں کو اپنا شریک بناتے تھے۔ وہاں چین میں سادہ لوح شخص ہی کی عقل عمومی قوم کے قصر علمی کی اساس و بنیاد تھی۔ کیونکہ پہلے پہل اسی لوح پر قدرت کے اُس طریق کا جو انسانی اور ازلی تمام مسئلوں کے حل کی طرف جاتا ہے۔ چربہ اُترا تھا۔

غرض یہ وجہ تھی۔ کہ جس میں مذہبیت کے کسی تخیل نے حیات کی آزاد رَو کا رُخ نہ پھیرا۔ اور نہ وہاں کے افراد کی یگانگی کو اخوت کی بے معنی درخواستوں سے جبکہ دل میں منافرت کا سمندر موجیں مار رہا تھا۔ دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور نہ کبھی "آزادی۔ اخوت۔ اور مساوات" کے مرض نے ملک کی فضا کو مسموم کیا۔ بے شمار انقلاب اور تعداد معرکے بھی جنہوں نے ملک کے چپے چپے میں تباہی پھیلائی۔ اس قومی قبیلے کو مٹا نہ سکے۔ جو ہمیشہ اپنے آپ کو ایک ٹھوس اور بے پایاں مفرد سمجھتا رہا ہے۔ اور جس میں نہ صرف چینی ہی شامل ہیں۔ بلکہ ہر وہ چیز جو زندگی رکھتی ہے۔ بے رگ و پے ہو۔ یا با رگ و پے (Organic or inorganic)۔

چین کا فطری فلسفہ لاؤتزو اور کنگ فوتزو میں معراج کمال پر پہنچا۔ اگرچہ ابتداً اُنکی طبیعتوں کا رُخ۔ اور آخراً اُنکے فلسفے کا پہلوئے ظاہری ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن فی الحقیقت اُن کے اصولوں کی بنیاد ایک ہی چٹان پر ہے اور وہ قوم کی خوشگوار عقل ذاتی (Racial Reason) ہے۔ حیات کی اصل کو سمجھنے اور اُس کے بسر کرنے کے "طریق" نے جو اُس نے بدت مدید ہوئی معلوم کر لیا تھا۔ چینی قوم کو اس قابل بنا دیا کہ وہ وحشی قوموں کو اپنے اندر جذب کریں۔ اور

زبردست حکمرانوں کو اپنے اجزا میں ملا ۔۔۔ چینیوں کی سائنس کے نقطۂ نگاہ میں دنیا کی دوسری قوموں کے تمام فلسفے اور تمام مذہب غیر مکمل اور ناتمام ہیں۔ اگرچہ اُن میں کم یا زیادہ تعمیری زور یا اثر ضرور ہے لیکن حیات کے تمام مظاہر کو پورے طور پر عبور کرنے کی صلاحیت نہیں۔ چونکہ قوم نے یہ اصول پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ کہ علم حق کی تحصیل کی ہر وہ کوشش جو ایک احد ہستی کی حدود سے باہر ہو۔ بذاتِ خود اپنے اندر کچھ نہ کچھ صداقت ضرور رکھتی ہے۔ اسلیے چین متعصب کے عالمگیر مرض کی دستبرد سے صاف بچ گیا۔ بلکہ اُس کی بجائے قدیم ترین زمانے سے چین میں توہم پرستی اور بت پرستی کا مادہ تھا۔ چنانچہ ان باتوں نے غیر ملکوں کے مذہبی اور فلسفی خیالات کی درآمد اور اشاعت میں بہت مدد دی۔ گرنٹے نے چین کی حکمت قدیمہ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اسی لئے کہتا ہے۔ کہ:۔

"جو شخص علم وادب سے واقف ہے۔ مذہب کا قائل ہے اور جو اُن دونوں سے ناواقف نہیں۔ اُسکو لازماً اُن دونوں کا قائل ہونا پڑتا ہے"۔

اس کھلی ہوئی اور عام فہم حقیقت پر قایم رہ کر جو کلیتہً مذہب کے سانچے میں نہ ڈھل سکی تھی چینی ہر نئے عقیدہ کو قدرت کے "طریق" کی طرف میں موڑ دیتے تھے

"ایک معمولی سی سچائی قیمتی ہوتی ہے مگر جب اُس کی تحقیق وتنقید کی جائے ۔۔ تو فساد برپا ہو جاتا ہے۔ بس عقلمند وہی ہے جو اس مخمصے میں نہ پھنسے"۔ (ڈمی ہزبلا)

اس واقعہ نے کہ حق درجہ بدرجہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ یا نیچے اُترتا ہے۔ اور عقل وفہم یا تصور کے مختلف زاویوں پر ٹیکہ کرتا ہے۔ اور اُس کی حالت عموماً بلور کے (Crystal) مختلف رنگوں کی طرح ہوتی ہے۔ جو سب ایک دوسرے سے مل کے ایک ہی رنگ "سفید" دکھائی دیتے ہیں چین کے فہم وادراک میں پیچیدگیاں پیدا کردیں جس کا اثر غیر معمولی طور پر اُس کی مصوری پر پڑا۔ سہ ۱۲ سال کے عرصے میں چینیوں نے اپنی نسلی اور قومی تعلیم میں مختلف اقسام کی بت پرستی۔ اوہام پرستی اور بدھ مذہب کے عقائد داخل کر لئے اور تانگ اور سنگ خاندانوں کے زمانے میں مصوری نے ان تمام شعبوں میں یکساں ترقی کی۔ جو ان عقائد کے تاثر سے ظہور میں آئے۔ یہانتک کہ ایک ایک مصور مختلف طرزوں میں پوری طرح ماہر ہوگیا۔ اور خیالات مختلفہ کی اُستادانہ تخلیق کا باعث ہوا۔

اِس بحث کو صاف کرنے کے لئے موجودہ زمانے میں اگر ہم کسی ایسے مصور کا وجود فرض کرلیں۔ جو اپنے تخیل کی تخلیق کی بنیاد ایک روز تو فلسفہ مصر کے۔ دوسرے روز عیسائیت کے عقائد پر اور تیسرے روز موجودہ وقت کے جذبات کا اظہار کرے۔ تو ایسا وجود ایک امر "خیال کیا جائے گا۔ لیکن چین کی مصوری کی تاریخ میں اس قسم کے تقاطعوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ تانگ خاندان کے زمانے کے اعلیٰ ترین مصور وتاؤمنگ کے تذکرہ مؤلفہ تشیمہ میں سے چند سطور پیش کرتا ہوں۔

"دُوتاؤ تیز جو تاؤ یوان کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اور جو تانگ خاندان کے عہد کا اعلےٰ ترین مصور تھا۔ یانگ تی جو جنگ کنگ (ہوانگ ہیین میں واقع ہے) کا باشندہ تھا وہ ہسیالیو واقع ین چاؤ (شان ٹنگ) میں بحیثیت ایک سرکاری افسر کام کر رہا تھا۔ کہ اس کی شہرت کا چرچا خاقان۔ لیون۔ تشنگ (۷۱۳ — ۷۵۵ء) کے کانوں تک پہنچا شہنشاہ نے دربار میں بلایا۔ ایک اعلےٰ عہدے (Director of Academy) (Academy) لیا چاؤ۔ پوشی سے سرفراز کیا یعنی شاہی خاندان کی تعلیم کا اعلیٰ ترین افسر بنا دیا گیا۔ گوتم بدھ۔ دیوتاؤں۔ انسانی مجسموں اور جانوروں۔ پودوں اور درختوں کی تصویریں اُس نے اس عنصب کی بنائی ہیں۔ کہ اُسکو مصوری کا باکرامت ولی مانا جاتا ہے"

اس تحریر میں ایک مغربی کے لئے سب سے تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ دوتاؤ تیز کو شاہی خاندان کی تعلیم کا اعلیٰ افسر بنا دیا گیا اور یہ کہ وہ ایک فیلسوف تھا۔ جیساکہ اُسکے خطاب "تز" سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس شخص کو بدھ مذہب کی توہم پرستی کی تصاویر اور انسانی، حیوانی اور نباتاتی اجسام کی حقیقت سے حاصل کردہ شبیہات پر اُستادانہ اور اخلاقانہ مہارت حاصل تھی۔

جہانتک کہ ہیٹی مو (پانچویں صدی عیسوی) کے قوانین سے ثابت ہوتا ہے۔ چین کا فن نقاشی اُس کے فلسفے کا تتبع کرتا ہوا "روح حیات" سے تعلق رکھتا ہے۔ فی الحقیقت شاعری اور موسیقی وہ بھی فلسفے کی ایک شاخ ہے جو کاغذ پر "طریق" حیات کا خاکہ جیسا جیسا کہ وہ مختلف عینکوں سے نظر آتا ہے کھینچتی ہے۔ اس طرح پر روح حیات اپنے آپ کو دو اصولوں پر ظاہر کرتی ہوئی تصوّر کی گئی ہے۔ اور ان دو اُصولوں کے ذریعے بے شمار مظاہرات ہیں۔ وہ اصول یہ تھے کہ ایک تو روح حیات کی صفات مختلفہ کو جداگانہ اشکال میں تصوّر کر کے یا روح حیات کی انسانی صورت میں تشکیل کر کے اُسکے بت یا اسی قسم کی اور چیزوں کو استعمال میں لانا۔ چنانچہ دیوتاؤں بھتنوں۔ پریوں۔ فرشتوں جنوں اور روحوں کے بُت اسی اُصول سے متعلق ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ خود نیچر سے سائنس کے ذریعے استدلال کر کے روح حیات کا ظاہر کرنا۔ چونکہ ان دونوں اُصولوں کی اساس ایک ہی تھی۔ اِسلیئے اُس وقت جب کہ قوم کے دل میں ایک مرکزی سرچشمے (Central Stream) کا خالص خیال جاگزیں ہو۔ ان اُصولوں پر حاوی ہونا بالکل آسان کام تھا۔ ان اُصولوں میں فرق صرف طرز تعلیم اور ادائیگی کا ہے۔ کیونکہ بعض آدمیوں کیلئے اُس سرچشمے تک پہنچنا جہاں سے حیات اور خیالات یا عقائد نکلتے ہیں تخیّل کی اشکال کے ذریعے زیادہ آسان تھا۔ اور بعض کے لئے نیچر کی قوتوں کی ٹھوس اصطلاحوں کے ذریعے فکر کرنے سے دونوں کا اصلی مقصد وہی سیل حیات کا سرچشمہ (تاؤ) ہے۔

دنیا کے کسی دوسرے حصے میں کسی زمانے میں بھی نقاشی نے عقل و دانش اور فہم و فراست کی اس قدر بلندیاں

طے نہیں کیں۔ دوسرے ممالک کے مصوّر چونکہ ہمیشہ ملک کے سب سے بڑے عقیدے کی پیروی کیا کرتے تھے۔ اسلئے وہ ہمیشہ ملک کے عقائد کی تموّج میں چار و ناچار بہتے چلے گئے۔ اور کبھی اتنا حوصلہ نہ کر سکے۔ کہ فکر کو کسی زیادہ وسیع اور ہمہگیر اخلاص کی راہ پر ڈال سکیں

یہ صرف گزشتہ صدی ہی کو فخر حاصل ہے۔ کہ اُس میں مغرب کے چند مصوروں نے ایک نئی راہ نکالی جسکا مقصد موجودہ روشنی کے معیار کے مطابق۔ قدرت کے تتبع کو وقعت دینا تھا۔ اور جو زمانہ حال کے علم طبعیات کے رجحان سے متوازی تھی بنے۔ جے۔ ایچ۔ فینب سرے۔ گوئٹے۔ گلاڈس۔ بولس۔ میڑبنک نے فلسفے کے درجے تک پہنچا دیا۔

جب ہماری سائنس کی تحقیق (Research) اُتنے ہی عمق تک پہنچ جائے گی جتنی علمی پیمائی اب اُس نے حاصل کرلی ہے۔ تو نہ صرف ایک فن کی بنیاد ہی رکھی جائے گی۔ بلکہ شاید جس کا حاصل چین کے مایہ ناز کی برابری کر سکے۔ بلکہ مغربیت اور عمر دراز میں بھی شائد مغرب کا درخت چین کے درخت کا مقابلہ کر سکے۔ جو اپنی نظیر جو تائے الفو میں واقع شدہ ہین خاندان کے درخت میں پیش کرتا ہے۔

"ہین خاندان کے عہد حکومت (۲۰۶ ق م سے ۲۲۱ء) کے کسی دور میں یہ درخت تائے الفو کے مندر کے پائین باغ میں جو کہ مقدس پہاڑ تائے شان کے دامن میں واقع ہے۔ لگایا گیا تھا۔ ٹاچنگ (برٹش میوزیم کی اصطلاح میں کاوسنگ) چی این لنگ (۱۷۳۶ سے ۱۷۹۶ء) نے اپنے دور کے عرصے میں اس درخت کی تصویر پتھر پر کندہ کی تھی۔ اور پتھر درخت کے قریب نصب کر دیا گیا"

(جیمز میور)

ہین کا درخت آجتک اُسی جگہ کھڑا ہے۔ جہاں اُسے آج سے دو ہزار سال پہلے لگایا گیا تھا۔ اور درازی عمر کی ایک زبردست شہادت ہے

"جو کروڑہا جناس کی حیات سوز خزاں کے بے شمار تھپیڑے کھانے پر بھی زندہ رہا صرف اس لئے کہ اُس نے اپنے آپ کو اپنی طاقت کے حوالے کر دیا تھا۔ جو اُس کو سرچشمہ ازل سے مرکب جسم کی حیثیت سے فرض زندگی ادا کرنے کیلئے وجود میں لائی۔

چین کے آخر میں زبردست شہنشاہ جی این نے اپنی تصویر میں ہین کے درخت کا وہ روحانی عنصر جو حیات میں تحریک پیدا کرتا ہے۔ دکھایا ہے۔ یہ ہیٹی ہو کا پہلا اُصول نقاشی ہے۔ اور اُن لوگوں کے لئے ایک اشارہ ہے جو اس حق کی تلاش میں ہیں۔ کہ اُس حیات کے تجسّم کرنے کے لئے جو وقت اور مکان سے بالا ہو۔ صرف اس کی ضرورت

ہے۔ کہ ایک درخت کی طرح قدرت کے "طریق" کی جو بالکل سہل امثل ہے۔ بے چون وچرا پیروی کی جائے۔

"جو طریق ہمارے تخیل میں آئے۔ وہ ازلی طریق نہیں"۔ اور اسکا جو نام بھی رکھا جائے۔ وہ اُس کا ازلی نام نہیں"۔

"اُس طرف تو وہ لائق تسمیہ شے دنیا کی ابتدا میں رہتی ہے۔ اور اس طرف تمام اجسام کی پیدائش کا افتتاح کرتی ہے"۔

"اسلیئے ازل کے اُس طرف کی جستجو۔ قوتوں کا تصور پیدا کرتی ہے۔ اور ازل کے اس طرف کی تلاش وسعت کی پہنائیاں ہمارے دل میں لاتی ہے"۔

"ان دونوں کی اصل تو صرف "ایک" ہے۔ لیکن نام جُدا جُدا۔ اور ان کی احدیت کا سب سے بڑا راز۔ اور راز کا عمیق ترین راز وہ درجہ ہے

جو

"تمام قوتوں کو آشکارا کرتا ہے"۔

(ماخوذ) "وحید"

نغمے

آیا نہ رنگِ التفات یار کی چشمِ ناز میں — خستہ رہا میں رات بھر انجمنِ نیاز میں

لاکھوں نیازمندیاں میری جبیں میں دفن ہیں — مقبرۂ حیات ہوں کوچۂ بے نیاز میں

سجدے میں ہیں چمن کے پھول بلبلِ زار ہے خموش — سست خرام ہے صبا کوئی ہے خوابِ ناز میں

نشتر میں وقف ہو گئیں حشر میں صرف ہو گئیں — جتنی بھی تھیں قیامتیں اُنکے خرامِ ناز میں

عابد جمال

فریب

(از:- مولانا ظہیر حسین ایم اے علیگ)

کبھی سوچا بھی تو نے اے مناظر کے تماشائی
فریب چشم ظاہر بین ہے یہ ہنگامہ آرائی

یہ گلشن کی روش بندی، یہ صحن باغ کا نقشا،
گھروندا ہے گھروندا نا سمجھ معصوم بچوں کا

یہ پانی کی سبک رو نالیوں کے جال خوش منظر
نقوش آب ہیں معدوم ہو جائینگے بن بن کر

یہ جلوے سنبل و نسریں کے، یہ حسن گل رعنا
طلسم رنگ و بو ہے - دو ہی دن میں ٹوٹ جائیگا

یہ نخل آب یعنی نقرئی خاموش فوارا
حریف یک نفس بھی تو نہیں گویا حباب آسا

ہزاروں کی در و دیوار پر یہ آئینہ بندی
بس اک دھوکا ہی دھوکا ہے حقیقت کچھ نہیں جسکی

یہ رنگیں خوش ادا شام و سحر، یہ چاندنی راتیں
ابھی کل ہی کو تو خود کہہ اٹھیگا کل کی نہیں باتیں

یہ رنگا رنگ برقی قمقمے، ہر سو ضیا گستر
ہوائی بلبلے پانی کے روشن ہو گئے اڑ کر

یہ جشن عیش یہ جوش طرب - یہ رونق گلشن
حقیقت کیا ہے اُن کی صبح تک ہو جائیگا روشن

تماشہ گاہ کے جتنے تحیر خیز منظر ہیں
ترے حسن نظر کی رنگ آمیزی کے جوہر ہیں

نوا سنجان خوش آواز کا یہ نغمہ رنگیں
تموج ہے ہوا کا ایک، ہلکا سا، مگر شیریں

یہ شان دلفریبی ہر طرف جو زینت آرا ہے
نگاہ ظاہری کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے

یہ حسن خود نما کی دیویاں انساں کے پیکر میں
خیالی چند تصویریں ہیں مٹ جائینگی دم بھر میں

نمود رنگ و بو کیا، نقش باطل کی نمائش کیا،
بجھی جاتی ہے اب، شمع سحر کی آزمائش کیا

یہ ہر منظارۂ رنگیں، جو روح دلربائی ہے
حواس ظاہری نے مل کے اک صورت بنائی ہے

یہ اے غافل ترا مست سرور و صور ہو جانا
حقیقت میں حقیقت سے ہے کوسوں دور ہو جانا

تری ظاہر پرستی اصل میں باطل پرستی ہے
بھلا یہ ہستی موہوم بھی ہستی میں ہستی ہے

حقیقت ڈھونڈنے اُٹھا ہے تو چشم مجازی سے
کہیں راز نہاں ملتے ہیں خالی دیدہ بازی سے؟

تری سطحی نظر اور ایک دن رمز آشنا ہوگی؟
مثال خود فریبی اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی؟

نگاہ دل سے آنکھیں کھول کر ہر شے کو
صدائے لے پہ مت جا ڈھونڈھ روح نغمہ لے کو

نکل کر عالمِ ظاہر سے ۔ آ باطن کی دنیا میں
درِ کعبہ کا طالب ہے ۔ تو غوطہ مار دریا میں

سما جا ایک اک ذرّے کی تہ میں دیدہ ور ہو کر
نظر کو آشنائے راز کر اہلِ نظر ہو کر

پتہ اسرارِ عالم کا اگر تجھ کو لگانا ہے
تو سُن ! گہرائیوں میں دل کی پہلے ڈوب جانا ہے

نگاہِ شوق کی رگ رگ میں ذوقِ جستجو بھر لے
جہانِ دل کے ہر ذرّے کو وقفِ آرزو کر لے

جمودِ بے حسی میں نرمیِ احساس پیدا کر
جگر میں سوزِ دل سے گرمیِ احساس پیدا کر

نوائے عشق سے دنیا میں اِک محشر بپا کر دے
دلوں کو لذتِ دردِ طلب سے آشنا کر دے

کلی کے دل میں چھپ جا، پھول کی نکہت میں گم ہو جا
عروسِ فکر بنکر حجلۂ فطرت میں گم ہو جا

نگاہِ غور سے دیکھے تو ہر قطرے میں طوفاں ہے
جہاں کا ایک اِک ذرّہ حریفِ صد بیاباں ہے

سکونِ قلب کے جویا جگر تابی تو پیدا کر
جمودِ دل کے اندر روحِ سیمابی تو پیدا کر

اثر میں ڈوب جا پھر ڈوب کر ہر دل میں گھر کر لے
نگاہِ بے خبر کو واقفِ رازِ اثر کر لے

بڑھا کر جذبِ دل کو زورِ عالمگیر پیدا کر
نظر کی جنبشوں میں برق کی تاثیر پیدا کر

تصوّر کو جمالِ حسن سے معمور ہونے دے
تخیّل کی بلندی کو ابھر کر طور ہونے دے

اُٹھا دے پردۂ محسوس باطن کی نگاہوں سے
جمالِ معرفت کو دیکھ آ کر دل کی راہوں سے

فضا کی خامشی کا نغمۂ وجد آفریں سُن لے
سکوتِ شب میں آوازِ پرِ روح الامیں سُن لے

زبانِ شمعِ سوزاں جلکے رازِ زندگی کہہ جا
حدیثِ لذتِ سوز و گدازِ زندگی کہہ جا

خود اپنی خلوتِ باطن کے پردوں میں نہاں ہو جا
حقیقت کے حریمِ بے خودی کا رازداں ہو جا

ز چشمِ دل تماشا کن سرابِ زندگانی را
بدریائے فنا دریاب آبِ زندگانی را

رُوح کاشتکاری

نعمان نے سگار کا ایک طویل کش لیتے ہوئے ایک ایسے تبسم کے ساتھ جس میں بیدارِ علم متجلّی تھا۔ کہا۔ راشد! تم، تم ابھی قدامت کی فرسودہ جہالت میں اسیر ہو۔ تمہاری گفتگو میں انہی مذہبیت کا رنگ جھلکتا ہے۔ تمہارے دماغ کی رگوں میں امکانات کا احساس نہیں۔ تم ایک مخصوص اور محدود دائرہ عقیدت کے اندر چکر کھا رہے ہو تمہیں معلوم ہے کہ سائنس اور فلسفہ نے اُن تمام محالات کو ممکن کر دیا ہے۔ جو ابتک تمہارے خدا اور اسکی قدرت سے وابستہ تھے۔ مگر تم اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھانا چاہتے۔ تم ابھی وہیں ہو جہاں سے انسان نے پہلا قدم اُٹھایا تھا۔ اور نہیں جانتے کہ دنیا مرکز اعتقاد سے بہت آگے بڑھ گئی ہے۔

راشد نے جو نعمان کی فطرت کا ایک روشن دماغ اور منور خیال پڑھنے والا تھا۔ ایک ایسے انداز میں اپنی گردن کو جنبش دی جس سے نعمان کے مسلمات اور نظریات کی ایک پوشیدہ تحقیر ہوتی تھی۔ اُس نے سامنے رکھی ہوئی میز پر اپنی مٹھی کو زور سے مارا اور لہجے کی پوری وجاہت کے ساتھ کہا:۔ "نعمان! سائنس اور فلسفہ اپنے دامنوں میں معلومات کے ہزار عالم جذب کرلے۔ پھر بھی وہ اُن چیزوں پر اور ان حقائق پر حاوی نہیں ہو سکتا جنہیں خدا نے صرف اپنے علم میں رکھا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری ذہنیت کو سائنس کی حیرت انگیز عقل سوز ایجادوں نے چونکا دیا ہے۔ تمہارے دماغ کی قیمتی گنجائشیں بیکار ہو گئی ہیں۔ تم اپنی زندگی کے زرین لمحے لایعنی اور بے معنی انکشافات میں برباد کر رہے ہو۔ کاش تمہاری نادر ذہنیت اور تمہارا وسیع مطالعہ کسی جائز اور مفید کام میں صرف ہوتا، اے کاش! تم خدا کی عالم آشکار صناعیوں کے ایک بہترین مبصر ہوتے۔ نعمان! میرے قابل دوست میں پھر کہتا ہوں کہ تم اپنا وقت تباہ کر رہے ہو۔"

نعمان جو راشد کی باتوں کو نہایت لاپرواہی سے سُن رہا تھا، مسکرایا اور اُس نے کہا "غلط ہے، بالکل غلط، میرا وقت میرے لمحاتِ حیات، وہ لمحاتِ حیات جن میں سے ایک بھی سونے کی قیمت سے کم نہیں۔ اور جنکی اہمیت کا میری مشغول اور کامیاب زندگی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہرگز فضول اور بیکار نہیں ہیں وہ مجھ سے ضرور ایک شے لئے جا رہے ہیں۔ لیکن وہ چیز جو وہ مجھے دیئے جاتے ہیں۔ کہیں میری چیز سے زیادہ زریں زیادہ قیمتی زیادہ محبوب اور زیادہ نفیس ہے۔ میرا تجربہ میری اُمیدوں کے اندازہ سے کامیاب ہو رہا ہے میں روح کی ماہیت سے اچھی طرح واقف ہو چکا ہوں

کیا تم سمجھتے ہو۔ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ کیا تم مجھے وحشی خیال کرتے ہو۔ اسکی آواز تھرتھرانے لگی۔ اسکی بڑی بڑی آنکھیں جن میں مصروفیت اور تحقیق کی روح جذب ہو کر رہ گئی تھی۔ اور کشادہ ہو گئیں۔ اسکی عجیب پیشانی جسکے بسط سے پہاڑوں کو چیر دینے والا۔ زمین کو الٹ دینے والا اور آسمان کو پھونک دینے والا عزم پھوٹا پڑتا تھا پسینے کی بھیگی ہوئی روشنی سے نم ہو گئی۔ اُس نے اپنے دراز اور قوی ہاتھوں کو زور سے جھٹکا دیا۔ اور آواز کی مکمل تیزی کے ساتھ کہا۔ "راشد! کیا تم میرے کمرے میں یہ ہزاروں روپیکا سامان محض مٹی کے کھلونوں اور نمائشی چیزوں پر محمول سمجھتے ہو۔ میں روح اور علم روح کا ماہر ہوں۔ میں روح کو قبضے میں کرونگا اور ایک دن مردہ اجسام کا زندہ کر دینا میرے لئے آسان اور بالکل آسان ہو جائے گا۔ میں دنیا کے لئے تحقیق کا رشتہ ہوں۔ میرے اس کارنامے سے دنیا حیران ہو جائیگی۔ ہاں! میں دنیا کو حیران کر دونگا۔ حیران اور متحیر ——

راشد نے اس لہجے میں گویا اس نے نعمان کی زور دار بلا دینے والی کوہ شکن اور پر عزم تقریر سے کچھ اثر ہی نہیں لیا۔ کہا:۔ "نعمان! تم فطرت سے ایک غلط راستہ مانگ کر لائے ہو، اور ماحول تمہارے ضمیر کو اُس راہ پر چلنے کے لئے مجبور کر رہا ہے۔ جو خبط تمہیں آج ہے وہ اب سے ہزاروں سال پہلے یونانیوں کو بھی ہوا تھا۔ لیکن نعمان! ایا در کھو! انسانی قوتوں پر حکمرانی کرنیوالی ایک قوت اور بھی ہے جسے یونانی تعقل کہہ کر خاک کر دیا تھا اور اگر موجودہ انسان بھی اپنے ذہنی ارتقار پر زیادہ مغرور ہوا تو وہ وقت دور نہیں جبکہ انسانی دماغ کی رگیں کسی عجیب اور جلیل طاقت کے زبردست ضربی ہاتھ سے مروڑ ڈالی جائیں۔"

نعمان نے سنگار کو لبوں میں اطمینان سے گردش دیتے ہوئے اور کرسی کو ذرا پیچھے ہٹاتے ہوئے ایک متمسخر آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ "وہی ہزاروں برس پہلے کا ذکر! راشد! ہر نیا آفتاب اپنے ساتھ ایک نیا پیغام معلومات لاتا ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ دنیا کے ہر شعبے میں ارتقار کی کس قدر لہریں دوڑ رہی ہیں۔ کیا تم اس کا جواب دے سکتے ہو کہ آج سے ہزاروں سال پہلے دنیا کی یہی حالت تھی کیا لاسلکی کی حیرت زا ایجاد آپ کے تمام تر دفتر روحانیات کو ہوا میں دھوئیں کی طرح گردش نہیں دے رہی ہے!"

راشد نے نعمان کے یہ الفاظ سنے اور اُسکے چہرہ پر ایک مطمئن انبساط دوڑا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُسے نعمان کو شکست دینے کے لئے نعمان ہی کے لفظوں سے کوئی بات مل گئی ہے۔ اس نے نعمان کی طرف دیکھا۔ اور کہا:۔ "کیا میں خوش قسمت نہیں ہوں آج تم خود اپنی زبان سے فلسفۂ روحانیات کے قائل ہو، اب میں تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آج دورِ ارتقار میں انسان کی معمولی کاوشوں سے ایک ایسی عجیب شے تیار ہو سکتی ہے جسکے ذریعہ ہر شخص لاکھوں کوس کروڑوں میل بیٹھ کر گفتگو کر سکتا ہے اور جسکی شعاعوں پر فضا کی بجلیاں رقص کرتی ہوئیں سننے والوں کی سماعت پر متسلم ہو سکتی ہیں۔ لیکن کیا اُن قابل پرستش بزرگوں کی ریاضت اور عقیدت کے دیوتاؤں سے جو اپنی عمریں عبادت اور

محبت ۔ صرف کر دیتے تھے۔ یہ غیر ممکن خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ نرا مت یا معجزہ کا اظہار کر سکتے تھے۔

نعمان نے کچھ بے کیف ہو کر گردن ہلائی اور کہا "راشد! تم مجھ سے بہت دور جا پڑے ہو۔ میں اس وقت اس موضوع پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

راشد نے نجات آمیز۔ لیکن مستعد طریقے سے گفتگو کا پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا "ہاں۔ مجھے اس کا یقین ہے کہ تم اپنے عزم میں نہایت مستقل ہو۔ اور میں تمہارے تجربوں کے نتائج معلوم بھی کرنا چاہتا ہوں ہاں۔ آخر تمہارا تجربہ کس حد تک پہنچ چکا ہے"۔

نعمان نے خوش ہوتے ہوئے۔ جیسے راشد واقعی اسکے تجربوں سے دلچسپی رکھتا ہے، کرسی سے گردن بلند کرتے ہوئے کہا "اس حد تک کہ میں روح کی ماہیت سمجھ گیا ہوں۔ اور اس حد تک کہ میں روحوں کی تصویریں لے سکتا ہوں۔ لیجئے!" یہ کہکر وہ کرسی سے اُٹھا اور قریبی میز کی دراز سے ایک البم نکال لایا۔ اس نے البم راشد کے سامنے کھولتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔ "دیکھو راشد یہ ہیں روحوں کی مختلف تصویریں جو میں نے ایک ہفتہ قبل لی تھیں"۔

روحوں کی تصویریں! راشد نے متعجبانہ لہجے میں ایک تصویر اٹھائی اور چونک کر کہا: "نعمان روح تو بالکل غیر مرئی شے ہے۔ روح کی تصویر کیونکر لی جا سکتی ہے"۔ یہ کہکر وہ رُک گیا اور بغور تصویر کو دیکھنے لگا۔ نعمان روح کی تصویر پر جھاویں۔ اور پھر یکایک چونک کر کہنا شروع کیا "منور لکیریں اور ہیولی ——— روح کی تصویر نہیں ہو سکتی"۔ اس نے اپنے ہاتھ سے تصویر رکھدی۔

نعمان مسکرایا اور اس نے کہا "راشد تمہاری روح تم پر رحم کرے" تم ابھی تک میرے قائل نہیں۔ اس نے جلدی جلدی البم کے صفحات اُلٹنے شروع کئے۔ اور ایک نگاہ ڈال کر البم بند کر دیا۔ پھر مطمئن ہو کر اس نے کہنا شروع کیا "لیکن میرا دوسرا تجربہ یہ بھی ہے کہ روح ایک گیس ہے جو مختلف مادوں کے امتزاج سے جسم میں بنتی ہے اور جب جسم میں اس کا گھر کمزور ہو جاتا ہے تو وہ خارج ہو جاتی ہے۔ مگر اسکی قوتیں اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ اگر روح پر قابو پا لیا جائے تو وہ مردہ جسموں میں داخل کی جا سکتی ہے اور اس طرح زندگی کی ایک حیرت آمیز موج انسان کے ہاتھ ....." وہ رُک گیا اور اُس نے سر کے بالوں کو آہستہ سے مَس کیا اور پھر کہا "انسان کیا میرے ہاتھ آسکتی ہے۔ اور میں دنیا کے لئے زندگی بخش ثابت ہو سکتا ہوں"۔

لیکن راشد نے کچھ زیادہ سنجیدہ ہو کر نعمان سے استفسار کیا "آخر نعمان! روح پر قابو حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے"۔

وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا "راشد اِدھر آؤ"! یہ کہہ کر اُس نے دیوار پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ یکایک ایک سریع جنبش کی آواز ہوئی اور کمرہ کے وسط میں کوئی چیز اُٹھتی ہوئی نظر آئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کمرہ کے فرش ہی کا کوئی حصہ ہے۔ جو نفاست سے کاٹ کر معلق کر دیا گیا ہے۔

"ڈرو نہیں۔ راشد" نعمان نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا "یہ بڑا کا دروازہ ہے جسمیں سے میرے معمل خانے کی طرف راستہ جاتا ہے"۔

"بڑا کا دروازہ؟" راشد نے متحیر آواز سے پوچھا "اس میں کیا مصلحت ہے؟ دروازہ کا راستہ تو بیحد تاریک ہے نعمان" راشد کہکر رک گیا۔ گویا وہ چلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ نعمان نے ایک دراز قہقہہ لگایا اور کہا "چلو راشد! تم تو اس طرح ڈر رہے ہو۔ گویا میں تمہاری ہی روح کو لیسر کر لونگا" نعمان نے یہ کہکر اُترنے کے لئے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ راشد بھی لرزتا ہوا اسکے پیچھے ہو لیا۔ لیکن اس کی حیرت کی حد نہ رہی۔ جب ایک ساتھ سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اسکی نگاہوں کو ۲۰۰ برقی قمقموں کی روشنی نے دھکا دیا۔ اس نے کہا "نعمان!"

نعمان نے کہا چلے آؤ۔ وہ ایک وقیع سرعت سے حملہ آور سپاہی کی طرح چلا جا رہا تھا ۲ فرلانگ چلنے کے بعد آخر وہ ایک سیاہ دیوار کے سامنے پہنچکر ایک سفید نشان پر کھڑا ہو گیا اِس نے سختی سے اُس نشان پر اپنا سیدھا پاؤں مارا۔ ایسی جھنکار کے ساتھ جیسے بیک وقت ایک لاکھ ستاروں کے تار ٹوٹ جائیں سیاہ دیوار بائیں طرف ہٹ گئی

"دیکھو راشد! یہ ہے میری تیس سال کی مسلسل کاوش اور محنت کا نتیجہ" نعمان نے دستانہ اُتارتے ہوئے راشد کی طرف دیکھکر کہا اور بجلی کا بٹن دباتے ہوئے ایک بڑے ہال میں داخل ہو گیا۔

یہ ہال نعمان کی معمل گاہ تھا۔ دیواروں کی تمام الماریاں مختلف اور عجیب شیشوں اور چمکدار آلات سے پُر تھیں۔ کمرہ سائنس کے تمام تر متعلقات اور روح کو گرفتار کرنے کے تمام سامانوں سے آراستہ تھا۔ درمیان میں ۱۰ گز لمبی چوڑی اور چھ گز بلند ایک چیز رکھی ہوئی تھی۔ جسپر سیاہ غلاف پڑا ہوا کسی خوفناک معرکے کی داستان سنا رہا تھا۔ راشد نے نہایت تعجب کے ساتھ آنکھیں پھاڑ کر کہا "یہ کیا ہے نعمان"؟

نعمان نے کہا "بتاتا ہوں" اور قریب کی ایک میز پر پہنچکر ایک چھوٹی سی مشین کو حرکت دینے لگا۔ کوئی دو سیکنڈ کے بعد غلاف کے پردوں میں ایک حرکت پیدا ہوئی اور غلاف آہستہ آہستہ نیچے کی طرف غائب ہونے لگا۔ ایک چمکدار احاطہ اُبھرتا ہوا نظر آیا۔ جو روشنی کی شعاعوں سے جگمگانے لگا۔

نعمان مشین کو برابر گھما رہا تھا۔ اُسکی کشادہ پیشانی پر عازمانہ استعداد جلوہ گر تھی۔ اور اُسکی بڑی بڑی مدبر آنکھیں مشین کی حرکت کو زیادہ کشادہ ہو کر اس انداز سے دیکھ رہی تھیں گویا وہ عنقریب کسی فتحیابی کو محسوس کرنے والی ہیں۔ راشد متحیر کھڑا تھا۔ آخر نعمان رُکا۔ آہستہ آہستہ راشد کے پاس آیا اور کہنے لگا "دیکھا راشد۔ یہ ہے وہ شیشے کا قیدخانہ جسمیں میں روح کو گرفتار کرونگا اور پھر اپنے قبضے میں کر لونگا" یہ کہکر وہ پھر میز کے قریب چلا گیا اور مشین کو حرکت دینے لگا۔ یہانتک کہ پردے چاروں طرف سے

زمین کی آغوش میں غائب ہو گئے۔

اب نعمان اُٹھا۔ اور ایک فاتحانہ انداز سے ٹہلنے لگا۔ وہ نہایت مطمئن تھا۔ اور اِسکے چہرہ سے کامیابی کی مسرت برس رہی تھی۔ اسکی آنکھوں میں بالکل ایسی روشنی تھی جیسی ایک جگہ بہت سے ہیرے جمع کر دینے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکے چہرہ پر ایک نہایت لطیف پندار میں ڈوبا ہوا احساس جلوہ گر تھا۔ اور وہ اُس وقت ایک بہادر فاتح کی طرح ٹہل ٹہل کر اپنی مقتل گاہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ آخر وہ آگے بڑھا اور اس نے راشد سے کہا۔

"میں نے اس شیشے کے مکان کو بہت سی سائنٹیفک اجزائے لطیف سے مرکب کیا ہے اور اسد رجہ قوت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ یہ روح کا وزن سہار سکے اب میں ....."

نعمان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ راشد نے مسکرا کر کہا

"اچھا نعمان! تو روح کوئی بھاری شے ہے؟"

نعمان نے جواب دیا "بے شک۔ اب وہ قدیم تعریف کہ روح اک شئے لطیف ہے جھوٹی ہو چکی"۔

راشد نے بہت ہی منہ بناتے ہوئے کہا "تم نہایت تاریک خیال ہو۔ آج سے قبل علم الارواح کے جتنے عالم گزرے ہیں۔ وہ بے وقوف تھے۔ صرف اُنیسویں صدی کا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ روح غیر لطیف شئے ہے۔

نعمان نے نہایت ملائم لہجے میں راشد کے کاندھے پر ہاتھ رکھکر کہا "اسکا جواب میں تمہیں عنقریب دونگا جبکہ میرے تجربے مکمل ہو جائینگے۔ اور میں اُن کی روداد دنیا کے سامنے پیش کرونگا۔ اس وقت میں صرف اس تلاش میں ہوں۔ کہ کوئی تندرست انسان مجھے عالم نزع میں دم توڑتا ہوا مل جائے اور میں اُسے یہاں لاکر اپنے آخری تجربے کو مکمل کر سکوں"۔

راشد نے کہا "کوئی شخص زندگی کی آخری گھڑیاں تمہارے سپرد نہیں کر سکتا"۔

نعمان مڑا اور اس نے ایک میز سے اخبار اُٹھا کر راشد کو دیتے ہوئے کہا "نہیں راشد! دنیا میں بہت سے محبوب انسان ایسے بھی ہیں۔ جنکے لئے موت بھی زندگی کی تکالیف کا خاتمہ نہیں کرتی۔ اور انہیں اسوقت بھی کھردریات ستاتی ہیں۔ میں نے بہت سے اخباروں میں اعلان کیا تھا۔ کہ جو شخص عالم نزع میں یہاں لایا جائیگا۔ اور یہاں آکر اس کا دم نکلیگا میں پانچسو روپیہ اسکے وارثوں کو دونگا۔ اس اعلان کے بعد اب تک کئی ایسے انسان آ چکے ہیں۔ مگر افسوس۔ اُس نے بہت تکلیف کے ساتھ کہا۔ کہ شیشے کے مکان میں پہنچنے سے پہلے اُن کا دم نکل گیا۔

راشد نے کچھ سریع ہو کر جیسے وہ کوئی عجیب بات بتا رہا ہے۔ کہا "نعمان! تم شفا خانوں کے سرجری روم سے اس کا انتظام کیوں نہیں کر لیتے؟"

نعمان نے آنکھوں کو سکیڑتے ہوئے جواب دیا "نہیں، شفا خانے کے متعدد مریض جو مر رہے تھے۔ شیشے کے گھر کی تیاری سے قبل آئے۔ لیکن ان کی روحوں پر میرا تجربہ صحیح نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ بیماروں کی روحیں کافی کمزور ہوتی ہیں۔ یکایک اُس میں جوش پیدا ہوا اور اس نے تیز لہجہ میں کہا۔ "اسوقت تو مجھے ایک تندرست روح کی ضرورت ہے۔ تندرست رُوح"۔

یہ کہکر وہ کرسی پر بیٹھ گیا اور کچھ بڑبڑانے لگا۔ "میں اُسے ضرور قابو میں کرونگا۔ غیر ممکن ہے۔ میرا انتظار رائیگاں نہیں جا سکتا"۔

(۲)

دوسرے دن راشد اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا۔ کہ اُس نے صفحۂ اعلانات میں دیکھا کہ "سر ڈاکٹر نعمان کا لکچر" "سائنس اور علم الارواح" پر ۱۶ جون کی شام کو ارسطو ہال میں ہوگا" وہ ایک ساتھ اپنی کرسی سے اُٹھا اور میز کے قریب جاکر ٹیلیفون کی گھنٹی بجائی اور سماع (ٹیلیفون) اُٹھا کر کہنے لگا:۔

بی = ۲۲۴۰ - نعمان بلڈنگ

وہ ۵ منٹ تک برابر گھنٹی بجاتا رہا۔ لیکن سماعت آواز کے بعد بھی نعمان نے اُسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے پھر تیز تیز آواز میں کہا:۔ "نعمان "سر نعمان"! میں آپ سے کچھ ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہوں ....."

نعمان اسوقت اپنی معمل گاہ میں ایک خونی محقق کیطرح پریشان پھر رہا تھا۔ اُس کا احساس اسوقت ہیبت ناک تھا۔ وہ بدحواس تھا۔ اُسپر خوفزدہ بھیڑیے کی سی دہشت طاری تھی۔ وہ گھنٹی کی آواز سن رہا تھا۔ مگر نہیں چاہتا تھا کہ اُس طرف متوجہ ہو۔ گھنٹی برابر بج رہی تھی۔ مجبوراً وہ ایک تکلیف دہ سرعت کے ساتھ ٹیلیفون کی میز کے قریب گیا اور اس نے لرزتے ہوئے، کانپتے ہوئے، ہلتے ہوئے، ڈگمگاتے ہوئے زرد ہاتھوں سے ناگوار صورت بناکر ٹیلیفون اُٹھالیا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا:۔ "کو..... ن ہے؟"

راشد نے جواب میں بہت سرعت سے کہا۔ "نعمان اسلام میں ہوں راشد۔ پانچ منٹ سے تمہیں بلا رہا ہوں معلوم ہوتا ہے تم کل کے لکچر کی تیاریوں میں معروف ہو۔ کیا واقعی تم ارسطو ہال میں سائنس اور علم الارواح پر کچھ بولوگے"

نعمان نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہاں۔ ہاں راشد لیکن کیا تم اسی وقت مجھ سے میرے مکان پر آکر مل سکتے ہو" راشد نے تعجب کے لہجہ میں زور سے کہا۔ "کیوں؟ کیا کوئی اہم ترین بات ہے"

نعمان نے جواب میں کہا۔ "بے شک"۔

راشد نے سلسلہ توڑتے ہوئے کہا۔ "اچھا میں پانچ منٹ کے بعد آتا ہوں"۔ یہ کہکر اُس نے ٹوپی سر پر رکھی اور تیز تیز زینے سے اُترتا ہوا باہر کے دروازہ پر آگیا۔ جہاں موٹر اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جلدی سے موٹر میں کودا اور موٹر ایک طویل سڑک سے مڑ کر گلیوں میں کھو گیا۔

(۳)

نعمان اپنی محل گاہ میں بربادیٔ حواسی اور تباہ حالی کے ساتھ میز پر سر رکھے ہوئے تھا کہ یکایک اسکا سکوت تخیل ایک روح لرزا دینے والی جھنکار سے ٹوٹ گیا۔ وہ چونکا اور دیوانہ وار آنکھیں پھاڑ کر چلایا "راشد! میں نے روح کو پکڑ لیا۔ میں نے روح کو پکڑ لیا" راشد نعمان کی یہ حالت دیکھکر کانپ گیا۔ لیکن اس نے فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے ایک بھرائے ہوئے لیکن مطمئن لہجے میں جواب دیا۔ ہاں تم نے ضرور روح کو پکڑ لیا۔ بے شک تم نے ضرور روح کو پکڑ لیا" یہ کہکر اُس نے نعمان کو آرام کرسی پر لٹا دیا جو برابر یہ کہے جا رہا تھا کہ میں نے روح کو پکڑ لیا ہے۔ میں نے روح کو پکڑ لیا ہے۔

"شاید ڈاکٹر آج اپنے کسی تجربہ میں ناکام ہوا ہے" راشد نے گردن جھکاتے ہوئے اور کچھ خیالات قائم کرتے ہوئے کہا "اس کے دماغ پر کسی غیر معمولی اثر نے حملہ کیا ہے۔ وہ دماغی تکلیف میں مبتلا ہے۔ تھوڑی دیر میں اچھا ہو جائیگا"

یہ سوچتے سوچتے اس نے سر اُٹھایا تو اُسکی نگاہ شیشے کے گھر کی طرف پہنچی جہاں اس نے ایک جمیل ترین عورت کو بہوش دیکھا۔ اسکی حیرت کی حد نہ رہی۔ اسکے حواس اُڑ گئے اُسکا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے نعمان کی طرف ایک متجسس نگاہ سے دیکھا اور تیزی سے خوفناک شیشے کے قید خانہ کی طرف بڑھا۔

نعمان نے جو راشد کے تحیر اور اپنی پریشان خیالی کو محسوس کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتا تھا۔ اُسے دیکھا وہ ایک کرب کیساتھ اُٹھا اس نے کہا "راشد ادھر آؤ"۔ راشد چونکا اور اُس نے نعمان کی طرف دیکھکر کہا "ڈاکٹر یہ عورت کون ہے؟"

نعمان نے اک مجروح لہجے میں کہا "میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے تم ادھر آؤ" یہ کہکر اس نے میز سے شیشے کی ایک موٹی نلکی کو اُٹھا لیا پھر طبیعت سنبھالکر کہا دیکھو راشد میرا خیال ہے کہ آج میں روح پر قابو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے نلکی کو آہستہ سے بلند کیا اور سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ یہ ایک موٹی عورت کی روح ہے ایسی موٹی عورت کی جو رسالوں میں شائع شدہ مس ہولٹ سے بھی زیادہ موٹی تھی۔ اُس نے نلکی کو جس میں ایک رنگین سی بوند قطرہ سیمابی کی طرح لرزاں تھی۔ آہستہ جنبش دی اور چلاکر کہا یہ ایک موٹی عورت کی روح ہے اب میں اس کا تجربہ کرتا ہوں"

راشد نے جو نعمان کی گفتگو سے بیحد پریشان ہو رہا تھا بجلی کی طرح چمک کر کہا "نعمان خدا کے لئے ٹھیرو۔ پہلے یہ بتاؤ یہ عورت کون ہے اور یہ روح کس موٹی عورت کی ہے"

نعمان رُکا اور اُس نے راشد کے حوصلے کی تذلیل کرتے ہوئے جواب دیا "راشد، تم بچوں کی طرح ڈرتے ہو۔ لیکن میں نے تمہیں اسی لئے بلایا ہے۔ کہ آج کے واقعہ سے آگاہ کر دوں" اس نے پھر ایک عجیب سہمی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ یہ ایک موٹی عورت کی روح ہے۔ موٹی عورت کی روح"

اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "آج صبح ایک

عورت آئی اس نے بیہوش لڑکی کی طرف اشارہ کیا یہ اسکی لڑکی ہے اس موٹی عورت نے مجھ سے کہا "کیا میں اپنی لڑکی کی طرح بھی پتلی اور نازک بن سکتی ہوں" کیونکہ یہ کوئی اہم بات نہ تھی۔ میں نے کہدیا۔ یہ تو کچھ مشکل نہیں اور ایک محلل دوا پلادی اس دوا کا اثر اس پر نہایت گہرا ہوا۔ وہ یہ کہتے کہتے لڑ گیا۔ لیکن اس نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ قطرہ جو تم نکی میں لرزاں دیکھ رہے ہو۔ وہی موٹی عورت ہے موٹی عورت ..." وہ پھر رکا اور اس نے چلا کر کہا موٹی عورت کی روح"۔

رشد نے خوفزدہ لیکن عالمانہ انداز میں کہا، سنمان! تم اندھے ہو۔ یہ قطرہ روح نہیں ہو سکتا۔ روح تو اپنے مرجع اصلی کی طرف پرواز کر گئی۔

نعمان کھڑا ہو گیا اور اس نے جھنجھلا کر کہا: "مرجع اصلی، پرواز روح کیا تاریک خیالی کی باتیں کرتے ہو" وہ کچھ دور چلا۔ اور کچھ دور چلکر اس نے الماری سے ایک شیشی نکالی۔ دوسری نکالی تیسری نکالی اور سب میں سے کچھ دوائیں لے لے کر ایک بند گلاس میں نازک ترین نلکی کے ذریعہ پہنچائیں۔ پھر ان دواؤں کو ایک قدآدم گلاس میں اسی نلکی کے ذریعے پہنچانا شروع کیا۔ جسمیں پہلے سے نہایت شفاف پانی بھرا ہوا تھا۔ اس نے نہایت مطمئن لہجے میں میز کے قریب راشد کو لاتے ہوئے اور نلکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جسمیں ایک قطرہ لرز رہا تھا کہا "روح کو ہوا خیال کہنے والے راشد دیکھو اسمیں تمہیں کوئی زندگی محسوس ہوتی ہے"

راشد نلکی کے قطرہ پر جھکا آنکھیں جما کر بولا۔ زندگی کیا۔

اک قطرہ ہے لرزاں جسکی تھرتھراہٹ اور جس کا تھرتھرانا ہی اسکی زندگی ہے عبارت کیا جا سکتا ہے"۔

نعمان نے نہایت عجیب طریقے سے ہنستے ہوئے کہا تو دیکھو۔ اب میں اس موٹی عورت کو زندہ کرتا ہوں اور آج سے کچھ دن بعد وہ ایک نازک و شیرہ ہوگی" راشد نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ وہ اور زیادہ متحیر ہوا۔

نعمان اٹھا اور اس نے اس موٹی نلکی کا بڑے گلاس کی نلکیوں سے سلسلہ قایم کیا اور ایک سریع جنبش کے ساتھ اس قطرہ کو بڑے گلاس میں داخل کر دیا۔ ساتھ ہی دیوار کے قریب جا کر ایک بٹن دبایا جس سے ۱۰۰ قمقموں کی روشنی کی طاقت رکھنے والا لیمپ گلاس پر اپنی شعاعیں پھینکنے لگا۔ نعمان نے بڑی طرح چیخ کر کہا "یہ تمام جسم کی روح تھی جو میں نے اس گلاس میں داخل کر دی اس نے اپنی ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے دانتوں کو چباتے ہوئے اور ایک وحشی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دیکھو" اب انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔ موٹی عورت کا جسم پھر واپس آتا ہے" وہ مڑا اور اس نے راشد کی متحیر خموشی کو بے کیفی کی نگاہوں سے دیکھکر کہا: "تم چپ ہو۔ خاموش خدا کے بندے میرے تین سالہ تجربوں کی کامیابی دیکھو۔ کل میری تقریر کا پہلا حصہ اسی موضوع پر ہوگا" اس نے اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور سختی سے کہا "تین غرور کو پکڑ کر نلکیوں میں غرور کو پگھلا دو نگا" میں نے روح کو پکڑ لیا ہے" یہ کہکر اپنی تعلم تر توجہ گلاس کی طرف منعطف کر دی۔

تھوڑی دیر بعد جب نعمان کی پیشانی پر پسینے کی بے شمار بوندیں جمع ہو چکی تھیں راشد نے گھبرا کر گھڑی کو دیکھتے ہوئے نعمان کو کانپتا

ہلایا اور کہا۔ "ڈاکٹر! پانچ بج چکے ہیں اور شام ہوا چاہتی ہے"

نعمان چونگاروں کی قوت جاذبہ سے گلاس کی فضا کو ایک عورت کے خیالی جسم سے معمور دیکھ رہا تھا۔ بہت دیر کے بعد چونکا۔ اس نے کہا۔ "راشد! کیا واقعی ہمیں کئی گھنٹے ہو گئے لیکن کچھ پرواہ نہیں۔" اس نے جیب سے ایک سگار نکالا اور دو تین قدم ٹہلتے ہوئے کہا "میں آج اپنے تجربے کی زندگی کو یا تو کامیاب بنا کے چھوڑوں گا۔ یا بالکل خاتمہ کر دونگا" یہ کہکر اُس نے سگار جلایا اور راشد سے کہا۔ "یہ عورت تو زندہ ہوتی ہوگی آؤ اسے دیکھیں" یہ کہکر وہ بیہوش خاتون کے پاس آیا۔ اور اپنی چھوٹی جیبی کتاب نکال کر راشد کو متوجہ کر کے کہنے لگا۔ "تمہیں معلوم ہو بیہوش عورتیں کس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں؟ میں تو اسوقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا جبتک کہ بخوبی دیکھ نہ لوں" یہ کہکر وہ لڑکی کے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسکی صورت کو دیکھنے لگا۔ آخر ایک لمحے کے بعد اُس نے تیزی سے کھڑے ہو کر کہا۔ نعمان چہرہ کی وجاہت قد کی ترکیب اور پاؤں کی ساخت سے تو یہ فرعی پاشا کے خاندان کی عورت معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "نعمان تم نے غضب کیا۔ تم انسانیت کے مجرم بن رہے ہو۔ دیکھو اب بھی اپنے ارادوں سے باز آؤ۔ اور شاہراہ حیات سے مڑ کر موت کی تاریک اور پیچیدہ وادیوں میں، ان تاریک، پیچیدہ اور خوفناک وادیوں میں جن کی زہریلی آغوش اپنی مہیب فضا میں ہزاروں سیاہ، خطرناک اور بربادکن نتیجے لئے ہوئے ہیں۔ گرنے سے بچو"۔

"تم نعمان!" راشد نے کچھ زیادہ جوش دوستی میں آکر کہا "ایک کامیاب زندگی کے مالک ہو۔ تمہیں کوئی ضرورت نہیں۔ کہ زندگی کو ایسی زندگی کو جس نے تمہارے لئے دنیا میں فردوس تیار کر دی ہے۔ موت کے خوفناک اور آتشین منہ میں ڈھکیل دو۔ نعمان!" راشد نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے کہا "میرے پیارے دوست نعمان میں جانتا ہوں۔ کہ تمہارے تجربے کا آج آخری دن ہے"!

نعمان نے جو سگار منہ میں دبائے ہوئے، ہاتھوں کو پتلون کی جیبوں میں ڈالے بائیں پاؤں پر ذرا زور دیتے ہوئے کھڑے ہو کر راشد کی گفتگو متبسمانہ غور سے سن رہا تھا۔ سگار کا دھواں اُڑاتے ہوئے کہا "تو معلوم ہوا۔ تم میری قوت ارادی کو اپنے وعظ سے مجروح کرنا چاہتے ہو"

"تمہارا مقصد یہ ہے کہ میں دنیا میں ایک ناکام ایک برباد اور ایک ذلیل انسان کی حیثیت سے زندہ رہوں"! راشد نے نہایت سنجیدہ طریقے سے نعمان کیطرف اُس نگاہ سے دیکھتے ہوئے جس سے برستا تھا کہ وہ اسکے قایم کردہ خیالات میں سے کسی ایک کا بھی خواہاں نہیں جواب دیا:۔

"نہیں۔ بلکہ میں تمہیں زندگی کے مفہوم سے آگاہ کر رہا ہوں۔ روح کے گرفتار کرنے کا نام زندگی نہیں بلکہ روح کو آزاد کرنے کا نام زندگی ہے۔ ایک سادھو کی زندگی جو پہاڑوں کی خوفناک تنہا گپھاؤں میں خطرناک زہریلے اور جانور جانوروں کی معیت میں اپنے تنفس کو روک کر صدیوں زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہے

"راشد نے نعمان سے کہا کہ میں کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں"

ہرگز زندگی نہیں۔ زندگی ہے ایک جانفروش آزادی پرست مجاہد کی جو انسانی ہمدردی کے لئے اپنے خون سے خشک میدانوں کی ریت کو خنک اور رنگین بناتا ہے۔ زندگی ہے ایک حقیقی قائد کی جو اسٹیج پر آکر قوم کی زندگی کے لئے گولیوں کی بارش اپنے دردمند سینے پر لیتا ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے زندۂ جاوید ہو جاتا ہے مگر ..... "وہ رُکا صرف ایک لمحے کے لئے اور اس نے پہلے سے زیادہ جوش میں آکر کہنا شروع کیا:۔

"نعمان: آج مجھے معلوم ہوا کہ صنوبر طلعت کہانتک سچ کہتی تھی۔ اور آج مجھے اُسکی وہ پیشینگوئی جو اُس نے تمہاری سخت ظالمانہ جدت آگین فطرت اور بے پناہ عرش بوس ذہنیت کا اندازہ لگا کر ایکدن سمندر کی سیر کرتے ہوئے کی تھی۔ جبکہ تم نے اسکی برسوں کی محبت کو بے نوازے جھڑک دیا تھا اُس نے کہا تھا کہ "نعمان کی موت بھی اسی کی طبیعت کی طرح فطرت کی ایک ظالمانہ جدت ہوگی اور وہ اپنی کامیاب زندگی کو اپنے ہاتھ سے تباہ کریگا۔ اسکی اُلجھی ہوئی ذہنیت اس کی موت کا پیش خیمہ ہے"۔ اِس میں شک نہیں "راشد نے کچھ لہجہ کو تبدیل کرتے ہوئے کہا" کہ صنوبر طلعت کی اس پیشینگوئی میں اسکے ذاتی جذبات کی بہت کچھ روشنی ہے مگر ....." راشد یہیں تک کہنے پایا تھا کہ نعمان ہنسکر بولا:۔

"طلعت دنیا کی بیوقوف محبت پرست عورت میرے متعلق کیا رائے قائم کر سکتی ہے۔ طلعت وہی طلعت جو کبھی میرے قصرِ جمال کی چوکھٹ پر آکر محبت کی بھیک مانگا کرتی تھی۔ اور کیا وہی طلعت جسکی ذہنیت کی پرواز تخیل محبت تک محدود رہی میرے متعلق یعنی اسکے جو موضوع پر حکمرانی کرتا ہو۔ کیا رائے قائم کر سکتی ہے"۔ راشد سگار کا ایک طویل کش لیکر چونکا اور اس نے کہا "اوہ میں نے بہت وقت ضائع کر دیا۔ مجھے اپنے ضروری کام کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اس نے راشد کیطرف اندیشہ نگاہ سے دیکھا گویا وہ اسکا دلی مقصد سمجھ گیا ہو اور بولا "اچھا راشد خدا حافظ غالباً تم جانا چاہتے ہو یہ کہکر اُس نے بٹن دبایا اور سیاہ دیوار اُسی مخصوص جھنکار کے ساتھ یکطرف ہٹ گئی۔ راشد جو اسکی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھ رہا تھا یا سمجھنے کی کوشش نہ کر رہا تھا۔ ایک ہمدردانہ رنج کے ساتھ محل گاہ سے روانہ ہو گیا۔

(۴)

راشد کے چلے جانے کے بعد نعمان نے اس طرح اپنے کوٹ کو اُتار کر پھینکا۔ گویا وہ اُسکے جانے کا انتظار ہی کر رہا تھا اس نے خود ہی آسودگی سے ہانپتے ہوئے کہا: "میرے دماغی ارتقا کے عروج کو عمومی انسان نہیں سمجھ سکتے۔ یہ خود میری غلطی ہے کہ میں دقتوں کو معقول خیال کر بیٹھتا ہوں"۔ یہ فقرہ ختم کرنے کے بعد وہ بیہوش لڑکی کے پاس آیا اور اس نے ایک بے اندازہ مسرت سے کہنا شروع کیا "مبارک! جاگ! میرے ارادہ کی آخری منزل جاگ" میرے تجربہ کی منتہا، میری امیدوں کی بالکل آخری روشنی اور میری

بادداں زندگی کی آخری تدبیر! جاگ!" یہ کہتے کہتے یکایک وہ رُک گیا۔ اُس کے ہر انداز سے وحشت برس رہی تھی۔ اسکی آواز میں تلاطم نعنے کی سی ہیبت پیدا ہو چلی تھی۔ اُس نے کہا: "تجھے میں ہی جگاؤنگا" وہ جھکا اور بے ہوش لڑکی کے نتھنوں کے قریب ایک چمکدار شیشی لے گیا۔ دو منٹ کے بعد اس نے وہ شیشی ہٹالی بے ہوش لڑکی کے جسم میں جنبش پیدا ہوئی۔ اور کچھ سیکنڈ کے بعد اُسنے آنکھیں کھولدیں نعمان نے ایک مہیب تبسم کے ساتھ پیمانہ نما گلاس جسمیں اس نے دوا تیار کر کے ابھی رکھی تھی۔ اُٹھایا اور لڑکی کے خوبصورت لبوں کے قریب جو اسوقت کافی غیر جاذب تھے۔ لیجا کر کہا۔ "پی جاؤ۔ شہد کی مکھی سے زیادہ میٹھی نگاہوں والی لڑکی پی جاؤ۔" وہ کچھ زیادہ مسکرایا اسکی اس مسکراہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسوقت کوئی کام خود نہیں کر رہا۔ بلکہ ایک غیر محدود جنون اسپر طاری ہے۔ جو ہر کام انجام دے رہا ہے۔ اس نے پھر کہا "پی جاؤ۔ تم تو بہت کمزور ہو گئی ہو؟" لڑکی نے گلاس منہ سے لگایا۔ اور جلدی سے پی گئی۔ گلاس چھوٹی میز پر رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "میری ماں کہاں ہے" نعمان کے چہرہ پر ایک تھرتھراہٹ نمایاں ہوئی۔ ایسی تھرتھراہٹ جو قلب کے لرزنے سے چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس نے کہا "تمہاری ماں، ایک کمرہ میں پڑی سو رہی ہیں اور چار دن کے بعد تم سے ملینگی" یہ کہکر اُس نے دوسرا گلاس لڑکی کو دیا۔ "تو یہ بھی پی جاؤ" لڑکی نے کہا "یہ میں کیوں پیوں" اور پہلے سے زیادہ پریشان ہو کر اس نے کہا "ڈاکٹر میری ماں کہاں ہے"۔

نعمان جو لڑکی کو اپنے تجربے کے شوق سے، شوق سے نہیں جنون سے بھری ہوئی نگاہوں میں جذب کر لینا چاہتا تھا مکالمہ کو میز پر رکھتے ہوئے اور ایک بڑی نلکی اُٹھاتے ہوئے لڑکی سے بولا "تم جانتی ہو؟ تمہیں معلوم ہے؟ یہاں تمہاری قسمت تمہیں کیوں لائی ہے"۔ اسکی آنکھیں نکل پڑیں۔ اس نے نلکی کا رُخ لڑکی کے منہ کیطرف پھیر دیا جسمیں سے ایک لطیف مگر زہریلا مادہ خارج ہونے لگا۔ لڑکی تمام ہال میں بھاگی بھاگی پھر رہی تھی اور اس کے تعاقب میں ایک بزدل شکاری کی طرح نعمان نلکی کا رُخ قایم کئے ہوئے دوڑ رہا تھا۔ آخر لڑکی ایک گوشہ میں تھک کر کھڑی ہو گئی۔ نعمان نے نلکی کو اسکے منہ سے لگا دیا۔ اور لڑکی کچھ لمحے کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

نعمان نے نلکی کو تیزی سے دور پھینک دیا۔ وہ جلدی سے لڑکی کو اُٹھا کر شیشے کے مکان میں لے گیا۔ اور بند کر دیا۔ وہ چلایا "کیا کوئی شک ہے۔ میں نے آج روح کو یقینی گرفتار کر لیا اسکے چہرہ پر بے انتہا پسینہ تھا۔ اسکی آنکھوں کی سرخی سے قاتلانہ انداز ٹپک رہے تھے۔ اسکے لمبے اور دراز بال پریشان ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسکی بڑی بڑی خونخوار آنکھیں جنکے سواد خونین سے فضا رنگین ہوئی جاتی تھی۔ اور پھیل گئیں اور انکی رفتار گرفت دگی سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کھلتے کھلتے یا تو تمام ہال کو گھیر لیں گی یا پھٹ جائیں گی۔

تھوڑی دیر کے بعد نعمان ایک وحشتناک انداز سے

پیچھے ہٹا، کیونکہ شیشے کے قید خانے میں لڑکی ایک آخری سانس لے رہی تھی۔ ایک اُلجھے ہوئے کرب کے بعد لڑکی کے جسم کو ایک جھٹکا لگا۔ ایک آواز پیدا ہوئی۔ ایسا جھٹکا جیسے گہری نیند میں محبت کرنے والے جسموں کو لگتا ہے۔ اور ایسی آواز جو کسی یونانی دوشیزہ کے ہاتھ سے بلوریں فرش پر دلربا بربط کے یکایک گرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

نعمان پر اسوقت ایک عجیب حالت طاری تھی۔ وہ کبھی آگے بڑھتا تھا۔ کبھی پیچھے ہٹتا تھا۔ یکایک اُس نے دیکھا۔ شیشے کے مکان میں ایک لطیف غبار گردش کر رہا ہے۔ اس نے کہنا چاہا "روح" مگر وہ نہ کہہ سکا۔

نعمان، روح۔ مذہب، اور ایسی ہی تمام باتوں کو انسانی تعقل کی کمزوری سے بنی ہوئی بالکل مصنوعی شے خیال کرتا تھا اور کبھی کسی کے خیال سے اُسکے دل میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی لیکن اسوقت جبکہ وہ اپنے شیشے کے مکان کے مستحکم اور چمکدار احاطہ میں روح کو گرفتار دیکھ رہا تھا۔ اسکی حالت ایک ڈرپوک اور بیباد شیر کی سی تھی اور یہ حالت ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصہ میں اس پر بالکل مستولی ہوگئی تھی۔

آخر وہ کانپتا ہوا دل کی بُزدل حرکتوں کے ساتھ روح کو دیکھنے کے لئے شیشے کی دیوار کے قریب آیا۔ اس طرح قریب آیا جیسے وہ کسی مکان میں نقب لگانا چاہتا ہے۔ کسی کا گلا گھونٹنا چاہتا ہے۔ یا دوسری صورت میں اسکے آنے کی نوعیت اس طرح بیان کی جاسکتی ہے کہ وہ شیشے کی دیوار کے قریب اس طرح آیا۔ گویا وہ عدالت میں کسی ایک ظالم چور ایک سیاہ باطن ڈاکو کی اور ایک جفاشعار قاتل کی حیثیت سے پیش ہونے والا ہے۔ وہ اسی حالت میں دیوار کے قریب پہنچگیا۔ اور جب وہ اپنی پھٹی ہوئی آنکھوں سے گردش کرتے ہوئے دھوئیں میں کسی صورت کو مرتسم کرنا چاہتا تھا۔ ایک فلک شکن دھماکے کی آواز پیدا ہوئی۔ دبیز شیشے کا مکان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑ گیا۔ الماریاں اُلٹ گئیں۔ تمام شیشے کے آلات چور چور ہو گئے۔ تمام زہریلی گیسیں اور آتشین مادے پھیل گئے اور ٹھیک اسوقت جبکہ نعمان اپنے حریص آنکھ پیوست ہو جانیوالے شیشے کے کوکیٹھ نکالنے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھا۔ ایک گرم رَو دوڑی اور تمام ہال فضا میں شعلہ کی طرح اُٹھتا ہوا نظر آنے لگا۔

ساغر نظامی

معیار

پیغامِ اسلام یہ ایک قومی اور مذہبی نظم ہے۔ جو مولانا محمود اسرائیلی کے ذہن حساس کا ایک دردناک نتیجہ ہے۔ مولانا محمود اسرائیلی ملک کے مشہور شاعر ہیں۔ مگر اُن مخصوص اور مشہور شعراء میں سے نہیں۔ جو ایک عمر گزر جانے کے بعد بھی اپنی فرسودہ غزلگوئی کو حدیثِ شعر سمجھکر ایک ابدی پندار میں مبتلا ہیں۔ بلکہ محمود شعراء کے اُس مخصوص طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو دنیا کی ہر چیز کو شاعرانہ نگاہ کے ساتھ ساتھ حکیمانہ نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھتا ہے۔ اور جس کا دل محض شاعرانہ مستی سے ہم آغوش نہیں۔ بلکہ مذہب، قوم، ملک اور انسانیت کے درد سے بھی معمور رہے۔

ہندوستان کی موجودہ شاعری اب تک جن اثرات کے تحت سانس لیتی رہی۔ شک ہے کہ وہ اثرات کافی مدت تک فنا ہوتے جارہے ہیں اور اُمید ہے کہ اُردو شاعری کچھ سال کے بعد ایک مفید اور نازک چیز بن سکیگی۔ تاہم ابھی ہماری شاعری میں وہ قدیم ترین رنگ جو تصوف اور جذبات کے امتزاج سے پیدا ہوگیا ہے۔ باقی ہے۔ اگر کوئی شاعر فلسفۂ الٰہیات پر کچھ لکھتا بھی ہے۔ تو اُسکی نظم یا شعر میں اسی رنگ کے جلوے ہوتے ہیں۔ لیکن مشرقی ذہنیت کی رفتارِ ترقی سے یہ اندازہ ہو رہا ہے۔ کہ مستقبل قریب میں بہت جلد یہ کمزور عنصر خود بخود حذف ہو جائیں گے۔

"پیغامِ اسلام" دراصل مذہبی اور قومی احساسات سے لبریز ایک دردناک "خطبۂ فریاد" ہے۔ پہلے بند میں مسلمانوں کو ان کی بربادی پر غیرت دلائی گئی ہے۔ تیسرے بند میں الہامانہ طریقہ سے جذبات کو ابھارا گیا ہے۔ اور یہی وہ جوہر ہے۔ جو میں ہر نظم میں ضرور متجلی دیکھنا چاہتا ہوں۔

اسکے بعد کے بندوں میں اشارات ہیں کہ مسلمانوں کی ترقی کس درجہ محیط تھی۔ وہ کیسے کوہ شکن بہادر تھے۔ اور اُنہوں نے دنیا میں کیا کیا کارنامے چھوڑے ہیں۔ ایک ٹیپ کا آخری مصرع جسمیں لکھا ہے کہ شاعری، نثر نگاری، عشق و حسن کے جذبات یہ سب مسلمانوں کے رنگین قلم کی شاداب تحریریں ہیں۔ لاجواب ہے۔ مولانا کہتے ہیں مصرع:-

سب کہاں؟ دل سے کچھ اُتری ہوئی تصویریں ہیں

"سب کہاں" اور "کچھ" غالب کے بعد اگر کسی نے کامیاب طریقے سے استعمال کیا ہے۔ تو وہ مولانا محمود ہیں۔ اِس مسدس (نظم) کے تیس بند ہیں اور تقریباً سب اچھے ہیں۔ میں ناظرین سے بدرجۂ غایت سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس چھوٹی سی نظم کو جسکی تعلیم بھی کافی جمیل ہے۔ ضرور دیکھیں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ وہ ضرور اس کے مطالعہ سے لطف اندوزی کے ساتھ ساتھ ایک حرّیت آگیں جذبۂ صحیح بھی حاصل کر سکینگے۔

نمائش

یہ رسالہ حیدرآباد دکن سے میرے محترم دوست مرزا رفیق بیگ صاحب کی ادارت میں شایع ہوتا ہے مرزا رفیق بیگ صاحب ایک سُلجھے ہوئے مذاق کے نہایت نفیس طبع انسان ہیں۔ حیدرآباد میں آپ نے سرخ اور نیلی سیاہی کا عظیم الشان کارخانہ قایم کیا ہے۔ جو نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

نمائش کے متعلق میں بہت دنوں سے اپنی رائے محفوظ رکھتا تھا اور چاہتا یہ تھا۔ کہ کسی خاص نوعیت سے ظاہر کروں مگر معزز مرزا صاحب کے اصرار نے مجبور کر دیا اور میں مجبور ہو گیا۔

نمائش حیدرآباد سے نکلے ہوئے رسالوں میں سے ایک زندہ سائنٹیفک، تجارتی، صنعتی اور حرفتی رسالہ ہے اور اسکے مخصوص موضوع صنعت و حرفت ہیں۔ جو غالباً پانچ سال سے نہایت کامیابی کے ساتھ شایع ہو رہا ہے۔ اسمیں علاوہ سائنٹیفک اور تجارتی مضامین کے ملک کے مشہور شاعر مصور فطرت مولانا جوشؔ ملیح آبادی رکن دارالترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی کے جذبات عالیہ بھی شایع ہوتے رہتے ہیں۔

میں مرزا صاحب کی کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اور معزز ناظرین سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ ضرور "نمائش" کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوں۔ اور معلومات میں اضافہ کریں۔

رہنمائے تعلیم

لاہور کے تعلیمی رسالوں میں ایک ممتاز رسالہ ہے۔ اسکے ایڈیٹر مسٹر لچھمی، دیوی رتی۔ بی اے بی ٹی ہیں۔ جنکی ذکاوت اور علمی ذوق کا مظاہرہ "رہنمائے تعلیم" کے صفحات کرتے رہتے ہیں۔ معاونین مدیر بھی قابل اور ترقی تعلیم کے روشن خیال دلدادہ معلوم ہوتے ہیں۔ اسوقت میرے سامنے اس رسالے کا مئی نمبر ہے۔ جبلّاتِ اطفال چودھری محمد حسین صاحب بی اے بی ٹی کا مضمون بہت خوب ہے۔ تاریخ جغرافیہ لالہ رام لبھایا ساہنی بی اے بی ٹی کا مضمون بھی ضروری اور کارآمد ہے۔

اور باقی اکثر مضامین تعلیمی اشارات میں ڈوبے ہوئے کام کرتے نظر آتے ہیں۔ رسالے کو دلچسپ کہانیوں اور مختصر ادبی مضامین سے بھی جاذب توجہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ "انگوٹھی کی جدائی" کے عنوان سے طبیعہ خانم اور مصطفےٰ کمال پاشا کے متعلق چھوٹی سی کہانی خوب ہے۔

بچوں کے لئے اور مدرسین کے لئے یہ رسالہ بیحد مفید ہے۔ اور ادبی ذوق رکھنے والے حضرات بھی اس سے کافی لطف اندوز ہو سکتے ہیں

اخبارِ تعلیم لاہور یہ اخبار تمام ہندوستان کا واحد تعلیمی ہفتہ وار اخبار ہے۔ اسکے قابل مدیر میرے محترم دوست منشی طالب علی پابند قریشی اور اسسٹنٹ ایڈیٹر بخشی جگت رام آنند بی اے ایل ٹی ہیں۔ میں بغیر خوف تردید نہایت زور کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ "اخبار تعلیم" نے ہندوستان میں ایک جدید شاہراہ بنائی ہے۔ اور وہ اپنی بنائی ہوئی شاہراہ پر نہایت کامیابی کے ساتھ گامزن ہے۔ اخبارِ تعلیم مدرسوں، طالبعلموں اور بچوں کے لئے معلومات کا ایک قیمتی مجموعہ ہے۔ اور اسکی ترتیب میں کافی سے زیادہ سنجیدگی رکھی گئی ہے جس سے ناظرین کی نگاہیں اس کے صفحات پر جم کر رہ جاتی ہیں۔

اس کا ایک عنوان جلی "رفیق نسواں" عورتوں کے لئے نہایت آسانی پیدا کرنے والی چیز ہے۔ اور جسکے تحت میں مختلف طریقے سے خانہ داری کے متعلق اشارات و معلومات درج کی جاتی ہیں۔

اخبار تعلیم میں بچوں کا اخبار "رفیق الاطفال" بھی شامل ہے جو چھوٹے بچوں کے لئے نہایت مفید چیز ہے اس میں محکمۂ تعلیمات پنجاب Punjab Educational Gazette کی خبریں بھی نہایت تصحیح کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ غرضکہ "اخبار تعلیم" حقیقت میں ملک کا بھی خیر خواہ ہے اور وہ ملک و قوم کی خدمت کر رہا ہے اس کا اندازہ کچھ اسکے مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ میں بھی آپ کو رائے دیتا ہوں کہ آپ ضرور اس اخبار کو دیکھیں۔

ایڈیٹر

کتب منقودہ کے متعلقات کی تفصیل

کتاب	مصنف - مدیر	تقطیع	صفحات	قیمت	کتابت و طباعت	اشاعت گاہ
پیغام اسلام (نظم)	مصنفہ مولانا محمد اسرائیلی	چھوٹی	۳۲	۲	نفیس اور روشن	متدن بک ایجنسی ٹیلا محل دہلی و رویش پریس دہلی۔
نمائش (رسالہ)	مرزا محمد رفیق بیگ صاحب	۲۰×۳۰	۳۲	سالانہ (بیرونی) ۲ طلبا سے (بیرونی) ۱	معمولی	سرکار ظلم جاہی نمائش آفس۔ حیدر آباد، دکن
رہنمائے تعلیم (رسالہ)	مسٹر لچھمی چند ودیالنکار بی اے	۲۰×۳۰	۷۴	سالانہ قیمت لکھی نہیں	معمولی	رام گلی بلڈنگ نمبر ۵ لاہور (دفتر رہنمائے تعلیم)
اخبار تعلیم لاہور (ہفتہ وار)	مولانا منشی طالب علی پابند قریشی بی اے ایل ٹی	۲۳×۱۸ ۴	۲۶	سے سالانہ	روشن اور صاف	دفتر اخبار تعلیم "انارکلی" لاہور۔

نسائیات

خلاصۃ الباب :-

(۱) سکوت شام (نظم) - سلطانہ اقبال

(۲) عرب اور انگریز شاعر عورتیں - ایڈیٹر

(۳) تو پھر کیوں عورت خاموش ہے؟ سلطانہ اقبال

سکوتِ شام

اے سکوتِ شامِ صحرا! ساحرِ طائر فریب
سُرخیٔ خونِ شفق سے ہے تری محفل کو زیب

ساقیٔ مے خانۂ صہبائے مدہوشی ہے تُو
صاحبِ سجّادۂ درگاہ بیہوشی ہے تُو

سو گیا ہے فتنہ گردوں تری آغوش میں
کیا خبر کیا سحر پھونکا تو نے اسکے گوش میں

ذرّہ ذرّہ کائناتِ دہر کا مسحور ہے
نشۂ چشمِ فسوں گر سے ترے مخمور ہے

موجِ دریا کو دیا ہے تو نے پیغامِ سکوں
پی کے تیرا جام وہ بھی ہو گئی ہے سرنگوں

بحر کی شوریدگی ساحل پہ تن کر سو گئی۔
تیرے بحرِ خامشی میں موج بن کر سو گئی

سو رہی ہے ساری دُنیا کیف کی آغوش میں
شمع روشن ہے سوادِ محفلِ خاموش میں

سلطانہ اقبال

شعرالحرم

عرب اور انگریز شاعر عورتیں

آجکل مسلمانوں کے بعض طبقوں میں عورتوں کی شاعری اور مضمون نگاری پر ایک عام جذبۂ مخالفت پھیلا ہوا ہے۔ مگر یہ کوئی اہم بات نہیں۔ کیونکہ جب کسی قوم کی تہذیب، جب کسی قوم کا تمدن اُسکی نگاہوں سے غائب ہوجاتا ہے یا یوں کہئے کہ جب کوئی قوم اپنی تہذیب اور تمدن کو اپنے ہاتھوں سے فنا کردیتی ہے تو اُس کا یہی حال ہوتا ہے۔ جو آج برباد اور تباہ مسلمانوں کا ہے۔ عورتوں کی شاعری یا مضمون نگاری کو قوم کے وہ "طفل نما افراد" برا کہہ رہے ہیں۔ جو بذات خود اس موضوع کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ بلکہ یوں خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اس موضوع کی اہمیت سمجھنے کے اہل ہی نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں آپ کی عورتیں کیا شاعر ہیں۔ کیا ادیب ہیں۔ اور ان کا ادبی وعلمی مذاق درجہ ہی کیا رکھتا ہے! آج بھی جب کہ دنیا کی ہر چیز عوام کی نگاہ میں ایک انتہائی نقطۂ ارتقا پر ہے۔ ہندوستانی عورت کی ذہنیت نے کوئی ترقی نہیں کی۔ ذیل کا تذکرہ آپ کو بتائیگا کہ سینکڑوں سال قبل جب کہ موجودہ تمدن اور تہذیب کی تاریکی، وحشت سے جہان معمور نہ تھا۔ اسوقت بھی دنیا خصوصاً اسلامی دنیا میں ایسی ایسی زبردست عورتیں گذری ہیں جنکی ذہنیت، قابلیت اور پرواز خیال بڑے بڑے مردوں کو متحیر کردیتی تھی۔ وہ بزرگ جو عورت کو شاعر کے لباس میں دیکھکر آنکھیں بند کرلینا چاہتے ہیں۔ شائد (شاید کیا) یقیناً اس تذکرہ میں بہت سی باتیں دیکھکر حیران ہونگے۔ کیونکہ اسمیں بتایا گیا ہے۔ کہ شارع اعظم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور اکثر متعلقات شاعر تھیں۔

میں فروری ۱۹۲۲ء میں بھی نہایت صاف طریقے سے عرض کرچکا ہوں۔ اور اب پھر دہراتا ہوں کہ ہندوستان کی باذوق خواتین نے اپنی شاعری اور لٹریچر کا جو معیار قائم کیا ہے وہ بھی حقیقتاً کسی نوعیت سے مفید و خوشگوار ہیں

خواتین پر ہی منحصر نہیں۔ اُردو شاعری کا جو عالم معیار ہے وہ ایک حد تک بہت غلط اور لغو ہے۔ اور غالباً اسکی تصحیح اُسوقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کہ غزل کے غلط و جذباتی تاثرات ہماری ذہنیت سے فنا نہ ہوجائیں

خواتین کی شاعری کو ہم پر کیا اثر کرنا چاہیئے؟

یہ اثر کرنا چاہیئے۔ کہ اگر ہم کوئی کام نہ کر سکتے ہوں تو کرنے لگیں۔ اگر ہم سمندر کی تہ تک نہ پہنچ سکتے ہوں تو پہنچ جائیں۔ اگر ہم آسمان کو نہ چھو سکتے ہوں تو چھو لیں۔ اور اگر ہم میں زندہ رہنے کی اہلیت نہ باقی رہے۔ تو ہم اُن کے شعر سنکر کچھ دیر زندہ رہ سکیں۔ شعر کی تعریف لوگوں نے غلط سمجھ رکھی ہے۔ "شعر" محبت کے وجدانی ذکر کا نام نہیں۔ شعر سے صحیح مراد ہے "جذبات و احساسات انسانی کو اُبھارنے والا"۔ اور جذبات و احساس کی ہزاروں نوعیات ہیں۔

شعر میں انسانوں کے لئے ایک جذبۂ عمل، ایک جوش، ایک زندگی، ایک ابھار، اور ایک پیغام ہونا چاہئے۔ اس پیغام کے تحت میں شاعرانہ مستی جائز ہے۔ مگر اُس مستی میں بھی ایک سپرٹ ہونی چاہیئے۔ جو ہم میں استعداد عمل کی ایک بے پایان روح پھونک دے۔ عورتوں کی شاعری، قومی، ملکی، مذہبی، اخلاقی اور حریت آگین ہونی چاہیئے۔ اور میں شاعری کی اس تعریف کو محدود کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ ہر شاعر کو شاعرانہ جذبات کی پرورش "آج" اسی معیار تاثرات کے سایہ میں کرنی چاہیئے۔ اگر ہم میں غلامی، بربادی، تباہی اور زندگی کی تمام ایسی ہی ذلیل عادتیں پیدا ہوگئی ہیں۔ تو عورتوں کو اسکا بالکل حق ہے کہ وہ جائز طریق سے ہمیں بیدار کریں۔ اُٹھائیں اور ہمیں زندہ رہنے کے قابل بنادیں۔ لیکن ہم یہ کسی حالت میں نہیں سننا چاہتے۔ کہ حال میں تو ہے۔ بال میں تُو ہے۔ خال میں تُو ہے۔ جال میں تو ہے، گال میں تو ہے۔ (کہے چلے جایئے) اور جدھر بھی دیکھتی ہوں۔ تو ہی تو ہے"۔

بعض شاعروں نے تصوف کو بچوں کا کھیل خیال کر کے شاعری میں، اسکی ایسی مٹی خراب کی کہ تو یہ اور مٹی ہی خراب نہیں کی۔ بلکہ ایک غلط راستہ قائم کر گئے۔ جسپر وہ لوگ جنہیں اپنا راستہ بنانے کی اہلیت نہ تھی۔ گامزن ہوئے۔ اور اس طرح اس سلسلے نے قائم ہوکر شاعری کی دنیا میں ایک بدعت غیر مفہوم کی بنا ڈالی۔

خواتین بھی اسی بدعت غیر مفہوم میں مبتلا ہوگئیں۔ کیونکہ جب کوئی صوفیانہ غزل کہنی ہوتی ہے۔ تو کچھ سوچنا نہیں پڑتا (عوام اور بعض خاص لوگوں) کے نقطۂ نگاہ سے تو ہر وہ چیز تصوف ہے۔ جو سمجھ میں نہ آئے۔ اور حاصل نہ ہوسکے۔

اب میں معزز خواتین سے (اگر انہیں یہ نوٹ پڑھکر کوئی تکلیف ہوئی ہو) معافی چاہتا ہوں میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ انہیں شاعرہ اور لفظ "شاعر" کے تمام ترتیط معنوم کے ساتھ بننا چاہیئے۔ یعنی ایک شاعر کی شان سے اُٹھنا اور ادیب کی شان سے زندہ رہنا چاہیئے +

ایڈیٹر

عرب شاعر عورتیں:-

آمنہ

یہ عتیبہ بن حارث بن شہاب کی جو بنی تمیم کا ایک فلک تاز شہسوار گذرا ہے۔ عرب بیٹی تھی۔ عتیبہ عرب کا ایک زبردست بہادر تھا۔ "یوم الغبیط" "یوم الخطط" اور "یوم النفو" کے عظیم الشان معرکوں میں اُس نے اپنی بہادری اور جوانمردی کے حیرت انگیز کارنامے سے بڑے بڑے بہادروں کو حیران کر دیا تھا۔

جب وہ اپنی زندگی کی آخری لڑائی میں "بنی قیم" کا مال واپس لے کر اندھیری رات میں بالکل تنہا میدان جنگ سے اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا۔ تو اسکے ایک دشمن یربوعی ذواب بن ربیعۃ الاشتر نے اس پر ایک تیر چلایا۔ جو عتیبہ کے حق میں پیوست ہوگیا۔ عتیبہ فوراً گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد اُسکے بیٹے ربیع نے اُس کے قاتل کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اور آمنہ نے اپنے باپ کی موت پر یہ دردانگیز بشعر کہے۔ وہ اپنے باپ کا سوگ مناتی ہے:-

ترُوحنا من اللعباء عصرا	ہم لعباء شام کو چلے
فاعجلنا الا لاهة ان تؤوما	سورج غروب ہونے سے پہلے۔
علی اُمّ ابن مینة فادفیاہُ	ابن اُمیہ جیسے شخص پر (اسکی منادی کر دینا)
نشق نواعم البشر الجیوبا	نازک مزاج عورتیں گریبان چاک ہیں
وکان ابی عتیبة شمریا	ابو عتیبہ ہر کام میں مستعد تھا۔
ولا تلقاہُ یدخر النصیبا	کبھی تو نے اس کو مال جمع کرتے نہ دیکھا ہوگا

انگریز شاعر عورتیں

انگلس

۲۰ اکتوبر ۱۸۰۹ء کو (لارگرائٹ میکسول سنکوار) میں پیدا ہوئی اور ۱۴ دسمبر ۱۸۴۳ء میں بمقام اڈنبرا اس کا انتقال ہوا۔ شاعری انگلس کا فطری ذوق تھا۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بچپن سے شعر کی طرف مائل تھی۔ اور اسکی فطرت شاعری کی ملہمانہ کیفیت سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی۔ اور اُسکی خوش قسمتی سے اسوا علی تعلیم بھی لگگئی جس نے اسکے ذوق شعری کی تکمیل کو آسان تر کر دیا۔

انگلس کی نظمیں نہایت پُرجوش۔ صاف لطیف اور اکثر انجیلی موضوعات پر ہوتی ہیں۔ اس نے اپنی نظموں کا سب سے پہلا مجموعہ ۱۸۳۸ء میں شائع کیا۔

نیشنل انسائیکلوپیڈیا

اوپائی

ایک مشہور شاعرہ تھی جو ۱۸۰۶ء میں ناروچ میں پیدا ہوئی۔ اور ۱۸۵۸ء میں انتقال ہوا۔ اوپائی کی کامیاب خوش قسمتی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اس نے

ضروباً بالیدین اذ شملت — بہادری کی بات دیکھا تھا جبکہ بیافرشتہ ہوتی تھی
عوان الحرب لاورعا ھیرما — جنگ سخت اور ڈپوک نہ تھا۔
(ریاض)

اُختُ النّصر

زمانہ جاہیت کی ایک برق بیان شاعرہ اور عرب کے مشہور شاعر نضر بن حارث کی بہن تھی۔ اس کا ایک شعر "باب الانصاف" میں موجود ہے:-

الوھب الالف لایبغی بھا بدلا — ہزاروں بخشتا ہے لیکن بدلا نہیں چاہتا۔
الا الٰہ ومعروفاً بہ اصطنعا — سوائے اللہ کے (نبی سبیل اللہ بخشتا ہے)
(حماسہ)

آمنہ

عرب کے مشہور شاعر عبداللہ بن عبیداللہ ابن دمنیہ کی دوسری بیوی تھی۔ ابن دمنیہ پہلی صدی ہجری کا ایک باکمال اور نغز گو شاعر تھا۔ لیکن آمنہ کی شاعرانہ عظمت بھی ابن دمنیہ کی عظمت سے کسی طرح کم نہ تھی۔ آمنہ اور دمنیہ میں خوب خوب مشاعرہ ہوتے تھے۔ ایک دن آمنہ نے چند شعر فوراً ہی کہکر دمنیہ کو سنائے۔ اس نے کہا:-

وَانت الذی اخلفتنی ما وعدتنی — تو وہ شخص ہے کہ تو نے وعدہ خلافی کی
واشمت بی من کان فیک یلوم — اور ملامت کرنیوالوں کو مجھ پر ہنسایا۔
وابرزتنی للناس ثم قتلتنی — لوگوں کے تیہائے ملامت کا مجھے
لھم عرضاً ارمی وانت سلیم — نشانہ بناکر آپ سلامت بیٹھا رہا۔
فلو کان قول یکلم الجسم قد بدا — اگر ملامت سے جسم پر زخم ہوتا ہو تو میرے
بجسمی من قول الوشاۃ کلوم — جسم پر اس سے بیشمار زخم پیدا ہو گئے ہیں
(خواتین)

اپنی نظموں کا مجموعہ ۱۸۳۸ء میں شایع کیا تو وہ اس درجہ مقبول ہوا کہ ۲ برس کے عرصے میں چھ بار چھپا اور پائی نسانہ نویس بھی تھی ۱۸۴۰ء میں اس نے چھ جلدوں میں ایک کتاب "سادی کہانیاں" شایع کی جو بیحد مقبول ہوئی۔ جسکے کئی ایڈیشن نکلے۔

(نیشنل)

اوکیف ایڈلڈ

ڈبلن کی مشہور قابل شاعرہ ہے یہ ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوئی اور ۱۸۸۲ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اوکیف نے اپنی زندگی میں ۴۴ نظمیں کہیں۔ جن میں سے اکثر اس کا ماسٹر پیس ہیں۔ وہ قصے اور ناول بھی لکھتی تھی "گشت ساحل" "شکستہ شمشیر" "ڈوڈی" اس کے ذہن رسا کا نتیجہ ہیں۔

(نیشنل)

ایڈی

یہ عورت نہایت مشہور شاعرہ اور قابل مضمون نگار تھی "نیو منتلی" (Monthly ... ۱۸۲۷ء) اور ٹرائولپن جریدوں میں اسکے پرجوش مضامین شایع ہوتے تھے ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۲ء تک ۸ جلدوں میں اس نے اپنی نظموں کا سلسلہ شایع کیا۔ اور آخر ۱۸۶۶ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

(نیشنل)

اروی

یہ بھی عرب کے زمانہ جاہلیت کی ایک شاعرہ ہے۔ حبابؔ کی بیٹی تھی۔ اپنے باپ کی موت پر اس کا ماتم کرتی ہے:

قل للاراھل وَ الیتامیٰ قد ثویٰ	رانڈوں اور یتیموں سے کہو کہ حباب گیا
فلتبک اعینھا لعقد حباب	اُن کی آنکھیں اسکو روئیں۔
اودیٰ بن کل مغاطر مبتلاد ہ	اپنی عزت پر جان مال قربان کرنے والوں کا
دمنعہ دھیا علی الاحساب	فرزند ہلاک ہو گیا۔
الرّاکبین من الامور صدورھا	اُن کے فرزند جو ہر کام میں شدید می کرنے کو
لایرکبون معاقد الاذناب	ذلیل نہ دیتے تھے۔

(ریاض)

اسماء

عرب کے ایک شخص عبداللہ کی بیٹی تھیں۔ جو قبیلہ بنی حذرہ سے تھا۔ اُس کا لچپ قول "لاعطر بعد عروس" (عروس کے بعد عطر نہیں) تمام عرب میں مشہور ہو کر ضرب المثل بن گیا ہے اور ایسے موقع پر کہ "ضرورت کے وقت بھی کسی چیز کو خرچ نہ کیا جائے" بولا جاتا ہے۔

اس قول کی تاریخ یہ ہے۔ کہ جب اسماء کا پہلا شوہر مرگیا تو اتفاق سے اُس کی دوسری شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی۔ جو نہایت گندہ دہن۔ بخیل اور غیر ظریف تھا۔

جب اسماء عقد کے بعد اپنے قبیلہ سے رخصت ہوئی۔ تو اسماء نے اپنے نئے شوہر سے اجازت مانگی کہ میں اپنے چچا زاد بھائی کی قبر پر جانا چاہتی ہوں۔ شوہر نے صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ وہ خود بھی اُسکے ساتھ گیا۔ اپنے بھائی کی قبر پر پہنچکر اسماء نے یہ مرثیہ کہا:۔

ابکیک یا عروس الاعراس۔	یا نغلبا فی اھلہ واسدا عند
اے عروسوں کے عروس میں تجھے روتی ہوں۔	تو گھر والوں میں لومڑی کی طرح نرمدل اور وقت جنگ شیر تھا

الباس مع الاشبا کالیلمہ الناس

کچھ اور بھی اوصاف تھے۔ جنہیں لوگ نہیں جانتے

ایڈم جین

یہ خاتون ایک جہاز ران کی لڑکی تھی۔ ۱۸۰۱ء میں کرافورڈ میں پیدا ہوئی۔ اور جب کہ اس نے ہوش ہی نہ سنبھالا تھا۔ اُس کا باپ مرگیا۔ جین کی بے کسی اور بے بدی نے اسکے احساس کو غمگین تو کیا لیکن کمزور نہیں کیا۔ وہ ایک امیر آدمی کے یہاں ملازم ہو گئی۔ اور اسکی لائبریری میں کتابوں کا مطالعہ کر کے تعلیم یافتہ بھی بن گئی۔ اور اس کی شاعری کی عمر یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

۱۸۳۴ء میں مسز ڈاڈینڈ نے اسکے منتشر نظموں کو جمع کر کے شائع کیا۔ جین کی نظموں میں اسکی بہترین نظم "سانگ آف دی مرز ذالیف" نہایت کامیاب مشہور اور اعلےٰ نظم ہے۔ یہ اتنی کامیاب اتنی مشہور اور اتنی اعلےٰ ہے کہ جین کی طرف منسوب کرتے ہوئے شک ہوتا ہے۔

جین نے کرافورڈ برج کے پاس تعلیم نسواں کے لئے ایک مدرسہ بھی بنایا اور کافی مدت تک وہاں

شیکسپیئر ین لٹریچر کی عورتوں کو تعلیم دیتی رہی۔ اسے رچارڈسن کی نظم (کلیریسن) بہت پسند تھی اور اس قدر پسند تھی کہ ایک دفعہ اس نے اسکول کو ۴ دن تک بند رکھا اور پیدل لندن جا کر چارڈسن سے ملی۔ اسکی عمر کا آخری حصہ فراغ گزرا۔

اُسکے شوہر نے کہا۔ اسمار عروس میں وہ کونسی سنات جمیل تھیں۔ جنہیں اور کوئی نہیں جانتا۔ اسمار نے جواب میں یہ فی البدیہہ شعر کہا:

كان عن الهمة غير نعاس — اُس کی ہمت میں تغافل نہ تھا

وَ يعمل السيف جميعات باس — اور وہ لڑائی میں تلوار چلاتا تھا۔

اس کے بعد اسمار نے یہ مدحیہ اشعار پڑھے:۔

يا عروس الاعز و الأذهر — الطيب الخيم الكويم المحضر

اے محبوب ترین روشنیوں کے — پاک سیرت نیک صورت

مع اشياله لا تذكر

اُن اوصاف کیساتھ جن کا اب ذکر بھی نہیں کیا جاتا

اسمار کے شوہر نے پھر دریافت کیا۔ آخر وہ کونسے اوصاف عجیب ہیں۔ جن کا اب ذکر بھی نہیں کیا جاتا! اسمار نے نہایت بے ساختہ طور پر جواب دیا

كان عيوفا للحنا، و المنكر — طيب النكهة غير ابخر

وہ کراہیت کرتا تھا بدکاری اور نواہی سے — لطیف نوشبو کا مالک گندہ دہن نہ تھا

السير غير ادعر

نرم دل تھا — بد مزاج نہ تھا

شوہر یہ سن کر بیحد شرمندہ ہوا، اور یہ سمجھ کر کہ اسمار اسکی گندہ دہنی اور سخت مزاجی کیطرف اشارہ کر رہی ہے۔ اُس وقت تو خاموش ہوگیا۔ مگر جب چلنے کا وقت آیا۔ تو اُس نے نہایت اصرار کے ساتھ کہا "اسمار اپنا عطردان لے چل"۔ اسمار نے جو اپنے نئے شوہر سے نہایت پریشان تھی۔ بے کیف ہو کر انکار کر دیا اور کہا:۔

"لا عطر بعد عروس"

(مجمع الامثال)

اور آخر ۱۰۶۸ھ میں اس "دلدادۂ ادب" خاتون کا انتقال ہوگیا۔

(نیشنل)

ایلیٹ جین

۱۷۰۴ء میں پیدا ہوئی اور ۱۷۸۱ء میں مری۔ یہ "منٹو" کے بیرے کی لڑکی اور بہت نفیس شاعرہ تھی اس نے ایک نظم "مقفل کے پھول" کہکر گنتاریہ شایع کی تھی جس کے مطالعہ سے لوگوں کو خیال ہوتا تھا۔ کہ یہ کسی پرانے مشاق شاعر کی نظم ہے۔ جین کی یہ نظم "مقفل کے پھول" بیحد مشہور ہے

(نیشنل)

ایلیٹ

یہ ایک انگریزی خاتون ہے جو ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئی۔ اور ایک مذہبی شاعرہ تھی اور یہ التجاء و دعانویسی کے لئے نہایت مشہور ہے۔ اسکی ایک نظم "ہفتے کے بھجن" اسدرجہ مشہور ہوئی کہ تقریباً چار ہزار کی تعداد میں فروخت ہوئی تھی۔ لیکن ایلیٹ کا وہ مشہور بھجن جو اُس نے ۱۸۳۴ء میں "جیسا کہ میں ہوں" کے عنوان سے شایع کیا۔ بیحد مقبول و مشہور بھجن ہے۔ ایلیٹ کو حیات جاوداں اسی کی بدولت ملی ہے۔ اس بھجن کے ترجمے دنیا کی ہر زبان میں پائے جاتے ہیں (نیشنل)

ام ابان

عرب کی ایک نہایت فصیح اور بلیغ شاعرہ تھی اور فرزدق شعرائے عرب کے مشہور ترین شاعر "مزاحم" بن عمر کی دائہ تھی۔ مزاحم کی تمام تر شاعری اُسی کی تربیت کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اُم ابان کو مزاحم کی تعلیم میں نہایت دلچسپی تھی۔ ایک دن مزاحم اپنے ایک عزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابن دھلیہ شاعر نے غضب آلود نگاہوں سے اُسے دیکھا اور برافروختہ ہو کر ایک پتھر مزاحم کے سر پر پھینکا جو اُسے لگا اور مزاحم ہلاک ہو گیا۔ مزاحم کی ماں اُم ابان کو جب اسکی موت کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنی قوم کو انتقام لینے کے لئے ان اشعار کے ذریعہ اُبھارا۔

باھلی و مالی بل بجل عشیرتی	آل و مال بلکہ سارے خاندان کی قسم
قتل بنی تیم بغیر سلاح	بنی تیم نے بغیر ہتھیار اُسکی جان لی ہے
فھلا قتلتم بالسلاح ابن اختکم	کاش تم اپنے بھانجے کو ہتھیار سے مارتے
فتظھر فیہ للشھود جراح	کہ اسکے زخم اسکے قتل کی گواہی دیتے
فلا تطمعوا فی الصلح ادمت حیۃ	پس جب تک میں زندہ ہوں اور مصعب
وما دام حیا مصعب وجناح۔	اور جناح زندہ ہیں صلح کا لالچ نہ کرنا

(خواتین)

اروی

یہ بزرگ خاتون عبد المطلب بن ہاشم کی بیٹی اور سردار دو جہان حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ جب عبد المطلب بن ہاشم کا وقت آخر آیا اور روح کے پرواز کرنے میں کچھ رہ گئے۔ تو عبد المطلب نے اپنی تمام بیٹیوں ام کلثوم۔ امیمہ۔ برّہ۔ حفیظہ عاتکہ۔ اور اروی کو اپنے قریب بلایا۔ اور کہا تم سب میرے مرنے کے بعد میرا مرثیہ کہو گی۔ لیکن کیوں نہ میری زندگی ہی میں میرا مرثیہ کہہ لو۔ تاکہ میں بھی سن لوں۔ کہ تم اپنے باپ کی طرف سے کیسے غمگین جذبات رکھتی ہو۔ چنانچہ اپنے باپ کے اشارہ کے مطابق ہر ایک نے ایک ایک مرثیہ کہا۔ اروی کا مرثیہ ملاحظہ فرمایئے کہتی ہے:

بکت عینی وحق لھا بکاء۔ علی سمح سجیتہ الحساء
علی سھل الخلیقۃ الطبی۔ کریم الخیم نیتہ العلاء

ایکٹن

۱۷۹۹ء میں نیسبل واقع ہکس میں پیدا ہوئی۔ ۱۸۵۰ء میں مقام ہمپ سڈ اس کا انتقال ہوا۔ یہ ایک شراب گل کی لڑکی تھی۔ لیکن ایک زبردست صاحب قلم اور سحر نگار شاعرہ ہوئی ہے۔ ۱۸۲۶ء میں سب سے پہلے ایکٹن نے اپنی نظموں کی پہلی جلد شائع کی اور ۱۸۳۸ء میں دوسری نظم "دو رقعے" پبلک کے سامنے پیش کی۔

اسکی نظم "دی والیس آف دی نارتھ" بھی خوب ہے۔ یہ نظم دراصل ایکٹن نے قیصر ہند وکٹوریہ کی خدمت میں پیش کی تھی۔ جب کہ وہ سکاٹ لینڈ کی سیر کر رہی تھی۔

اسکی بہترین اور اعلےٰ ترین نظم "سانڈرن نکری" شیاہ ور چنچایہ موجود ہے جو ۱۸۴۵ء میں کتابی صورت میں شایع ہوئی۔ اور جسکے متعدد ایڈیشن نکلے اور متواتر نکلتے رہے۔

ایکٹن کی آخری تصنیف "انگلش بریڈ بک" ہے۔ "انگلش بریڈ بک" میں روٹی پکانے کے مختلف طریقے بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب جس قدر مفید ہے اس کے موضوع سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

(نیشنل)

ایڈورڈ ایملا این بلیفرڈ

ایک فرنچ جرنیل کی لڑکی تھی جو ۷ جون ۱۸۲۱ء کو لنڈن کی فضائے میبل میں پیدا ہوئی۔ ایڈورڈ نہایت ذہین قابل۔ مدبر اور شاعرہ واقع ہوئی تھی۔ اسکے

علی الفیاض شیبۃ ذی المعالی - ابوہ الخیر لیس لہ کفاء
لھویلی الباع المس شیظی - اعز کان غرتہ ضیاء
اقب الکشح ادوع ذی فضول - لہ المجد المقدم والثناء
الی الضیم ایلج ھرزے - قدیم المجد لیس لہ خفاء
ومعقل مالک وربیع قھر - وفاضلھا اذا القس القضاء
وکان ھو الفتی کرما وجودا - دبا سا حیس متکب الدماء
اذا ھاب الکماۃ الموت حتی - کان قلوب اکثرھم ھواء
مضی قدما بذی رای حصیب - علیہ حسین تبصرۃ البھاء

(سیرۃ ابن ہشام مسامرات محی الدین)

امامہ

حربان بن حارث "ذوالاصبع" عدوانی کی لڑکی تھی چھٹی صدی مسیحی کے آخر میں عرب کی ایک پُرشباب دماغ رکھنے والی شاعرہ گزری ہے۔ اسکی ذہنیت اور اس کے حساس بیدار کی ایک روشن دلیل یہ ہے کہ جب بنی سعد بن ظرب بن یشکر بن عدوان اور بنی فہم و بنجی میں زبردست لڑائی ہوئی۔ اور لڑائی کی حالت یہانتک نازک ہوئی۔ کہ قبیلے بالکل مٹنے کے قریب پہنچ گئے۔ تو امامہ نے اپنی قوم "عدوان" کا یہ دردناک نوحہ نظم کیا۔ کیا احساس تھا ان مخزن زندگی اور تو کا جو آجکل کے بہت سے مردوں سے بہتر تھیں۔ کہتی ہے:-

کم من فتی کانت لہ میعۃ — ابلج مثل القمر الزاھر
قد صرت الخیل بجانا تھم — کم غیث لجب ماطر
قد لقیت فھم وعدوانھا — فتلا دھلکا آخر الغابر
کانوا ملوکا سادۃ فی الوری — دھر الدھر الفخر علی الفاخر

بہت سے جوان تھے جن کا عنفوان شباب روشن چاند کی طرح منور تھا۔
اُن پر دشمن نے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ جیسے گرجتا ہوا اور برستا ہوا بادل آتا ہے
فہم اور عدوان کے قبیلے قتل ہو کر ہمیشہ کے لئے تباہ ہو گئے
گروہ فہم میں بادشاہ اور سردار تھے عرب کو کوئی مصیبت فہم کی مصیبت کا مقابلہ نہیں کر سکتی
(دیباچہ)

بچپن کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ رسا اور ذہین دماغ رکھتی تھی۔ جو فطری طور پر تیار اور مکمل بنایا گیا تھا۔

ایڈورڈ جب برس کی تھی تو اس نے ایک نظم کہی جسکا عنوان تھا "The Night of Ocr" "جو اپنے کی رات" اسکی ماں نے اسے ایک ہفتہ وار اخبار میں شایع کرا دیا۔ لیکن ایڈورڈ جسقدر اپنی عمر کے مزدلیں طے کرتی جاتی تھی۔ اتنا ہی اُس کے جوہر تیجلے ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ جب وہ ۱۲ برس کی ہوئی تو اس نے پھر ایک نظم کہی جسکا عنوان تھا "ایک گھنٹے کی کہانی" جسے ۱۸۹۳ء میں نیو انگلینڈ میگزین (New England Magazine) نے چھاپ کر شایع کیا۔ اور جب ایڈورڈ بڑی ہوئی۔ تو اس کا قلم ایک محیط جنبش کے ساتھ رواں ہونے لگا۔ اس نے ناول نویسی اور نامہ نگاری شروع کر دی۔ اور یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ وہ ایجپٹالوجی: مصر کے احوال قدیم کے علم میں بھی بیحد مشہور ہوئی۔

آٹھ ناول لکھنے کے بعد ۱۸۸۰ء میں ناول نویسی ترک کر دی۔ اس کا آخری ناول "لارڈ بکیز بی" مقبول اور مشہور ہو کر ۱۵ مرتبہ چھاپا گیا۔ اور ۱۸۸۲ء میں اُس نے "ایجپٹ اکسپلوریشن فنڈ" قائم کیا وہ سکرٹری بنائی گئی۔ جب تک وہ زندہ رہی اُس نے ہمیشہ اسی فنڈ کی مصروفیات کو علمی و ادبی مشاغل پر ترجیح دی۔

وہ سفر کی بڑی شایق تھی۔ چنانچہ وہ ۱۸۷۳ء

اسی تخلص کی ایک اور شاعرہ وائل بن ربیعہ کلیب کی بیٹی تھی۔ کلیب اپنی قوم کا سردار اور صاحب اقتدار شخص تھا جس نے بسوس کی لڑائی میں (جو ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک برابر جاری رہی) اطراف عرب کی زمینوں کو انسانوں کے خون سے ایک خوفناک رنگینی میں ڈبو دیا تھا۔ اور جو بالآخر جساس اور عمرو کے ہاتھ سے مارا گیا۔

جسوقت کلیب قتل ہوا۔ امامہ ۱۲ برس کی تھی۔ کلیب امامہ سے بڑی محبت کرتا تھا۔ جب اس نوعمر دوشیزہ کو اپنے باپ کے قتل کی خبر پہنچی۔ تو وہ اپنے چچا مہلہل کے پاس دوڑی ہوئی گئی۔ مہلہل شراب کی بدمستیوں میں غرق تھا۔ امامہ کی کچھ نہ سنی اسوقت امامہ کے قلب نے اپنے چچا کے استغفار اور اپنی بے کسی پر بیقرار ہو آیا۔ اور اسکی زبان سے بے ساختہ یہ اشعار نکلے جن میں وہ اپنے باپ کے قتل ہونے کی چچا کو خبر دیتی ہے۔ اور اس کے قلب میں انتقام کی روح پھونکنے کی بہترین سعی کرتی ہے۔ یہ نظم بہت طویل ہے۔ اسکے بعض اشعار میں وہ شستگی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ جو زمانۂ جہالت کی شاعری کی خصوصیت ہے۔ امامہ اپنے شرابی چچا سے مخاطب ہو کر کہتی ہے:۔

اِتلھو بالملاھی وَالخمور	تو شراب نوشی اور عیش پرستی میں پڑا ہوا ہے
ولا تدری بما تاتی الامور	اور تجھے انجام کار کی ذرا بھی خبر نہیں ہے
وَلا تدری بان کلیب اضحی	خبر نہیں کہ کلیب مقتول پڑا ہوا ہے
قتیلا عند جساس العزور	جساس کے ساتھ۔
فوا عجبا لجسّاس وعمرٍو	تعجب ہے جساس اور عمرو کی حالت پر
لقد جبرا علی امرٍ نکیر۔	کیسے بڑے کام کی انہوں نے جرات کی
وَیا ویلا لجساس وَعمرو	افسوس ہے کہ جساس اور عمرو نے
لقد رمیا اخاک بغفقیر	تیرے بھائی پر آفت ڈھائی
فبادر لخوہ فلقد تواہت	جلد جا کیونکہ اس پر
الیہ الان شجعان النظیر۔	اسوقت بہادروں نے تیر برسائے ہیں

(ریاض)

میں مصر کی سیر کرنے کے لئے مصر بھی گئی۔ مصر پہنچکر اس نے علم "میرو غلیفی" مصر کے قدیم حالات کی تحقیق کے لئے سیکھا۔ اس عالم فاضل خاتون نے "ایجپٹالوجی" کے متعلق متعدد کتابیں اور بہت سی قدیم اشیا کو جمع کیا تھا۔ آخر جب وہ مرنے لگی۔ تو اس نے اپنا سب ذخیرہ یونیورسٹی کالج لندن کو دے دیا ساتھ ہی ۲۰۰۰ پونڈ بھی دیئے۔ تاکہ کالج میں ایک ایجپٹالوجی کے پروفیسر کا تقرر ہو سکے۔

لندن میں ایڈورڈز لائبریری اور ایڈورڈز سوسائٹی بھی شہور ہیں۔ اور بہت وسیع ہیں۔ ایڈورڈز کی جائداد سے ان کا تمام تر انتظام کیا جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

تو پھر عورت کیوں خاموش ہے؟

(ایک مسلمان خاتون کی رائے)

باب نسائیات سے جو امیدیں وابستہ تھیں۔ وہ تشنۂ مراد ہی رہیں۔ بدقسمتی سے میں بہت مشکل پسند واقع ہوئی ہوں میرا معیار اور میرا نظریہ نسائیت کے متعلق اتنا بلند ہے۔ کہ اگر میں اپنے دامن تمنا کو اسکی پوری وسعت کے ساتھ بساط تکمیل پر پھیلا دوں تو موجودہ نسائیت کی رفیع ترین پرواز بھی اسمیں پوشیدہ ہو جائے۔

میں باب نسائیات کو اسوقت تک نامکمل اور ناکافی سمجھوں گی۔ جب تک اسمیں محض فسانہ نگاری اور تغزل فنیافت طبع کرتے رہیں گے۔

کیا عورت کا دماغ اتنا محدود اور کیا اسکی ذہنیت اسقدر عاجز ہے۔ کہ وہ ان اوصاف تحریر سے زیادہ مفید اور ضروری چیزوں کی طرف مائل نہیں ہو سکتی۔

ہندوستان کی اور خصوصاً مسلمان ہندوستان کی خون آلود فضا اب نغمۂ و ترنم سننے کے قابل نہیں رہی۔ اُسے تو رونے کی آواز سننے کی عادت ہو گئی ہے۔ غزال اسکی روح بیتاب کو سکون نہیں دے سکتی اسے تو سرشتہ کی ضرورت ہے۔ آسمانی نغمے سکے قلب کو سرور بخش چکے اب اسکے حسیت پسند مگر سرد دل کو رجز خوانی کی ضرورت ہے۔

کیا عورت اور وہ عدیم المثال ہندوستانی عورت موجودہ صورت حال میں اپنا فرض بھول گئی؟ آپ چاہیں تو ابھی باب نسائیات ایک کمانڈر کا دفتر بن سکتا ہے جہاں سے قوم کی فوج کو احکامات صادر ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی کو حسن کا نظریہ پسند ہو کہ مرد جنگ کے لئے ہے اور عورت صرف ہیری اور مشورہ کے لئے، تو بھی کیا عورت ان دو چیزوں کے علاوہ جنکا انہیں کوئی حق نہیں۔ اور کسی قسم افشار پر اظہار خیال نہیں کر سکتی۔ کیا تاریخی واقعات علمی معلومات، قومی و نیچرل نظمیں یہ سب عورت کی حد پرواز سے بالاتر چیزیں ہیں؟

میں چاہتی ہوں کہ باب نسائیات ان سب کیلئے کھلا رہے۔ عورت اگر تہیہ طوفان کرلے تو نظام ہستی کو درہم برہم کر سکتی ہے۔ اُسکے نازک دلمیں وہ بجلیاں پنہاں ہیں۔ جو خرمن جور و جفا، بغض و عناد نفاق خونریزی کو خاک سیاہ کر سکتی ہیں۔

تو پھر عورت خاموش کیوں ہے؟؟؟ سلطانہ اقبال

سلطانہ اقبال کے اظہار رائے سے پہلے ہم اس ضرورت کو محسوس کر چکے ہیں۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ باب نسائیات فضول اور بے معنی باتوں سے قطعاً خالی ہے۔ ہم کلام منظوم

کلام منظوم کی اشاعت بند ہے۔ ہمارے پاس نظموں کا اتنا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ جو کئی نمبروں کے لئے کافی ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ ہر نمبر میں ہر قسم کی نظمیں شامل ہوں۔ اس لئے ہم نے نظموں کی اشاعت بند کر دی ہے۔ ایڈیٹر

معلومات

خلاصۃ الباب :-

(۱) بحری منارۂ روشنی — مولانا جلال الدین شہاب

منارۂ روشنی کی ضرورت ۔ 〃

منارۂ روشنی کی تعمیر 〃

ریتلے کنارہ پر مینار بنانا 〃

چٹانوں پر مینار بنانا ۔ 〃

اسکاٹلینڈ کا مینار ۔ 〃

مینار کا اندرونی حصہ 〃

(۲) یونان کے ایک قدیم ترین محل پارتھینون کے حیرت زا حالات — ایڈیٹر

(۳) تحقیقات و معلومات — ایڈیٹر

وائرلیس کے ذریعہ گرمی حاصل کرنا ۔ 〃

موجدوں کی عمریں ۔ 〃

یورپ میں زرپرستی سے اموات ۔ 〃

یورپ کی ایک تیس سالہ کامیاب مصنفہ 〃

لندن میں موٹروں کی کثرت ۔ 〃

ہفتاد سالہ لوگوں کا شہر ۔ 〃

عجیب قومی خصوصیات ۔ 〃

انکشاف بعد الموت 〃

بحری منارۂ روشنی

سمندر کے مہلک خطرات سے بچنے کے لئے جو سہولتیں پیدا کی گئی ہیں۔ اُن میں سے ایک "منارۂ روشنی" ہے۔ جو عمومیت ایجاد کی وجہ سے کچھ اہم معلوم نہیں ہوتا۔ مگر واقع میں وہ نہایت مفید چیز ہے۔ اور عجیب طریقوں سے اُس کی تعمیر کی جاتی ہے۔ سطور ذیل میں ہم مختصر طور پر یہی معلوم کرینگے کہ اسقدر مستحکم مینار جس سے طوفاں خیز لہریں ہر وقت ٹکراتی رہتی ہیں۔ تاہم اسکو ذرا نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ کیونکہ وسط سمندر میں تیار کیا جاتا ہے۔ اور میلوں تک اپنی روشنی سے سمندر کو بقعۂ نور بنا کر ملاحوں کو پُرخطر چٹانوں اور دشوار گزار راستوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

منارۂ روشنی کی ضرورت

دنیا کی دلچسپ ضروریات میں ایک روشنی ہے جس کا انسان عملی زندگی میں ہر وقت محتاج ہے۔ دن کو قدرتی

فانوس اپنی تجلی زیر شعاعوں سے دنیا کو بزم نور بنائے رکھتا ہے۔ لیکن رات کو اگر انسان اپنی دماغی قوت سے روشنی پیدا نہ کرے۔ تو بیشمار دقتیں پیش آئیں گی۔

خشکی میں اکثر بڑے خطرات سے تاریکی ہو تو بھی انسان بچ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عیاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ مگر سمندر میں بہت سے ایسے خطرات ہیں۔ جن سے بغیر کافی روشنی کے بچنا بہت مشکل ہے۔ انمیں زیر آب اتنی بڑی بڑی چٹانیں ہیں جن سے جہاز ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ بہت سے ڈوبا ٹیکے ہیں۔ جن پر سے جہاز کے ریت پر چڑھ جانیکا اندیشہ ہے۔ ریت کے ایسے خوفناک ٹیلے ہیں جن میں جہاز کا گھس کر نکلنا محال ہے

انہیں خطرات سے تاریک راتوں میں بچنے کے لئے "منارۂ روشنی" بنائے جاتے ہیں۔ انمیں بڑی بڑی لالٹینیں ہوتی ہیں۔ جو سمندر کی سطح پر ضو پاشی کر کے ملاحوں کو محفوظ راستے بتاتی رہتی ہیں۔

منارۂ روشنی کی تعمیر

ان میناروں کا بنانا کوئی معمولی و آسان کام نہیں ہے۔ یہ بہت خوفناک مقامات میں بنائے جاتے ہیں۔ اور اکثر ایسے خطرات کا سامنا ہوتا ہے۔ کہ اگر بنانیوالوں میں بڑی ہمت۔ بیحد استقلال، انتہائی جرأت، اور کافی مہارت نہ ہو۔ تو انکی تعمیر ہی نہ ہو سکے۔

مینار مختلف جگہ بنائے جاتے ہیں۔ بعض خشکی پر، بعض سمندر سے ڈھکی ہوئی چٹانوں پر جہاں پانی بہت گہرا نہیں ہوتا۔ اور بعض سمندر کے اندر ریگ کے ٹیلوں پر بنائے جاتے ہیں۔

جب کسی بڑی عمارت کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ تو اُسکی مضبوطی کا کیسا اہتمام کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بڑی بڑی دیواروں کے بوجھ کی متحمل ہو سکے۔ لہٰذا مینار جیسی اہم چیز کی بنیاد کیلئے بہت زیادہ استحکام اور مضبوطی کی ضرورت ہے۔

ریتیلے کنارہ پر مینار بنانا

اگر مینار کسی ریتیلے کنارہ پر بنایا جاتا ہے۔ تو زمین کی گہرائی میں دور تک لکڑی کے بڑے بڑے لٹھے ڈالے جاتے ہیں۔ تاکہ ایک پختہ نیو قائم ہو جائے۔ اور جب سنگین دیواریں اسپر قایم ہوں۔ تو اندر دھس جانے کا اندیشہ نہ رہے۔

کبھی ایک زبردست کیسن[1] (Caisson) زمین کے اندر ڈال دیا جاتا ہے۔ جو گہرائی میں چلا جاتا ہے۔ یہ کیسن جو لوہے، پتھر اور مسالحہ تعمیر سے بھرا ہوتا ہے اور زمین میں ایک بڑا ستون بنا دیتا ہے جسپر مینار کی وزنی دیواریں اچھی طرح قائم ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ "خلیج ڈیوپر" (Dodanara Bay) میں فورین فٹ بینک (Dodanara Bank) پر مینارۂ روشنی اسی طرح بنایا گیا ہے

---

[1] یہ ایک ستون نما ڈھانچہ ہوتا ہے جو پانی میں نیو ڈالنے کے لئے اکثر کام میں لایا جاتا ہے۔

چٹانوں پر مینار بنانا

سب سے بڑا خطرہ اس وقت پیش آتا ہے۔ جبکہ مینار اُ فقی زمین سے ڈھکی ہوئی چٹان پر بنایا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں صرف اسی وقت کام کیا جاتا ہے۔ جبکہ دریا میں جزر ہو۔ چنانچہ "مناٹ لیج" (Minot Ledge) کا مینار جو خلیج میسو کوسیٹس (Massachusetts Bay) کے داخلہ پر چٹانوں کے ایک قریب السطح سلسلہ پر واقع ہے بڑی دقتوں سے بنایا گیا تھا جس جگہ سنگِ بنیاد رکھنا تھا۔ اسکے گرد پہلے ریت کے بڑے بڑے اور مضبوط ایک پشتہ پانی روکنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ لیکن اگر کوئی موج اس پشتہ کے اوپر لہرا جاتی تھی۔ تو بڑی مشکل سے اندر سے پانی نکال کر فوراً اسپنج سے خشک کرنا پڑتا تھا۔

امریکہ میں "اوریگون" (Oregon) کے ناہموار، اور خوفناک ساحل پر ایک پرخطر چٹان ہے جس کو ٹلیموک (Tillamook) کہتے ہیں۔ اسپر ایک مینار بڑی دقت سے بنایا گیا ہے۔ اسکے بنانے والے جہازوں میں سے اپنا سامانِ خورد و نوش وغیرہ لے کر جرثقیل کے ذریعہ سے کام کرنے کی جگہ آیا کرتے تھے۔ مگر جب تک انہوں نے اس مقام سے جہاں سنگِ بنیاد قائم کرنا تھا۔ پانی نکالنے کی مشین نہ نکالی۔ اس وقت تک انہیں جہازوں کی آمد و رفت میں خوب غوطے کھانے پڑتے تھے۔

مینار بنانے والے اسقدر محنتی۔ ہوشیار، اور دلیر ہوتے ہیں۔ کہ اگر صرف سمندر ہی اُن کو موافق رہے تو وہ بہت جلد اپنے کام کو پورا کرلیں۔ مگر وہ بہت دیر تک اپنا کام نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سمندر کی لہریں انہیں کام چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک مینار کی تعمیر میں سال بھر میں کل تیس گھنٹے ہی کام ہوا تھا۔ اور اسلئے بعض مرتبہ مینار کی تیاری میں کئی کئی سال لگ جاتے ہیں۔

اسکاٹ لینڈ کا مینار

اسکاٹ لینڈ میں "بیل راک" کا بڑا مینار (Bell Rock Light House) ایک چٹان پر بنا ہوا ہے جو سرد اور سرّاج سمندر میں ہے۔ جب اسکی تعمیر شروع ہوئی، تو وہاں ایک وقت میں کل دو آدمی کام کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس سے زائد وہاں جگہ ہی نہ تھی۔

پہلے اسکے بنانیوالوں نے گوندے کی موٹی موٹی تھوں کو چٹان سے اُکھیڑا۔ پھر چٹان میں بیچ سے بڑے بڑے سوراخ کئے۔ کہ لوہے کی سلاخیں اسمیں داخل کر سکیں۔ پھر اسپر ایک مضبوط آہنی چبوترہ بنایا۔ اور یہ کام کی صرف ابتدا ہی تھی۔ ہر چند منٹ میں موجیں چٹان سے ٹکرا کر آدمیوں کے سروں پر آتی تھیں اور وہ بیچارے . . . . لیٹ کر گوندے کو اپنی پوری طاقت سے پکڑ لیتے تھے۔ اور جبتک پانی اوپر سے نہ گزر جاتا۔ سانس کو روکے رہتے تھے جب موج چلی جاتی۔ تو پھر اُٹھتے۔ اور اپنے کام پر لگ جاتے۔

جب ایڈی سٹون (Eddystone) کا پہلا مینار بنایا گیا ہے تو آدمیوں کو مہیا فراہم کرنے کے لئے چٹان میں صرف بارہ سوراخ کرنے میں چار سال لگے تھے

بیچی ہیڈ کا مینار

مینار بنانے میں ایک تعجب خیز طرز وہ ہے۔ جس پر انگلستان میں بیچی ہیڈ (Beachy Head) پر نیا مینار بنایا گیا ہے۔ وہاں ڈھالو چٹان کے سرے پر پہلے ہی سے ایک مینار بنا ہوا تھا۔ مگر وہ بہت اونچا تھا۔ اور جہاز ران کہرے میں اسکی روشنی سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ اِسلیئے وہاں ایک نیا مینار چٹان کے دامن میں بنایا گیا۔ جو ٹھیک سمندر میں ہے۔

سب سے پہلے سمندر کی اندرونی کھریا ملی میں ایک بڑا سوراخ کیا گیا۔ اور جب سمندر میں جزر تھا۔ تو اِس سوراخ کے گرد ایک مستحکم دیوار بنائی۔ جو گویا ایک پشتہ تھا۔ یہ پشتہ اتنا بڑا تھا۔ کہ اسکے اندر آدمی اطمینان سے کام کرتے رہتے تھے۔ اور معمولی مدّ اُن کے کام میں مخل نہیں ہوتے تھے۔ ہاں اگر مدّ بہت اونچا ہوتا تھا۔ تو اُنہیں اس دائرہ مامکان سے باہر آنا پڑتا تھا۔

پھر ایک مضبوط اور بلند آہنی چبوترہ بنایا گیا۔ جو بالکل اس گھاٹ کے مشابہ تھا جو سمندر کے کنارے پر جہاز سے اُترنے اور اُسپر چڑھنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ مگر اس سے چھوٹا تھا جب سمندر میں مدّ ہوتا تھا۔ تو مزدور اپنا سامان اور اوزار وغیرہ اس چبوترہ پر رکھدیتے تھے۔ اِس چبوترہ کے علاوہ چٹان کی چوٹی پر ان کا ایک بڑا کارخانہ تھا جہاں اُنکے تمام آلات عمارت سادی رکھے رہتے تھے۔

ہوائی ریلوے

ان آلات کو چٹان کی چوٹی پر سے سمندر میں اس جگہ تک لانے کے لئے جہاں وہ کام کرتے تھے۔ ایک ہوائی ریل کا رستہ بنایا گیا تھا۔ یہ ریلوے موٹے موٹے تار تھے۔ ان کا ایک سرا تو اوپر چوٹی پر جڑا ہوا تھا۔ بیچ میں یہ آہنی چبوترے سے جڑے ہوئے تھے۔ اور سمندر میں چونا پتھر وغیرہ سے بنا ہوا جو مصالحہ موجود تھا۔ اِس سے ان کے نیچے کے سرے جڑے ہوئے تھے۔ اس طرح یہ تار چوٹی سے لے کر سمندر تک پہنچتے تھے۔ اور اسقدر محکم تھے۔ کہ سو ٹن سے زائد کا وزن بھی انکو نہیں توڑ سکتا تھا۔

ان میں سے دو تاروں پر تو وہ مال گاڑی آتی تھی جسمیں ضروری سامان اوپر سے نیچے لایا جاتا تھا۔ اور دوسرے دو تاروں پر وہ مال گاڑی اوپر جاتی تھی۔ جسمیں غیر ضروری سامان نیچے سے بھیجا جاتا تھا۔ ان تاروں میں یہ خوبی تھی۔ کہ جب ایک گاڑی اوپر سے نیچے آتی تھی۔ تو دوسری گاڑی خود بخود اوپر چڑھنے لگتی تھی۔ انہیں گاڑیوں میں آدمی بھی کام کرنے کے لئے اوپر سے نیچے آتے تھے اور ہر گاڑی میں بارہ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔

اسی ریلوے پر شینیں اور گرینٹ (Granite) پتھر کی بڑی بڑی سلیں لائی جاتی تھیں۔ اور انہیں بعض باوجود بھاری وزنی ہونے کے بھی بغیر کسی حادثہ کے کام کرنے کی جگہ پر پہنچ جاتی تھیں۔ یہ تمام سلیں کارنوال (Cornwall) سے آتی تھیں۔ اور اس طرح کاٹی جاتی تھیں۔ کہ تعمیر میں ایک دوسری کے ساتھ بالکل درستی سے جمتی چلی جائیں۔ اس کا مزید اطمینان کرنے کے لئے کہ وہ بالکل ٹھیک طور پر کاٹی گئی ہیں۔ انکو خشکی پر ہی جما کر اچھی طرح دیکھ لیا جاتا تھا۔ پھر ان پر بالترتیب نمبر ڈال کر سمندر میں بھیجدیا جاتا تھا۔ اور یہاں پر بھی وہ اسی متعینہ ترتیب سے جمادی جاتی تھیں۔

مینار کا اندرونی حصّہ

یہ مینار مکمل ہونے کے بعد تہ میں اڑتالیس فٹ موٹا۔ اور نیچے سے اوپر دو تک گرینٹ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان ہے۔ اس چٹان کے اوپر آٹھ کمرہ ہیں۔ سب سے پہلے ایک دروازہ ہے جسمیں سے آدمی اندر جاتے اور اپنا سامان وغیرہ لے جاتے ہیں۔ اس کے اوپر گودام اور سونے بیٹھنے کے کمرے ہیں۔ پھر وہ کمرہ جہاں لیمپ ترتیب کے ساتھ رکھے جاتے ہیں۔ اور پھر سب کے اوپر وہ کمرہ ہے۔ جہاں بڑی لالٹین رکھی جاتی ہے۔ یہ لالٹین دریا میں بہت دور تک لمعات اندازی کرتی اور چاروں طرف پھرتی رہتی ہے۔ تاکہ "شبِ تاریک و بیم موج" میں ہر جانب سے "گرانبارانِ جہاز" کو اس کا "جلوہ طور فریب" دکھائی دے سکے۔

(ماخوذ) شہاب

یونان کے ایک قدیم ترین محل پارتھینون کے حالات

اس حقیقت سے شاید آپ بھی واقف ہوں۔ کہ ازمنۂ قدیم کے انسان شہر ایسے موقعوں پر بساتے تھے جہاں بازار اور گلیوں کے لئے میدان اور قلعہ کے لئے پہاڑی ہوتی تھی۔ یونان کے اکثر شہر اسی نوعیت اور اسی وضع کے ہیں اور دراصل یونانی فنِ تعمیر میں عمارت کی تین وضع ہیں۔ ڈوروک۔ ایونک اور قرنتی۔ پارتھینوں کی وضع ڈوروک ہے۔ ڈوروک کا بہترین نمونہ دنیا میں صرف پارتھینون ہے۔ پارتھینوں نہایت شفاف مجلّی۔ روشن اور ٹھوس سنگِ مرمر کی عمارت ہے۔ اس کا

طول دوسو اٹھائیس فیٹ اور چوڑائی ایک سو فیٹ ہے۔ اور اسکی بلندی چوٹی تک ۱۵۰ فیٹ ہے۔ اور پارتھینون چاروں طرف سے بڑے بڑے کھمبوں سے محیط ہے ایک ایک سرے پر آٹھ آٹھ کھمبے ہیں۔ کسی وقت دونوں بغلوں میں تینتیس تینتیس کھمبے تھے جن میں سے ہر ایک کی بلندی اکتیس فیٹ چار انچ اور موٹائی ۶ فیٹ ایک انچ تھی۔

برآمدے کے اندر دونوں سروں پر چھ چھ کھمبے تھے۔ اور اندر کا کمرہ ایک سو ساٹھ فیٹ لمبا اور ساٹھ فیٹ چوڑا تھا۔ اور اس کمرہ میں دو لمبے بڑے کھمبے تھے۔ جن پر چھت قایم تھی۔ کھمبوں سے کارنس کے سرے تک دس فیٹ دس انچ کا فاصلہ تھا۔ اور یہ فاصلہ تین حصوں میں منقسم تھا۔ ایک حصہ میں کارنس اسکے نیچے چوبی جوگہ اور گھنٹی سے بنی تھی۔ اور ایک ایک چوبی کے درمیان وہ منقش مورتیں تھیں جن میں بہترین نقاشی اور مصوری صرف کی گئی تھی۔

برآمدے کے اندر پایہ کے سرے کے برابر مرمری پٹیوں سے ایک حاشیہ چھ سو فیٹ لمبا بنا تھا اور اس میں کئی سو الگ الگ مورتیں تراشی گئی تھیں۔ اور ایک سو مورتیں تو صرف گھوڑوں کی تھیں جن میں صناع نے اپنی عجیب نرالی صنعت مصوّر کا ثبوت دیا تھا۔ یعنی تصویر میں ایک گھوڑے کی شکل دوسرے گھوڑے سے نہیں ملتی تھی۔

ان گھوڑوں کی تصویر کی تاریخ یہ ہے۔ کہ ایتھنے کے بسنے والے ہر پانچویں سال اپنی دیوی کی یاد اور تعریف میں نفیس اور قیمتی لباس پہن کر گھوڑے اور گاڑیوں پر سوار ہو کر شہر کا طواف کرتے تھے ـــــ دراصل یہی طواف سندر کے سنگین حاشیہ پر منقوش ہے

پارتھینون آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل کی عمارت ہے۔ یہ ۴۴۸ برس سنہ ع سے قبل پریکلیس ایتھنے کے بادشاہ کے وقت میں تعمیر ہوئی۔ اس زمانہ جہالت میں یہاں ایک دیوی تھی مفرد اجو ایتھنوں کے خیال میں ایتھنے کی حافظ تھی۔ اسی دیوی کا خیال پارتھینون کا سنگ بنیاد ہے۔

پارتھینون کی حیرت انگیز نقاشی اور عقل کو حیران کر دینے والی مصوری کے نقاش اور معماروں کے نام ہمیشہ ہمیشہ صفحۂ عالم پر ثبت رہینگے۔ ان معماروں میں سے جنکی سعی لطیف سے پارتھینون تیار ہوا۔ کلکریٹس۔ اکٹینس اور فیڑیاس ہوا اور منجملہ طور پر قابل ستایش ہیں۔

اس عمارت کی خصوصی نقاشی اک اعجاز کی صورت رکھتی تھی۔ اسکے ایک سرے پر تکونی موست بنی ہوئی تھی جسے معماری اصطلاح میں تلنگی کہتے ہیں۔ اس موست کے درمیان نقاش نے دیوتاؤں اور دیویوں اور گھوڑوں کی عجیب عجیب مورتیں بنائی تھیں۔ ایک طرف اس نے دیوی کی تخلیق کا منظر دکھایا تھا۔ اور دوسری طرف اس نے سمندر کے دیوتا کے ساتھ دیوی کی لڑائی دکھائی تھی۔ یہ لڑائی گویا ایتھنے شہر کی حفاظت کے لئے دیوی نے سمندر کے دیوتا کے ساتھ کی

پارتھینون کا محل حوادث زمانہ سے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہوا ہے۔ یونان میں جب عیسائیت کا دور دورہ ہوا۔ تو عیسائیوں نے اسے گرجا گھر بنایا اور ایک عرصہ مدید تک انہوں نے یہاں عبادت کی۔ اس کے بعد جب ترکوں نے

روم کو زیر کر کے یونان پر قبضہ کیا۔ تو اُنہوں نے اس عمارت سے ایک مسجد بنائی۔ اور کافی وقت تک پارتھینون مسلمانوں کی سجدہ گاہ عقیدت بنا رہا۔ اور جب اہل بندوقیہ سے ترکوں کا مقابلہ ہوا اور اہل بندوقیہ ترکوں پر حملہ آور ہوئے۔ تو ترکوں نے سارا جنگی اسلحہ اسی عمارت میں جمع کیا۔ اتفاقاً اندر کے کمرہ میں آگ لگی اور وہ بالکل تباہ ہو گیا۔ آخر کار ایک یورپین امیر نے جو انگلینڈ کی طرف سے سلطان روم کے یہاں ایلچی تھا۔ پارتھینون کی اس بربادی کو محسوس کیا۔ اس نے کوشش کی اور سلطان روم سے اُسے اجازت ملی کہ وہ اس عمارت سے بہترین پتھر جو پسند آجائے نقاشی کی گئی ہے۔ انگلستان لے جائے۔

چنانچہ وہ شخص اس عمارت کے حاشیہ کا دو سو پچاس فٹ طویل پتھر اور کئی ایک مورتیں پارتھینون سے نکال کر انگلستان لے گیا اور ۱۸۱۶ء میں پارلیمنٹ نے ساڑھے تین لاکھ کے معاوضہ میں امیر موصوف سے اس سامان کو خرید لیا۔ اور اب تک لندن کے برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

یونان کا قدیم ترین محل پارتھینون

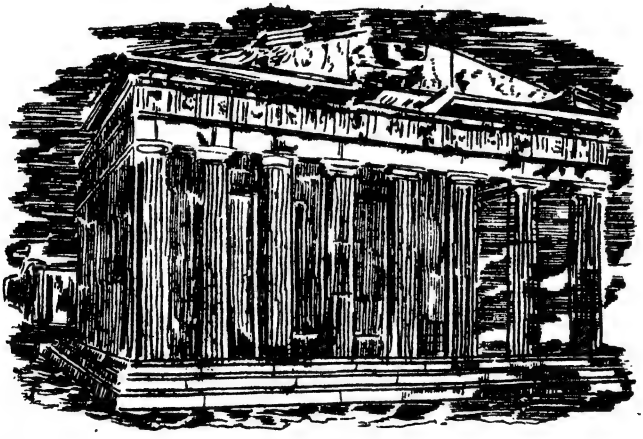

پارتھینون جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہے نہایت شکستہ اور نقش بربادی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یونان کے بادشاہوں نے جو زمانہ تہذیب میں یونان کے تخت پر بیٹھے۔ اسکے اکثر حصوں کی مرمت کرائی۔ اسکے چاروں طرف جو کھنڈر نہایت خوفناک صورت میں تھے۔ اُنکی بھی صفائی اور کھدائی کی گئی۔ اور اس طرح بہت سی مورتیں جو زمانے کی قیامتوں نے زمین دوز کر دی تھیں۔ انسانوں کے ہاتھ پھر آگئیں۔

منروا دیوی کی مورت جس کا ذکر اس مضمون میں کیا جا چکا ہے۔ بارہ لاکھ کے سونے اور ہاتھی دانت سے بنی

ہوئی تھی ۔ اور جو فیڈیئس یونانی نقاش کی نقاشی کا بہترین نقش تھی ۔ ڈیڑھ سو برس تک صحیح سالم رہی ۔ اسکے بعد کسیس ایک شخص نے سونے کے لئے اسکو توڑ ڈالا ۔

ایڈیٹر

تحقیقات و معلومات

وائرلیس کے ذریعہ گرمی حاصل کرنا

پروفیسر الیس ای ڈبل ماہر برقیات کا بیان ہے ۔ کہ ہم وائرلیس کی ترکیب سے گرمی حاصل کر سکتے ہیں ۔ گو ہمیں اسکو ممکن العمل بنانے کے لئے نئے آلات کی ضرورت ہوگی ۔ جو گرمی کی موجوں کو محفوظ کر کے حصص شہر میں تقسیم کر سکیں ۔ اور اُسے بحد اعتدال قایم رکھ سکیں ۔

یہ تحقیق ہو چکا ہے ۔ کہ گرمی جمادات اور خاصلوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے ۔ پھر جب ایک بار اسکی لہروں کا جذب کرنا اور محفوظ رکھنا ممکن العمل ہو گیا ۔ تو تمام دنیا میں گرمی پہنچائی جا سکتی ہے ۔

گرمی کی اس وسعت کا اثر عام تندرستی پر بہت اچھا پڑیگا ۔ کیونکہ گرمی پیدا کرنے کے جدید طریقوں سے ہوا میں جو گرانی اور گندگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ وہ اس طریقہ سے دور ہو جائے گی ۔ گرمی کی قوتیں وسیع کرنے کے طرایق یورپ میں خوش آیند سمجھے جا سکتے ہیں لیکن ہندوستان کو شاید ان آلات کی قیامت تک بھی ضرورت نہ ہوگی ۔ ہاں اگر یورپ ایسے آلات ایجاد کر سکے جو گرمی کی حدت کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کر سکیں تو ہندوستان اپنی گرمی بعض موسموں میں یورپ کو نذر کرنے کے لئے تیار ہے ایڈیٹر

موجدوں کی عمریں

تقریباً بیس اختراعات عظیمہ کی عمر ۳۲ سال ہے ۔ وایرلیس ٹیلیگرافی ، خود بخود بند ہو جانے والا دروگر (Reaper) اور ویکیوم ایر بریک (Vacuum - air - Brake) جن آدمیوں نے ایجاد کئے ۔ اُن کی عمریں ۳۲ سال سے زیادہ تھیں

اسٹیم ٹربائن (Steam Turbine) اور سٹیم انجنوں کے موجدوں کی عمریں کامیابی کے وقت تیس سال کی تھیں۔ سینے کی مشین بنانے والے کی عمر ۲۶ سال اور ایلومونیم کو سستے طریقہ پر رائج کرنے والے کی عمر ۲۳ سال تھی۔ ولبر رائیٹ (Wilbur Wright) کی عمر جس نے ہوا کو قابو میں کر لیا تھا ۳۸ سال تھی۔ ایڈیسن جس نے روشنی کا لیمپ ایجاد کیا اس ایجاد کے وقت ۳۰ برس کا تھا۔

محققین کے نزدیک مشیران سلطنت اور فوجی افسروں نے انتہائے قوت کا حصول ۷۰ سال کی عمر میں کیا۔ ادبیہ عمر کی سب سے بڑی مدت ہے۔ اوسطاً جب فوجی ذہنیت کا پھول پورا کھلتا ہے۔ تو عمر پچاس برس ہوتی ہے۔ اور تجارتی آدمی عموماً ۴۸ سال کی عمر میں کامیاب ہوتے ہیں +

یورپ میں زچگی سے اموات

یورپ میں آجکل سب سے اہم قومی اور اخلاقی انتشار عورتوں کا ایام زچگی میں ہلاک ہو جانا ہے۔ گو ان کی موت بعض دیگر امراض مزمنہ سے بھی واقع ہوتی ہے۔ جو جلد یا بدیر ان کی زندگی کو تلخ کر دیتے ہیں۔ اب تو سائنس سے مدد لینے کے لئے کوششیں ہو رہی ہیں۔ تاکہ زچہ اور بچہ دونوں ہلاک ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

نیشنل بیبی ویک کونسل نے (National Baby Week Council) بچوں کا سال قائم کیا ہے جس میں "بچوں کے ہفتے" تمام اقلیم میں جاری کئے جائیں گے۔

برطانیہ مملکت میں "بچوں کا ہفتہ" پہلی جولائی کو شروع ہوتا ہے۔ یورپ میں ہر دو منٹ کے بعد تین بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اوسگرچہ دایہ گری اور طرائق زچگی میں بہت سی آسانیاں اور اصلاحات کی جا چکی ہیں۔ پھر بھی تعداد اموات بہت زیادہ ہے۔ تقریباً تین ہزار عورتیں ہر سال زچگی میں تلف ہو جاتی ہیں۔ غیر صاف دائت، جھوٹی بھوک، اور غلط ورزش ان آتلاف کی معاون ہوتی ہے۔

یورپ کی ایک تئیس سالہ کامیاب مصنفہ

مس سلویا تھومپسن نے جسکی عمر ہنوز ۲۳ سال ہے۔ چند ہفتوں کی محنت سے (سنگانِ بہار) ایک ناول لکھا ہے۔ ابھی اُسکی اشاعت کو صرف دو روز ہوئے تھے۔ کہ امریکہ کی ایک کمپنی نے اس کے ناول کے حقوق فلم کے لئے تین ہزار پونڈ میں خرید لیے۔ مس تھومپسن کی شادی عنقریب ایک امریکن مصور کے ساتھ ہونے والی ہے۔ جو لندن میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

ہفتاد سالہ لوگوں کا شہر

کونس ٹیٹائین میپلیسٹن کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جسمیں ہفتاد سالہ لوگوں کی تعداد بہت زائد ہے۔ گذشتہ مردم شماری کے حساب سے اُس کے ایک سو ستر باشندوں کی عمر ستر برس کی ہے۔ یعنی ہر نو میں سے ایک اس عمر کو پہنچ چکا ہے۔

لنڈن میں موٹروں کی کثرت

اسوقت دو لاکھ موٹروں سے زیادہ لندن کی سڑکوں پر روزانہ چلتی ہیں۔ شراب پی کر موٹر چلانے والے کو چالیس شلنگ سے ۵۰ پونڈ تک جرمانہ، اور ایک مہینہ سے چار مہینے تک کی قید کی سزا دی جاتی ہے۔ اور ایسے مجرموں کو ایک سال تک موٹر کا لائسنس بھی نہیں دیا جاتا۔

موٹروں سے جو حادثے ہوتے ہیں۔ اُنکی تعداد ایک لاکھ سالانہ ہے۔ اسی طرح مجرموں کی تعداد دو لاکھ سالانہ تک ہو جاتی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ آئندہ جرائم اور حادثات کے شمار و اعداد میں کمی ہو جائے گی۔

عجیب قومی خصوصیات

لنکا میں ویدی ایک قوم آباد ہے۔ جسکی دو خصوصیتیں قابلِ ذکر ہیں (۱) اس قوم کے کسی مرد کو کبھی کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ (۲) کوئی شخص کبھی جھوٹ نہ بولا۔ اس قوم میں شرم مرغ کی قیمت مرنے سے بہت بڑھ جاتی ہے جب یہ مرجاتا ہے۔ تو اسکے تمام اعضا کام میں آتے ہیں۔

اِنکشاف بعد الموت

ایک عورت جس کا نام ایم جے سیوایسٹ۔ ڈی۔ لاگ تھا۔ سالہاسال سے ورسائلز میں رہتی تھی۔ جب ۱۸۵۰ء میں اُس کا انتقال ہوا۔ تو خادمہ پر یہ راز کھُلا۔ کہ وہ عورت نہ تھی۔ بلکہ مرد تھا۔ تمام عمر عورت کی طرح بسر کرنے کا راز معلوم نہ ہوسکا لیکن دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ اس مصنوعی عورت نے کئی مردوں سے شادی کی تھی۔ اور اُسکا آخری شوہر پندرہ سال سے اُس کے پاس تھا۔

اب عورت کے بھیس میں مردانہ نمائش شاذ ہے۔ لیکن انگلستان میں فرضی عورت بننے کا مذاق کامیاب اور عام نظر آتا ہے۔

ایڈیٹر

یارانِ میکدہ

مؤتمر ملّہ اور مجنوں کا خطبۂ صدارت

مؤتمر کی کارروائی ختم ہو چکی ہے۔ اور شرکا اپنے اپنے گھر چلے گئے ہیں صرف وہ رویں باقی رہ گئی ہیں۔ جو آسمانوں یا دین سے اس نئی مجلس کی کارروائی سننے کے لئے ہنوز ہواؤں میں معلق ہیں۔ اور جو دور دور سے تشریف لائی ہیں۔ مؤتمر کا غیر شاندار پنڈال خالی دیکھکر سب لہ ندگس آئیں۔ اور آپسمیں کہنے لگیں کہ "مؤتمر تو ناکام رہی۔ آؤ ہم اس معاملہ پر غور کریں کہ مقامات مقدسہ کو آئندہ کس طرح امن و سکون کا گھر بنایا جا سکتا ہے" صدارت کیلئے کئی نام پیش ہوئے بعد طے کمال پاشا کی تائید میں زیادہ تھیں۔ مگر فضائے مؤتمر نے یکایک پلٹا کھایا اور سب نے بہ اتفاق رائے منظور کر لیا کہ اس مؤتمر کی صدارت ابوالمجنون علامہ القیس ابن عامری النجدی فرمائینگے۔ ——— آرائے کا اتفاق بھی بس کچھ نہ پوچھئے۔ کیا ہوتا ہے۔ بے چارہ "آن ضعف و نقاہت کہ داشت" سورج کی کرن کا سہارا لیکر اٹھا اور ایک خیر رہ پر بیٹھکر اس طرح تقریر کرنے لگا:۔

"مقدس اور متبرک روحو! میں اس جلسہ کی اہمیت کا معترف ہوں جسکی صدارت شریف مدنان کے بعد آپ نے مجھے فرمائی ہے۔ حالانکہ اگر ضرورت تھی۔ تو اب یہ حق سید سلیمان ہندی کا تھا۔ مگر خیر۔ حکومت کا "موجودہ انقلاب دیکھتے ہوئے ایک نجدی ہی اس مؤتمر کی صدارت اور بہتر طور پر کر سکتا ہے ———" معزز ہم جنسو! شاید تمہیں معلوم ہوگا کہ دنیا اب اسی دقیانوسی کیطرف اُلٹ رہی ہے جسمیں وحشت اور بربریت کی طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اور جہاں سے تعمیل کردہ تمدن اور معاشرت کی اس خوفناک گھاٹی میں خواہ مخواہ آ پڑی تھی۔ بھائی ابن معوذ حق بجانب ہیں۔ وہ دنیا کو غیر ضروری بلندیوں سے ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ اسکی وجہ تمہیں معلوم ہے یہ جمعین جب قبرستانوں میں آتی ہیں تو اُن کی ٹانگیں ٹوٹے پھوٹے نوکدار گنبدوں سے ٹکرا کھا کر مجروح ہو جاتی ہیں۔ اسپر وحوں نے بیشک بیشک کی آوازیں بلند کیں جنکے اثر سے مؤتمر کے خدائے زیریں میں خاک اُڑنے لگی اور علامہ قیس النجدی نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا) تو ایسی حالت میں صرف قبرستانوں کے گنبد ہی توڑنا کافی نہیں۔ بلکہ دنیا میں جتنے مکان ۶ انچ سے زیادہ اونچے ہیں میری رائے میں اُن سب کو توڑ دینا چاہئے وہ ہماری راہوں میں روڑے کی طرح اٹکتے ہیں عشرہ محرم کو ہم اشعبان کو اور بروز جمعرات کو جب ہم آسمانوں سے زمین پر آتے ہیں تو ٹھوکریں کھاتے کھاتے ہمارا کچومر نکل جاتا ہے۔ ابن معوذ نجدی ہے اور میں بھی نجدی ہوں بلکہ ایک رشتہ سے علیرا ابن عم ہے۔ میں اکثر اُسکے جسم میں اپنی

ہم جنس روح سے مخالفت کے لئے جاتا ہوں۔ اور اُس وقت جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے۔ اُسکے حواس اور ہوش ہیں، دل اور دماغ ہیں۔ جگر اور معدہ میں آنکھ اور کان ہیں، اپنی رائے اور اپنی خواہش بھر دیتا ہوں۔ یہ اُسی کا اثر ہے۔ کہ کبھی کبھی میری بولی بولنے لگتا ہے۔ (روحوں نے پھر کچھ ایسی حرکتیں کیں کہ خلا میں خاک اُڑنے لگی) تمام عرب، تمام مصر، شام، عراق، یورپ، ہندوستان غرضیکہ تمام دنیا مخالفت کرے۔ مگر میں تو اس دہشت کو روا رکھتا ہوں اور روا رکھونگا۔ "وحشت اور پاگل پن" دنیا والوں نے آزادی و سکون کے یہ چند نام رکھ لیے ہیں۔ بے معنی الفاظ، مہمل باتیں، فضول خیالات، اب لوگوں کو خیال ہے۔ کہ مصری مجمل آئے گا تو مؤتمر کے بعض مقاصد کی تردید اچھی طرح ہو جائے گی۔

میں کہتا ہوں۔ ایک نہیں ہزار مجمل آجائیں ..... فنڈ مجمل ہیں خدا جانے کیا اسیاسیات تھی۔ کہ علامہ القیس النجدی کو چکر آگیا۔ وہ ڈرے کی نشست پر گھومنے لگا۔ اُس کے منہ سے کف جاری ہو گیا۔ وہ تھرتھرانے لگا۔ اُس کا تنفس گڑبڑا گیا۔ شرکاء جلسہ (روحین) دوڑیں۔ صاحب صدر کو سنبھالا۔ ذرہ معلقہ کو زمین پر اتارا۔ اور اُس کے بعد صدر کو آسمان پر لے گئیں۔

مؤتمر میں اس بہی پسینے کا تمام روحوں کو افسوس ہے۔ تاکہ کارروائی مکمل کرنے کے لئے ۳۰ جولائی کو پھر ایک جلسہ منعقد کرنے کا اعلان آسمانوں پر ہو چکا ہے۔ جسمیں وہ تمام ارواح مقدسہ بھی شریک ہونگی جنکا تعلق "جنت البقیع" سے ہے۔ اور وہ ارواح متبرکہ بھی تشریف لائیں گی۔ جو حجاز کے قالب حکومت میں کچھ کام کر چکی ہیں ــــ صدارت علامہ مبرور ہی فرمائینگے۔ مگر عام رائے اس کے خلاف ہے کہ آئندہ مؤتمر مکہ کی تنگ فضاؤں میں منعقد ہو۔ بلکہ اسکے لئے نجد کا وہ وسیع میدان تجویز کیا گیا ہے۔ جہاں کا ذرہ ذرہ آزادی اور بے قاعدگی کی روح سے لبریز ہے۔ فرالان نجد کو حکم دے دیا گیا ہے۔ کہ وہ ۲۱ جولائی تک نجد کے مقامات خالی کر دیں۔ تاکہ علامہ صدر کو پھر لیلےٰ کی یاد نہ آجائے اور وہ اپنے احساس کی کمزوری سے پھر ناتواں اور ناقابل تقریر نہ ہو جائیں۔

س

الہامات

خلاصۃ الباب :۔

(۱) مولانا رضا علی وحشت (کلکتہ)
(۲) ابوالفخر مولانا سیماب اکبرآبادی (صاحب) "نیستان"
(۳) مولانا اکبر حیدری (پروفیسر السنۂ مشرقیہ)
(۴) مولانا علی سکندر۔ جگر۔ مرادآبادی۔
(۵) مولانا مولوی رشید احمد ارشد تھانوی۔

مشاہیر کا تازہ ترین اور غیر مطبوعہ کلام

مولانا رضا علی وحشت

کچھ دل کے اضطراب نے رسوا کیا مجھے
کچھ تیرے اجتناب نے رسوا کیا مجھے

عاشق کو اپنے رکھتے ہیں الزام سے بری
کہتے ہیں وہ شباب نے رسوا کیا مجھے

چھانٹا ہزاریں دل الفت سرشت کو
اُس چشم انتخاب نے رسوا کیا مجھے

اُتنی ہی میرے شوق کو بالیدگی ہوئی
کافر ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے

کھولا نگاہِ عجز نے شوق نہاں کا راز
ظالم ترے عتاب نے رسوا کیا مجھے

ٹوٹا ترا غرور تغافل ہزار شکر
ہر چند اضطراب نے رسوا کیا مجھے

سودائے زلف یار میں ہرگز زیاں نہ تھا
خود دل کے پیچ و تاب نے رسوا کیا مجھے

علامہ سیماب اکبرآبادی

کوئی آسودگی ممکن نہ تھی دنیائے امکاں میں
مسلسل اک تباہی تھی مرے خواب پریشاں میں

چمک ہے یاس کی دیباچۂ اُمید واراں میں
جھلک ہے تکملہ کی میرے افسانے کے عنواں میں

یہ کس کافر نے لیں انگڑائیاں صحن گلستاں میں
قیامت چھپتی پھرتی ہے گلوں کے چاک داماں میں

شباب اک ساحۂ تھا ہو چکا۔ اب صرف کاہش ہے
مری راتیں مجھے اُلجھا گئیں خواب پریشاں میں

بس اب رہنے بھی دے آئینہ میں تجھ سے کیوں کہوں
کہ مجھکو کیا نظر آنے لگا، تصویر جاناں میں

خدا جانے وہ آ پہنچے۔ کہ صبح حشر آ پہونچی
یہ کیسی بجلیاں چمکیں سوادِ شامِ ہجراں میں

دلِ غمگین مدارات ستم کی بات رہ جائے
لہو کی بوند بن کر جذب ہو جا نوک پیکاں میں

تصور نے اُبھر کر نقش حسرت کر دیا پھیکا
نئی دنیا مگل آئی مری دنیائے حرماں میں

تجلّی کے لئے انسان ہے آوارۂ عالم
تجلّی خود پناہیں ڈھونڈتی پھرتی ہے انساں میں

نئی تحقیق ہے وہ جلوہ فرمائے کلیسا ہے
اضافے ہونے والے ہیں مذاق چشم حیراں میں

وہ جو سحر جو فضا کو رنگ و بو تقسیم کرتا ہے
پھر آجاتا ہے شبنم بن کے دامانِ گلستاں میں

دمِ گریہ حدیں ملتی ہیں دنیائے تصور کی
یہ لرزش میرے اشکوں میں ہے یا تصویر جاناں میں

تو اپنا غم عنایت کر کہ ہنگامہ نئے غم کا
سما سکتا نہیں تو گونج سکتا ہے رگِ جاں میں

بتا اے ناخدا، ساحل بتا، یا غرق ہونے دے
یہ طوفاں ہیں دلاسے! اور پھر اس تیز طوفاں میں!!

مرے سامانِ خود خلاق ہیں میری تباہی کے
جنوں نے پرورش پائی ہے آغوشِ گریباں میں

نہ جانے کون سی یہ صنف ہے اسرارِ قدرت کی
ابھی تک کاوشیں ہیں عقل کو تحقیقِ انساں میں

ذرا کھل کر پکار اے صورِ مجذوبانِ اُلفت کو
یہ دیوانے کہیں بیٹھے نہ رہ جائیں بیاباں میں

کسی کا عشق ہے سیماب صرفِ کار فرمائی
یہ اِک پہلو نمایاں ہے۔ مرے کار نمایاں میں

مولانا اکبر حیدری

مری انجام بیں نظروں نے دیکھا رنگ دوراں کو
بہارِ گل بداماں کو، عروجِ ماہ تاباں کو

سنبھالا لینگے کہاں تک غنچہ و گل اپنے داماں کو
نہیں آسان ان پردوں میں رکھنا حسنِ عریاں کو

جگر کا خون اپنی منزلیں طے کر چکا آخر
مبارکباد دیتا ہوں۔ بہارِ گل بداماں کو

مری ٹوٹی ہوئی کشتی اور آغوشِ تلاطم میں
بہت کم ظرف پاتا ہوں حوادثِ خیز طوفاں کو

مرے پہلو میں ہو کر منجمد دل بن گئی آخر
جگر میں رکھ لیا تھا اُس نگاہِ فتنہ ساماں کو

بہت ممکن ہے خود داریِ محبت کی غلط نکلے
کہیں پر ہم نہ کر دے کوئی اس دنیائے امکاں کو

محبت کی مسیحائی، شبِ غم میں نظر آئی۔
چھپا رکھا ہے کن تاریکیوں نے آبِ حیواں کو

اِدھر جوشِ عبودیت نے الفاظِ دعا چھینے
اُدھر دل نے سکھائی ترجمانی چشمِ گریاں کو

مرا ہر اشک خونیں اک صحیفہ ہے محبت کا
نمایاں کر دیا میں نے حدیثِ یاس و حرماں کو

خدا بہتر سمجھتا ہے کہ کیوں بیداریاں بخشیں
تیری دزدیدہ نظروں نے مرے جذباتِ پنہاں کو

مجھے معلوم ہے جو کچھ مرا انجام ہونا ہے۔
مری آنکھوں نے دیکھا ہے عروجِ ماہ تاباں کو

کسی کی زلفِ پُرخم نے کسی کی آہِ پیہم نے
بہت سے راز سونپے ہیں نسیمِ عنبر افشاں کو

بہارِ لالہ و گل سے بھی کچھ تسکیں نہیں اکبر
خدا جانے یہ آنکھیں ڈھونڈتی ہیں کس گلستاں کو

حضرت جگر مرادآبادی

عشق کا پیغام مستی، شوق کی روداد ہوں
زندگی جس سے برستی ہے میں وہ فریاد ہوں

نغمہ ہوں، نالہ ہوں، کیفِ شوق ہوں فریاد ہوں
مختصر یہ ہے کہ اک مجموعۂ اضداد ہوں

ہر نفس سرمایہ دارِ عشق کامل ہے مرا
اے خوشا روے، کہ حسنِ دوست کی اولاد ہوں

عشق بے پروا مرا، کافی حقیقت ہے مری
کچھ سمجھ کر میں بلا کا حسنِ بے بنیاد ہوں

مائلِ غمزائگی ہے اب مرا ذوقِ جنوں
آجکل میں محوِ تعمیرِ خرابِ آباد ہوں

اور بھی مشقِ فنا سے بڑھ گئی ایذائے فکر
جسم اب کچھ کھتا ہوں میں ہی میں آباد ہوں

میری ہستی جستجو، میری حقیقت احتیاج
میں سراپا درد ہوں، میں مستقل فریاد ہوں

کچھ نہیں کھلتا جگر، رازِ طلسمِ کائنات
مجھ میں یہ آباد ہے یا اس میں آباد ہوں

مولانا ارشد تھانوی

قلب میں کر رہا ہوں جذب، نزہتِ حسنِ یار میں
ایک بنا رہا ہوں یوں گلشنِ صد بہار میں

کشمکشِ صد اضطراب، مشغلۂ حیات ہے
شکر گزار ہوں ترا، اے دلِ بیقرار میں

یاد نہیں ہیں کیا مجھے اپنی وہ پہلی خواریاں
آؤں تری گلی میں کیوں دوڑ کے بار بار میں

میری سرشت ہے وفا، گو نہ ہو وجہ التفات
کر نہ سکوں گا انحراف اس سے تو زینہار میں

لذتِ اعتنائے جور، میرے نصیب میں کہاں
درخورِ قہر بھی نہیں، ہوں وہ گنہ شمار میں

قدر شناسیاں تری، قابلِ داد ہیں ضرور
واثقِ الاعتماد غیر، ساقطِ الاعتماد میں

ہاں مجھے اعتراف ہے آپ کے لطفِ عام سے
دل میں لئے ہوئے ہوں گو جذبۂ ناگوار میں

جور بجا، جفا درست، مہر غلط، وفا دروغ
سرف ہوا بکار آپ، صرف خطا شعار میں

حسن ہے مبتلائے وجد میرے تخیلات سے
نغمہ طرازِ عشق ہوں، ارشدِ شعر بار میں

خوبصورت اور پائدار گھڑیوں کا چالان آگیا!

زنانہ چوڑیدار سنہری رسٹ واچ۔ اس سنہری چوڑیدار گھڑی کو معزز گھرانوں کی بیگمات اپنے کام کی چیز اور خوبصورتی کا زیور سمجھ کر کلائی پر باندھتی ہیں۔ یہ گھڑی خوبصورتی اور پائیداری میں یکتا ہے۔ گارنٹی ۷ سال قیمت فی صرف ۱۰ روپے علاوہ محصول ڈاک

افغان سنہری رسٹ واچ۔ یہ گھڑی بالکل نئے فیشن کی ہے اور اسکی زنجیر اصلی رولڈ گولڈ کی بنی ہوئی ہے۔ خوبصورتی اور پائداری میں یکتا ہے۔ اگر پسند نہ آئے تو واپس کردیں گارنٹی سات سال قیمت فیصد ۱۰ روپے ۸ آنے ایضاً علاوہ محصول ڈاک پیکنگ وغیرہ۔

نوٹ:۔ یہ گھڑیاں خوبصورت اور پائدار ہیں۔ بہت سستی قیمت کی گھڑیاں پائدار نہیں ہوتیں۔ آپ کو اپنے لئے اور اپنی چاہتی بیوی کے لئے ایک ایک گھڑی یا اپنے کسی عزیز کے لئے طلب کرنی چاہئے۔ اگر آپ کو جیبی گھڑی پائیدار کی ضرورت ہو۔ تو یہ گھڑی طلب کریں۔ نیز ہمارے ہاں سے ریشمی مشہدی سرپیچ باندھنے کی مسواک نگینیاں اور ہر رنگ کے سکی سادہ ۱۲ آنے فی گز کے حساب سے اور کلاہ مخملی امتیاز بحساب ۱۰ روپیہ فی عدد مل سکتے ہیں۔ مالی انشاء اللہ حسب پسند ارسال کیا جائے گا۔ ناپسند ہو تو واپس کردیں۔ زیادہ آرڈر کے ساتھ پچاس فیصدی رقم پیشگی آنی چاہیئے۔ رعایتی حالات میں نوٹ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ

سید عباس علی شاہ احسان اینڈ کمپنی سوداگران لدھیانہ (پنجاب)

لڑکیو تمہاری خوش قسمتی ہے

جو ذیل کی بے مثل دس کتابیں صرف ایک روپیہ میں ملتی ہیں

زنانہ بستہ!

پڑھنے اور عمل کرنے سے ساری عمر راحت سے گزرتی ہے ایسی عجیب چیز ہے اس میں فکریں باتیں گھرداری کے متعلق درج ہیں (۱) بسم اللہ کی کتاب (۲) کھیل کی کتاب (۳) کہانیوں کی کتاب (۴) لکھنے کی کتاب (۵) نماز کی کتاب (۶) کھانا پکانے کی کتاب (۷) تندرستی کی کتاب (۸) تہذیب کی کتاب (۹) پیسے کی کتاب (۱۰) دین کا اصلی جہیز فی جلد مجموعہ ایک روپیہ۔ مجلد مع بستہ (پیکر) ایک روپیہ آٹھ آنے

ملنے کا پتہ

ایچ محمد یوسف خان منیجر شرکت انجمنی دہلی

مانا کہ آپ خوبصورت ہیں

اور چہرے کو ہر اسون چھائیوں سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔ تو

پری جمال صابن (رجسٹرڈ)

استعمال کیجئے یہ بے مثل صابن تازہ پھولوں و نفیس عرقیات سے تیار کیا جاتا ہے جو چند روز مل کر نہانے سے کالا رنگ مثل گلاب کی پتی کے نکھر جاتا ہے فی بکس تین ٹکیہ معہ ایک صابن دانی قیمت صرف ایک روپیہ (۱)

زنانہ سنگھار بکس رجسٹرڈ

اس دلی کے خوشنما بکس میں سنگھار کا پورا سامان ہے دلآویز جمال صابن ایک ٹکیہ (۲) پری جمال آئل ۱ تولہ (۳) پان کی بہار ایک ٹکیہ (۴) جمال مقناطیسی ایک ٹکیہ (۵) خوشبودار سنی ایک تولہ اور ۶ واسکٹ سرمہ نظر فریب فی بکس (علاوہ محصول ڈاک وو دواخانہ کی بڑی فہرست مفت طلب کریں)۔

المشتہر

حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نوتن دہلی

دنیا بھر کے مسلمانوں کی کانفرنس

کیا آپ کو معلوم ہے کہ مکہ معظمہ میں تمام دنیا کے مسلمانوں کی کانفرنس ہو رہی ہے اس کانفرنس میں شیخ سنوسی غازی مصطفےٰ کمال پاشا، رضا شاہ پہلوی، امیر امان اللہ خاں غازی اور تمام اسلامی بادشاہوں کے نمائندے جمع ہونگے۔ ٹرکی، مصر، عرب، ایران، ترکستان، چین جاوا، ہندوستان، افغانستان، البانیا وغیرہ اسلامی ملکوں کے وفود شریک ہونگے والیان اجتماع ہوگا جسکی نظیر اسلامی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔

اگر آپ

اس کانفرنس کی فوٹو اور تجویزیں گھر بیٹھے سننا چاہتے ہیں تو آج ہی اخبار "الجمعیۃ" کے خریدار بنیئے ہمیں جمعیۃ علماء ہند کے صدر، مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب اور جمعیۃ علماء ہند کے ناظر حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور شعر مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب بہاری کے قلم سے اس کانفرنس کے تمام معتبر حالات شایع ہونگے۔ تمام درخواستیں "منیجر الجمعیۃ" دہلی کے پتہ پر بھیجیے۔

قیمت سالانہ چھ روپیہ (ستے شہاہی تین روپیہ چار آنہ بھیجیے) نمونہ مفت

ممالک غیر سے سالانہ آٹھ روپے (ستے)

ملکی اور قومی ترقی کا راز

علوم جدیدہ میں پنہاں ہے۔ اگر آپ اپنی اولاد کو تہذیب یافتہ قوموں کے ہم پلہ رکھنا چاہتے ہیں۔ تو انکو رفتار زمانہ کے موافق تعلیم دیجیے۔

رسالہ نمائش

کئی سال سے اسی کوشش میں منہمک ہے۔ سائنس جیسے کٹھن مضامین کو نہایت سیدھی سادھی زبان میں سمجھانا اسی کا حق ہے۔ کم سرمایہ لوگوں کو آمدنی کے راستے دکھانا اس کا اصل مقصد ہے۔ غرضیکہ حصول علم و دولت کے بہترین وسائل کے پیش کرنے کا دعویدار ہے۔

اعلیٰ ادبی نظم و نثر بعد و چاشنی مشریک ہے۔ بہرحال ہر فرد ملک کے لئے بہترین تحفہ ہے۔

قیمت سالانہ (دیہی) نمونہ دنیا ۵ ر۔ پرانا ار طلبا کے ساتھ خاص رعایت

منیجر رسالہ نمائش کاچی گوڑہ حیدرآباد دکن

اگر

آپ کو کشمیر کے شال دوشالے۔ وہیتے لوئیاں۔ پشمینہ اور ریشم کی ساڑھیاں اور دوپٹے، غلمے، تالین، میز پوش، پردے، زعفران، زیرہ، بنفشہ بادام اخروٹ، بی آنہ، سہزلنٹ وغیرہ وغیرہ۔ چاندی سونے کے خوبصورت برتن اخروٹ کے نہایت دلربا مقرش فرنیچر، پتھر کے بٹن، بیسپراشی کا دلفریب سامان صندوقچے وغیرہ وغیرہ ضرورت ہوں

تو

دی کشمیر ٹریڈنگ انسٹی ٹیوٹ نزد عیدگاہ سرینگر کشمیر

کو

خط لکھ بھیجیے اور پتہ ہمیشہ کے لیے یاد رکھیے۔ کیونکہ یہ اشتہار بار بار نہیں چھپے گا۔

"آرڈر کے ہمراہ ۱/۴ حصہ قیمت کا آنا ضروری ہے"

کیوں صاحب

اگر آپ دو پیسے کا خط لکھکر رسالہ "دست غیب" جس میں نامردی جریان ضعف دماغ ضعف معدہ و دیگر مہلک امراض کے مجرب نسخہ جات درج ہیں طلب نہیں کر سکتے تو آپ کو تندرست رہنے کا کیا حق ہے خط و کتابت بنام

منیجر دار الشفاء امجدیہ بٹالہ (پنجاب)

ادب اردو کا بہترین سرمایہ اور یادگار مجموعہ

نئے سامان

فاضل جان

نستان

مصنفہ مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی مدیر پیمانہ

(پہلا ایڈیشن بہت جلد ختم ہو رہا ہے)

اس نادر و نایاب مجموعہ میں مولانا کی وہ تمام قدیم و جدید نظمیں شائع کی گئی ہیں جو سالہا سال سے ملک کے مشہور رسائل میں چھپتی رہی ہیں۔ اس کے تین حصے ہیں (پہلا حصہ حجازیات) اس حصہ میں وہ تمام نظمیں موجود ہیں جو مذہبی رنگ میں مولانا کے پُرجوش قلم سے نکلی ہیں ہر نظم بجائے خود ایک صحیفۂ فردوسی ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول کے محامد و مکارم سے لبریز (دوسرا حصہ اسرار) اس حصہ میں طریقت و حقیقت کے سمندر موجیں لے رہے ہیں۔ ہر نظم معرفت و عرفاں کے گہرے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ (تیسرا حصہ عمل) اس حصہ میں ادب اردو کے بہترین شاہکار ہیں۔ جن سے مولانا کی قادر الکلامی۔ ہمہ گیری اور اُستادی کا رنگ ٹپکتا ہے حسن و عشق کے جذبات اور فلسفۂ خیال کے نکات دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ کوئی لائبریری اور کوئی گھر اس مجموعہ سے خالی نہ رہنا چاہیئے صرف ۱۰ دسمبر ۳۶ء تک میں افادۂ عام کو مدنظر رکھتے ہوئے قیمت گھٹا دی ہے۔ یعنی بجائے ۱؎ کے معہ محصول ۱؎ میں یہ مجموعہ بھیجا جا رہا ہے۔ اب بھی اگر آپ ان شہوار موتیوں کی قدر نکریں تو ہم بری الذمہ ہیں۔ یہ رعایت صرف پہلا گمان ختم کرنے کے لئے ہے۔ دوسرا ایڈیشن پوری قیمت پر ملیگا۔ آج ہی آرڈر بھیجدیجئے تاکہ آپ اس مقدس اور نفیس ادبی تحفے سے محروم نہ رہ جائیں۔

ناظم قصر الادب پیمانہ بک ایجنسی آگرہ

ضمیمہ پیمانہ

پیمانہ بک ایجنسی کی نادر الوجود و نایاب کتابیں

تصانیف مولانا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی

سیرۃ الحسین — جناب امام حسین علیہ السلام کی مکمل لائف پیدائش سے شہادت تک۔ متعدد نقشہ جات۔ قیمت ۴ر

سوانح زیب النسا بیگم — خاندان تیموریہ کی ایک معزز خاتون کی باتصویر لائف قیمت ۸ر

جمال و جلال صابر — حضرت سیدنا مخدوم علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات قیمت ۲ر

چراغ داغ — فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کی مکمل اور مستند سوانح عمری مع تصویر قیمت ۴ر

سیرۃ الکبریٰ — ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مکمل لائف مع نقشہ مزار شریف قیمت ۸ر

سوانح امام حسین علیہ السلام — مختصر مکمل قیمت ۴ر

حالات حالی — شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی کی سوانح عمری مع تصویر قیمت ۶ر

بنت الرسول — حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مختصر لائف قیمت ۲ر

سوانح امام حسن علیہ السلام — مختصر مکمل قیمت ۴ر

سوانح نور جہاں بیگم — نور الدین جہانگیر بادشاہ کی بیوی اور ملکہ کی لائف مع تصویر قیمت ۸ر

سوانح غریب نواز — حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح حیات مع مستند و نقشہ جات نوٹ قیمت

انوار العلا — حضرت خواجہ میر سید ابو العلا اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر لائف قیمت ۳ر

انمول موتی — پوری ایک سو مفید اور کارآمد نصیحتیں۔ قیمت ۳ر

محصول ڈاک قیمت کے علاوہ ہوگا۔ تمام کتابیں یکجائی منگانے والوں سے محصول نہیں لیا جائیگا۔ تاجروں کیلئے خاص رعایت ہوگی

ناظم قصر الادب پیمانہ بک ایجنسی آگرہ سے طلب فرمائیے

نادر موقع　　خوشخبری　　نادر موقع

علامہ ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب کے۔ ٹی بیرسٹرایٹ لاء
کے اردو کلام کا مجموعہ

بانگ درا

کا

دوسرا ایڈیشن

نہایت آب و تاب سے بہت عمدہ کاغذ پر طبع ہو نیوالا ہے کتابی اور چھپائی مثل سابق دیدہ زیب ہوگی سرورق جدید
نہایت خوبصورت ہوگا اور ہر ایک جلد ڈاکٹر صاحب موصوف کی تصویر سے مزین ہوگی باوجود ان تمام خوبیوں کے سابق قیمت
مبلغ چار روپیہ کے بجائے دو روپیہ آنہ علاوہ محصول ڈاک صرف ان اصحاب سے لئے جاویں گے جو ۱۵ دسمبر تک
اپنا آرڈر درج کرادیں گے یکصد کتاب سے زاید کے خریدار کو کمیشن بھی دیا جائیگا دس کتاب کے خریدار کو محصول ڈاک
معاف (نوٹ) مجلد کتاب بھی ایک روپیہ زاید خرچ کرنے پر مل سکتی ہے جلد پر بانگ درا اور ڈاکٹر صاحب کا نام سنہرے حروف سے
لکھا جاوے گا۔

المشتہر۔ حکیم شیخ طاہر الدین بازار انارکلی لاہور

تصاویر

ادبی انمول تصویریں جو آرٹ پیپر پر چھپی ہوئی ہیں

چھوٹا سائز

(۱) کینیز کلیسا　(مطبوعہ پیمانہ فروری سنہ ۱۹۲۳ء قیمت فی تصویر ۱)
(۱) دوشیزۂ بہار　(　"　مارچ　"　"　)
(۲) دل کی دینا　(　"　اپریل　"　"　)

بڑا سائز

(۳) برسات کی کالی راتوں میں　(مطبوعہ پیمانہ اگست سنہ ۱۹۲۲ء قیمت فی تصویر ۲)
(۴) تخلیق زمزمہ　(　"　ستمبر　"　"　)
(۶) حضرت ساغر نظامی　(مطبوعہ پیمانہ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء قیمت فی تصویر ۲)
(۷) ساغر (عالم بیخودی میں)　(　"　"　"　)
(۸) علامہ بیتاب اکبر آبادی　(　"　دسمبر　"　)
(۹) گناہ کلیسا (رنگین)　(　"　فروری　"　)
(۱۰) زلیخائے مصر　(　"　اپریل　"　)
(۱۱) موسیقی صحرا　(　"　مئی　"　)
(۱۲) تحریت　(　"　جون　"　)

تصویر کی طلب کرنے پر ہم محصول ڈاک چھوڑ دیں گے۔ دو چار تصویریں منگوانی ہوں تو ٹکٹ بھیج دیجئے۔ وی۔ پی نہ بنے میں آپ کا فضول نقصان ہوگا۔

ملنے کا پتہ: پیمانہ ٹکٹ ایجنسی، آگرہ

ضمیمہ پیمانہ

آگرہ کی مشہور و معروف فرشی اور پلنگ کی دریاں

ہم نے شائقین کی سہولت اور آسانی کے لئے ہر قسم کی خوشرنگ خوشنما اور دیرپا فرشی و پلنگ کی دریوں کی تیاری کا انتظام کیا ہے جو حسب فرمایش رعایت و کفایت کے ساتھ جلد سے جلد بھیجی جاتی ہیں ہمارے یہاں کی دریاں خوشنمائی اور پائداری میں لاجواب ہیں آپکو جس پیمانہ اور جس رنگ کی فرشی دری کی ضرورت ہو منگوایئے بلحاظ پیمانہ و رنگ نرخ حسب ذیل ہے

۱) دری پلنگ کی پھولدار رنگ سیاہ و سفید پیمانہ ۷ × ۴ فٹ یعنی لمبائی سوا دو گز چوڑائی ایک گز چھ انچ سے عدد تک

۱) دری پلنگ کی پھولدار رنگ سیاہ و سفید پیمانہ ۹ × ۴ فٹ یعنی لمبائی سوا دو گز چوڑائی ڈیڑھ گز فی عدد سے عدد تک

۱) دری پلنگ کی رنگین پھولدار جو بادی النظر میں ریشمی معلوم ہوتی ہے لمبائی ڈھائی گز چوڑائی ڈیڑھ گز عدد سے عدد تک

۲) دری فرشی نیلی آبی و کالا سفید عرض کی گز مربع۔ سرخ و سفید یا سرخ و نیلی عرض کی گز مربع،

ان کے علاوہ خاص رنگ اور خاص ڈزائن کی دریاں بھی بکفایت تیار کرا کر بھیجی جاسکتی ہیں

آگرہ کے بنے ہوئے خوش رنگ اور دیرپا مصلے جانمازیں و صفیں

آگرہ کی بنی ہوئی جانمازیں اور صفوں نے جو مقبولیت فی زمانہ حاصل کی ہے وہ محتاج بیان نہیں یہ جانمازیں اور صفیں رنگین کام نہایت خوشنما اور پائدار ہوتی ہیں مسجد و نکی آرایش اور زیبایش کیواسطے مخصوص ہیں بغرض رفاہ عام قیمت خاص رعایتی ہے

مصلا یعنی جانماز ایک آدمی کے واسطے رنگین اور خوشنما۔ قیمت ۱۰ سے عدد تک

مصلا یعنی جانماز دو آدمی کے واسطے رنگین اور خوشنما۔ قیمت ۱۰ سے عدد تک

صفیں جن پر دس بیس۔ پچاس آدمی ایک قطار میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتے ہیں۔ نیلی آبی چوڑائی سوا گز لمبائی بقدر جاہیں۔ نیلی فی گز مربع ۱۰ لال کالی فی گز مربع ۱۰

فرش اور پلنگ کیواسطے خوشرنگ اور خوشنما اونی و سوتی قالین

جہاں آگرہ کی بنی ہوئی دریاں اور جانمازیں مشہور ہیں وہاں آگرہ کے بنے ہوئے قالین بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں اونی ہر قسم کے تیار کرا کر بھیجے جاتے ہیں نرخ حسب ذیل ہے۔

(۱) قالین سوتی واسطے تخت و پلنگ ۱۰ سے عدد ۲۵ تک (۲) قالین اونی واسطے تخت اور پلنگ عدد سے عدد تک

(۳) قالین فرشی اونی و سوتی کا ناپ معلوم ہونے پر نرخ لکھا جاتا ہے (۴) جس قسم کی دری۔ صف جانمازیں یا قالین کا نمونہ اس پتہ سے طلب فرمایئے اور فرمایش کے ساتھ زر چارم بیعانہ آنا چاہیے۔ بلا وصول نہ بیعانہ فرمایش کی تعمیل ہوگی جواب فرمایش خط میں اپنا نام۔ ڈاکخانہ و ضلع صاف و خوشخط تحریر فرمایئے تاکہ روانگی مال میں دقت نہو۔

ہر قسم کی دری۔ جانماز۔ صف منگانیکا پتہ:۔ وارثی اینڈ سنس منڈی بام آگرہ

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کردہ

فصلی بخار و طحال کی دوا

کھاتے ہی بخار کو بھگاتی ہے اور طحال کو گلاتی ہے

ہندوستان ملیریا سے بھرا ہے ایسے مقام بہت تھوڑے ہیں جہاں ملیریا تپ و لرزہ نہ ہوتا ہو۔ اکثر تجارتی چوتھیا یہ سب اس کی قسمیں ہیں۔

(۱) اس کی ۴ یا ۵ خوراک پیتے ہی ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے۔ اور بخار کا آنا موقوف کر دیتی ہے۔

(۲) یہ دوا خون کو گاڑھا کرتی ہے اور خون کی خرابیوں کو دور کرتی ہے قیمت فی شیشی کلاں عدد ایک روپیہ محصول ڈاک آٹھ آنہ۔ خورد دس آنہ محصول ڈاک ہر چھ آنہ۔

اصل عرق کافور

ہیضہ کی مجرب اور شرطیہ دوا

اس کے استعمال سے دست و قے فی الفور موقوف ہو جاتے ہیں شکم کی اینٹھن مٹ جاتی ہے ہاتھ اور پیروں میں گرمی پھر کر مریض کو نیند آ جاتی ہے عرق کافور کے سوائے ہیضہ کو روکنے والی اور کوئی دوائی نہیں ہے۔ درد شکم۔ بدہضمی یاع۔ نفخ کے دفعیہ کے لئے عرق کافور ہی ایک دوا ہے وقت پر فائدہ اٹھانے کے لئے ہر گھر میں اس کو موجود رکھنا چاہئے۔ قیمت فی شیشی ۱ر چھ آنہ۔ محصول ڈاک اسے ۴ شیشی تک چھ آنہ (۱ر)

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن صیغہ نمبر ۱۳۶ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

الرآپ عدیم الفرصت ہیں

یا اگر آپ شاعر نہیں ہیں اور آپ کو قوم و ملک یا دوست احباب کے سامنے اپنا کلام منظوم پیش کرکے سرخروئی حاصل کرنی ہے یا اگر آپ کو کوئی کتاب اپنے نام سے لکھوانی ہے تو بے تکلف معتمد دارالاصلاح و دارالترجمہ آگرہ کو اطلاع دیجئے۔

اعلیٰ درجہ کی غزلیں قدیم و جدید رنگ میں عجیب و غریب فسانے، ناول، کتابیں آپ کے نام سے لکھی جاسکتی ہیں۔ مضامین کے لئے مضامین اور نظمیں تصنیف کی جاسکتی ہیں۔ غرضکہ تمام ادبی و علمی کام آپ کے نام سے اس شعبہ میں انجام پاتے ہیں۔ یہ شعبہ ۱۹۲۳ء سے برابر کام کر رہا ہے۔ اس کی خدمتیں ملک میں مقبول و مستند ہو چکی ہیں۔ اور اس شعبہ نے اپنا وقار و اعتبار قائم کیا ہے کہ تمام ارشادات کی تعمیل بصیغۂ راز ہوتی ہے۔ اور خطوط بجنسہٖ واپس کر دیے جاتے ہیں۔ امتحانوں کے طلبا، مدرسین اور عدیم الفرصت یا ابتدائی شعرا کے لئے نہایت اچھا موقع ہے۔

قطعات تاریخ، پیدائش، اور تاریخ وفات لوح مزار پر کندہ کرنے کے لئے بہتر سے بہتر مادۂ تاریخ کے ساتھ لکھی جاتی ہر چیز کا معاوضہ اتنا کم اور مناسب رکھا گیا ہے کہ ایک معمولی سے معمولی شخص بھی آسانی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکتا ہے آپ ایک مرتبہ کسی مشاعرہ کے لئے کوئی غزل طلب فرمائیں۔ اس مشاعرہ میں صرف آپ کامیاب ہوں گے۔ فسانہ لکھوائیے ہر رسالہ اسے قسطوں سے شائع کریگا۔ غرض کہ آپ کوئی ادبی خدمت لیجئے آپ کی شہرت دنیا میں چار چاند لگ جائیں گے۔

شرائط کار کا ٹکٹ بھیجکر آج ہی طلب فرمالیجئے۔ جو مطبوعہ ہیں۔ اور جن میں یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء تک ترمیم ہے۔ معاوضہ میں کافی کمی کر دی گئی ہے۔

ہر خط کی تعمیل فوراً ہوتی ہے۔ اور ہر خط بجنسہٖ واپس کر دیا جاتا ہے۔ رازداری کا علانیہ یقین دلایا جاتا ہے۔

پتہ:- معتمد دارالاصلاح و دارالترجمہ (دفتر پیمانہ) آگرہ

مطبع صنائع و فارسی اکبرآباد آگرہ۔ (آگرہ اخبار پریس آگرہ میں چھپا اور قصر الادب دفتر پیمانہ آگرہ سے شائع کیا)